يَومَ ندعُوا كُلَّ اُناسٍ بِاِمَامِهِم

اس دن ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ پکارا جائے گا (القرآن)

عرفانِ حجت

مجموعہ تقاریر

شہزادہ فصیح البیان

السیّد محمد جعفرؑ الزمان نقوی البخاری

جمن شاہ ضلع لیہ

مصنف کا نام : مخدوم السید محمدؑ جعفرؑ الزمان نقوی البخاری

کتاب : عرفانِ حجت

مرتب : مہتاب اذفر

تکنیکی معاونین : علی رضا، بلال حسین

سنۂ اشاعت :2013ء

تعداد :1000

پرنٹرز :

ایڈیشن :سوم

پبلشرز :القائم ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کراچی

کمرہ نمبر 11اے اینڈ کے چیمبر 14 ویسٹ اینڈ وہارف روڈ

کراچی نمبر 2 پوسٹ کوڈ 74000 پاکستان

فون نمبر 021-3220537,32311979,32311482

Email: klbehaider@yahoo.com

ملنے کا پتہ : المنتظرین پبلیکیشن جمن شاہ ضلع لیہ

فون نمبر : 0606460259

ویب سائٹ : www.Khrooj.com

www.jammanshah.com

Email.jammanshah@gmail.com

ISBN-969.8806.41.5

یا مولا کریم عجل اللہ فرجک و صلوات اللہ علیک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

اس شہنشاہِ یزداں اجلال کے نام

کہ جن کی معیّت کلیہ اِلٰہیہ سے میں ہمیشہ

لطف اندوز اور محظوظ ہوتا رہا ہوں

جعفر نقوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿یا مولا کریمؑ﴾

کتاب عرفانِ حجت کا دوسرا ایڈیشن آپ کے زیر مطالعہ ہے اس کتاب کا پہلا ایڈیشن کافی عرصہ پہلے شائع ہوا تھا جس کو علامہ السید شیراز زیدی منتظری (مرحوم) نے ترتیب دیا تھا، پھر یہ کتاب کافی عرصہ تک ناپید رہی، اب بہت سے کرم فرماؤں کے مسلسل اصرار اور عوام الناس کی روز افزوں طلب کے پیش نظر یہ دوبارہ شائع کی جارہی ہے

لیکن افسوس صد افسوس کہ اس وقت وہ ذات ہم میں موجود نہیں ہیں کہ جن کی مقدس زبانِ گل فشاں سے چمن معرفت لالہ زار بنا کرتا تھا، جن کا نطقِ بلیغ و معجز بیاں سمائے معرفت کو ستارہ ہائے فصاحت کی بھیک عطا فرمایا کرتا تھا، جو اپنی ذاتِ بابرکات میں علوم و معارف کا دریائے ناپیدا کنار تھے کہ جس سے تشنگانِ آگہی اپنی پیاس بجھایا کرتے تھے

جنھوں نے اپنی حیاتِ طیبہ اپنے مقصد اور مشن یعنی انتظارِ امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف اور دعائے تعجیل فرج کی تشہیر و ترویج کیلیئے وقف کر رکھی تھی

ان کا یہ مشن مالک کائنات و موجودات شہنشاہِ معظم امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے کرمِ بے کراں اور توفیقاتِ الٰہیہ سے آج بھی جاری ہے اور انشاء اللہ سرکار رقائم آلِ محمد عجل اللہ فرجہٗ الشریف کے قیام خروج تک جاری رہے گا اور یہ زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی

ایک کڑی ہے

جس میں معرفت امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن ہے، آج سے کم وبیش 29 سال قبل انہوں نے لفظ حجت کو موضوعِ کلام قرار دیتے ہوئے ایک مکمل عشرہ خطبات انشاء فرمائے تھے جس میں انہوں نے کوشش کی تھی کہ معرفت امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کو ہر پہلو سے اجاگر کیا جائے تاکہ ایک طالبِ صادق کو راہِ حق کی تعیین میں راہنمائی مل سکے

اگرچہ انہوں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی کسی پر تنقید نہیں کی تھی بلکہ وہ اس بات کو انتہائی معیوب گردانتے تھے اور اپنے حلقہ اِرادت میں آنے والے احباب کو بھی سختی سے منع فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کسی پر تنقید نہ کیا کرو

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کے اس دارِ فانی سے جہانِ باقی کی طرف ہجرت فرمانے کے بعد آج بِکے ہوئے ملاّ سستی شہرت کے حصول یا اپنی دکان چمکانے کی غرض سے ان پر اعتراضات کر رہے ہیں

واضح رہے کہ انہوں نے مسئلہ تقلید کو موضوع بنا کر یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ جمن شاہی تقلید کے قائل نہیں ہیں اور مالِ خمس مراجع عظام کو پیش کرنے کے مخالف ہیں وغیرہ وغیرہ

تو میں منتظرین سرکارِ حجت العصر عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی اس مختصر سی جماعت کا ایک ادنیٰ ترین نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اپنے قارئین پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ باتیں آوازۂ حق کو دبانے کی ایک مذموم سازش ہے جس میں حصولِ زر کے

خواہش مند ملاّ ملوث ہیں

حقیقت یہ ہے ایسی باتیں کرنے والے افراد کو یہ بھی شاید علم نہیں ہے کہ اس مظلوم جماعت کے پاک بانی ہمارے مرشد کریم سلام اللہ علیہ اپنے پاک فرزندان سمیت پردہ فرما چکے ہیں، اور وہ یہ تک نہیں جانتے کہ جمن شاہ والے کہتے کیا ہیں؟

آپ آگاہ رہیں کہ ہمارے پاک مرشد سلام اللہ علیہ کا مقصد اور مشن فقط یہ ہے کہ اپنے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی انتظار کرو، ان کی فرج وکشائش میں تعجیل کی دعا فریضہ ہے اس لئے ہر سانس کے ساتھ دعائے تعجیل فرج کرتے رہنا چاہئے کہ خاندانِ رسالت جلد از جلد اس دنیا میں از سرِ نو آباد ہو اور ان کی حکومت اِلٰہیہ قائم ودائم ہو، حرام خوری سے اجتناب کرو، رزقِ حلال کھاؤ تا کہ تمہاری دعا شرفِ قبولیت حاصل کر سکے

سرکار امام زمانہ قائم آلِ محمد عجل اللہ فرجہٗ الشریف دورِ حاضر کے ہادیءِ برحق ہیں، بہ ہزار عجز ونیاز خلوصِ نیت سے پاکیزہ دل اور زبان کے ساتھ اُنہی کی ذاتِ اقدس سے دینی ہدایت طلب کرو انشاء اللہ وہ پاک ذات ضرور صراطِ مستقیم کی طرف آپ کی راہنمائی فرمائیں گے، پھر دنیا کے جس فرد کی جانب وہ پاک ذات راہنمائی فرمائیں اسی سے دین حاصل کرو اور اسی کی تقلید تم پر واجب ہے

خمس مالِ امام اور سیدۃ النساء العالمین صلواۃ اللہ علیہا کا حق عظیم ہے جس کی ادائیگی واجب ہے، لیکن اس میں اپنی مرضی سے تصرف ناجائز ہے یعنی ایسے ہی کسی غریب سید کو دے دینا یا کسی درس میں کسی مولوی صاحب یا کسی علامہ صاحب کو

مالِ خمس پیش کر دینا ہرگز ہرگز ٹھیک نہیں، اس لئے اگر آپ خمس ادا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اپنی تمام ملکیت کا پانچواں حصہ علیحدہ کرلیں بعدازاں اپنے ہادی مطلق شہنشاہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی طرف رجوع کر کے عرض کریں کہ آقا یہ آپ کا حق ہے جو میں ادا کرنا چاہتا ہوں، اب آپ ہی میری راہنمائی فرمائیں کہ یہ میں کس شخصیت کے حضور پیش کروں کہ میرا پیش کردہ مال آپ کی پاک بارگاہ میں منظور اور مقبول شمار ہو، مالک کل پاک ذات جس کے متعلق فرمائیں اسی کے حضور مالِ خمس پیش کریں ...... یہ ہے جمن شاہی مشن اور مقصد

قارئین ! آپ خود انصاف کریں کہ اس میں ایسی کون سی بات ہے جو ناجائز یا خلافِ شرع ہے، البتہ جو شخص میرے پاک مرشد کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے خلوصِ نیت کے ساتھ اپنے زمانہ کے امام عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی طرف رجوع کرتا ہے اور مشرفِ بارگاہ ہونے کی عظیم سعادت کے حصول میں کامران ہوتا ہے اور راہِ حق یا صراطِ مستقیم پر مالک ذات کی عطا کردہ توفیقات سے ثابت قدم رہتا ہے وہ پھر کسی دیں فروش ملاّ کی دکان سے دین کا سودہ خریدنے نہیں جاتا اور میرے خیال میں یہی بات کچھ لوگوں کیلئے تکلیف دِہ، ناگوار یا ناقابل برداشت ثابت ہو رہی ہے کہ ان کی دکانداری خراب ہونے کا خدشہ ضرور بڑھتا جا رہا ہے

صدقِ دل سے دعا گو ہوں کہ مالک ازل وابد اپنے ہر چاہنے والے، اپنے ہر موالی، اور ہر مومن کو اپنی امان میں رکھیں اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمانویں

اس کارِ خیر میں معاونِ خاص جناب السید مظہر حسینؒ موسوی صاحب، جناب علامہ سید حسن عسکری صاحب، جناب علامہ غلام شبیر صاحب آف لاڑکانہ، جناب سید مسرت حسین شاہ آف شیخوپورہ، جناب علیؒ رضا صاحب، جناب بلال حسینؒ، اور ابجر مہدیؒ کا دلی شکرگزار ہوں کہ جن کے خصوصی تعاون سے میں اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوا

فقیر گوشہ نشیں

مہتاب اذفر

.... ☆☆ ....

عرض ناشر

گزشتہ بارہ سال سے ریاستہائے متحدہ امریکہ میں رہتے ہوئے ہم کو یہ موقعہ ملا کہ معلوم کریں کہ مقامی مفکرین کا زاویہ نگاہ کیا ہے اور اس ضمن میں ہمیں نیویارک بارنز اینڈ نوبل بک سٹور اور چند دیگر مقامی کتب خانوں میں جانے کا اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ غیر مسلم ذرائع ابلاغ متحدہ طور پر حقائق کو چھپانے اور دین اسلام کی صورت کو مسخ کرنے میں کوشاں ہیں اور ان کی مساعی کا ہر راستہ ان افکار و نظریات پر ختم ہوتا ہے جہاں ذہن انسانی مسموم ہو جائے اور تاویل کے ذریعے ایک عام ذہن ان کے عقیدے اور اس اثر کو قبول کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ اس طرح تہذیب و ترقی کی آڑ میں (Brain Washing) کا سلسلہ جاری ہے

ہماری حالت یہ ہے کہ بقول علامہ محمد اقبالؒ

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں بازی تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

دوسری طرف اس امر سے انتہائی تکلیف پہنچی کہ ملت اسلامیہ اپنے مشترکہ دشمن کو پہچاننے اور اس کا مقابلہ کرنے کی بجائے آپس ہی میں سرگرداں ہے۔اب صورت حال یہ ہے کہ اگر تمام مکاتیب فکرِ اسلامی کے فتوٰی ہائے کفر کو جمع کیا جائے یہ جاننے کیلئے کہ کون کافر ہے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ

کوئی بھی مسلمان نہیں ہے......اور یہ کتنے افسوس کی بات ہے

چند خادمانِ قوم اور دردمندانِ ملت نے اس امر کو محسوس کیا کہ یہ پیغام ملت تک پہنچنا بہت ہی اہم اور نہایت ضروری ہے کہ اسلام ایک تناور درخت ہے اور فرقہ ہائے اسلامی اس کی شاخیں ہیں اور جب فرقے آپس میں لڑتے ہیں تو وہ شاخوں پر حملہ ہوتا ہے۔لہٰذا ہم کو یہ امر تسلیم کرنے میں کوئی جھجک نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے دشمن شیعہ،سنی، وہابی وغیرہ نہیں بلکہ ہمارے مشترکہ دشمن صیہونیت، یہودیت وغیرہ ہیں جو اپنے افکار ہمارے سامنے تاویل کا پھندہ لگا کر اس جانور کی طرح لا رہے ہیں جس کی کھال نہایت ملائم لیکن پنجہ نہایت زہریلا ہے

ہم اپنے اس مشترکہ دشمن کا مقابلہ صرف اس طرح کر سکتے ہیں کہ

اپنی صلاحیتوں کو صرف مثبت سمت میں بروئے کار لائیں،علم صحیح کو تلاش کریں اور تقلید کی بجائے تحقیق کی بنیاد پر اسلام کو پہچاننے کو کوشش کریں

اسی فکر کے حوالے سے 1984 میں نیویارک میں اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی بنیاد رکھی گئی جس کے اغراض و مقاصد میں دین اسلام کی نشر و اشاعت، صیہونی پروپیگنڈے کا مقابلہ، نئے مسلمانوں کیلئے دینی لٹریچر کی فراہمی اور پسماندہ علاقوں میں ملت مسلمہ کی معاشی بہتری کیلئے جدوجہد شامل ہیں ہماری دعا اور کوشش ہے کہ

ملت اسلامیہ کے مختلف مکاتیب فکر کے درمیان یکجہتی، یگانگت، ہم آہنگی اور بھائی چارے کی راہیں پیدا ہوں۔ اختلافات فکر علم و دانش کی ہر وادی میں ہوتا ہے مگر یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ

ان اختلافات کو دشمنی کی شکل اختیار نہیں کرنا چاہیے جس طرح گلدستہ میں پھولوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں مگر ایک پھول دوسرے پھول کی خوشبو کو چھپاتا نہیں ہے بلکہ مختلف رنگ کے پھول نہایت دلکش اور حسین وجمیل نظارہ پیش کرتے ہیں

اگر تمام پھولوں کا رنگ ایک جیسا ہو جائے تو وہ سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن گلدستہ نہیں ہوسکتا

مولانا انور علی راجانی
ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
نیویارک

............☆☆............

علامہ ارتضیٰ حسین نقوی

گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ ہر شے نے ارتقا کی منزلوں کو طے کیا ہے۔ وہ مسافتیں جو کل دنوں، مہینوں اور کبھی کبھی برسوں میں طے ہوتی تھیں آج منٹوں میں تسخیر ہو جاتی ہیں۔ سرعت گفتار کا عالم یہ ہے کہ چشم زدن کا وقت بھی زیادہ ہے۔ وہ آواز جو فضا میں گم ہو جاتی تھی اب ہمیشہ کیلئے محفوظ کر لی جاتی ہے۔ یہ ارتقا ہے

جس طرح ہر شے نے منازلِ ترقی کو طے کیا ہے اسی طرح باطل نے صورت ارتقاء یہ اختیار کی ہے کہ پہلے باطل صورتِ باطل میں حق کے مقابلہ پر آتا تھا مگر آج باطل حق کا لبادہ اوڑھ کر آتا ہے۔ اس لئے باطل کی پچھلی شکل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ باطل کو اس ارتقائی صورت میں پہچاننے کی ضرورت ہے۔ اب اربابِ حق کی صرف یہ ہی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ باطل کا مقابلہ کریں بلکہ باطل کو پہچاننا پہلا قدم ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ

☆ وَلَا تَلۡبِسُواْ الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُواْ الۡحَقَّ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُون (بقرہ 42)

باطل اپنا لبادہ اس لئے تبدیل کرتا ہے کہ حق کو نیست و نابود کر سکے اور اپنے پہلے قدم اور پہلے مرحلہ کے طور پر وہ مذہب کی تعریف اور مذہب کے مقاصد کو چھپانا چاہتا ہے اور طرح طرح کی تاویلوں سے کام لیتا ہے

☆ فَأَمَّا الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوبِهِمۡ زَيۡغ............ (آل عمران 7)

اس پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب ہم اپنے اردگرد کے حالات پر نظر ڈالتے

ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر خطہ ءِ ارض کا انسان مسائل کی زنجیروں میں مقید ہے۔ انسانیت سسک رہی ہے اور بنی نوع انسان کا سکون غارت ہو چکا ہے۔ جو لوگ دین اِلٰہی سے دور ہیں ان کا بھٹکنا اور پریشان ہونا تو اظہر من الشّمس ہے مگر دین اِلٰہی پر ایمان رکھنے والوں کی پراگندگی سمجھ میں نہیں آتی۔

دین تو مکمل ہے، جامع ہے، حالات کو بہتر بنانے والا ہے، تشکیلِ سیرت کا ضامن ہے، مگر ہم دین کی معرفت نہیں رکھتے۔ آج ہمارا عالم یہ ہے کہ گروہ بندی ہے اور ہر گروہ نے اس دین کی تعریف اور دائرہ کار معین کر رکھا ہے۔ کچھ احباب کے نزدیک دین اسلام ایک نظریہ ہے۔ بعض احباب کے نزدیک اسلام ایک عقیدہ ہے، بعض دوستوں کا خیال ہے کہ اخلاقی معاشرت کا نام اسلام ہے، کچھ لوگوں نے اسے صرف فروعات کی چہار دیواری میں نظر بند کر دیا ہے اور کچھ نے صرف عزاداری کے حصار میں قید کر دیا ہے

لوگوں نے قدرت کے پسندیدہ اس دین کو رسومات میں پیک (Pack) کر دیا ہے۔ یہ ہے ہماری روش۔ ہمارے خیالات اتنے مختلف ہیں کہ منشاء قدرت کی فکر ہی نہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسلام سے کچھ حاصل کرنا نہیں چاہتے بلکہ اس کو عطا کرنا چاہتے ہیں۔ (غالباً اسلام میں کچھ کمی رہ گئی ہے جس کو ملا پورا کرنا چاہتے ہے)

العیاذ باللہ

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ روز حشر پیغمبر فریاد کرے گا کہ

☆ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً (الفرقان30)

انہی امور کی وضاحت علامہ اقبال اس طرح فرماتے ہیں

ہند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذتِ کردار ، نہ افکارِ عمیق
خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے اس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

اسلام کو اپنے مادی مفادات کے مطابق چلاتے ہوئے اسلام کے چمنِ لالہ کو وادیِ پرخار بنا دیا گیا ہے تاکہ بحث بہت پیچیدہ ہو جائے۔ معرفت اسلام کے ان شاداب پھولوں پر کہ جن کی بھینی بھینی خوشبو اب بھی دماغوں کو مست کر رہی ہے غلط عقیدت و نظریات کا ایسا رنگ چڑھایا گیا ہے کہ اصل رنگ قطعاً فنا ہو گیا ہے اور وہ اس آرائش وزیبائش سے جو قدرت نے ان کو عطا کی تھی کلیتاً محروم ہو گئے ہیں۔

جب غیر مسلم گلچیں فلسفہ کی کونپلیں اور سائنس کے پتھر لے کر نمودار ہوتے ہیں تو یہ نادان دوست اپنے چہروں کو چھپاتے نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ زمانہ کی ضرورت اور تقاضائے وقت کے مطالعے کو الٹی چھری سے ذبح کر کے کفر و الحاد کے نعرے لگاتے ہیں اور اس چمنِ لازوال میں وہ موشگافیاں فرماتے ہیں کہ گلاب کی جگہ صرف کانٹے نظر آتے ہیں۔ ضرورت تھی اس بلبلِ خوش الحان کی نغمہ سنجی کی جو منبر پر جلوہ گر ہو کر سامعین تو ایک طرف راستہ چلتے ہوئے لوگوں کو بھی مسخر کر دیتی مگر اس کا موسم بہار تو صرف اپنے روزینے اور شبینے تک محدود ہے۔ اس روزینے اور شبینے کے ہاتھوں مجبور ہو کر دین کو فروعات تک محدود کر دیا گیا اور اصل کو محو کرنے کی کوشش کی

جانے لگی ہے تا کہ حیاتِ انسانی کی مانگ معرفت اور سیرت کے درخشاں ستاروں سے بھرنے نہ پائے اور مشام ہائے انسانی بوئے معرفت نہ سونگھنے پائیں۔
یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ سب سے خوبصورت شئے۔سب سے پاک شئے سیرت ہے۔ مذہب کا سب سے اہم فریضہ تشکیلِ سیرت ہے۔تشکیلِ سیرت کا مکتب حیاتِ انسانی ہے۔اس مکتب کو قائم کرنے والا پروردگارِ عالم ہے۔انبیاء، اوصیاء، آئمہ و اولیاءعلیہم السلام اس مکتب کے نگران اور مربی ہیں۔واقعات وحوادث وہ آلات ہیں جو سیرت کی تکمیل کا ذریعہ ہوتے ہیں۔دنیا کی روح ساز وادی میں کبھی غم کے مضراب سے،کبھی نفرت کے سُر سے زندگی کی صلاحیتوں کو وجد میں لایا جاتا ہے
خوف ہو یا غضب، ہمدردی ہو یا ایثار، صبر ہو یا شکر، یقین ہو یا حیرت، محبت ہو یا نفرت، خواہش ہو یا تنفر، یہ وہ آلات ہیں جن کے ذریعے انسان کی تشکیلِ سیرت کی جاتی ہے...... یہ بات جان لینے کے بعد یہ امر اس حقیقت کو اور خوشگوار بنا دیتا ہے کہ یہ آلات صانعِ ازل نے باہر سے یا خلقت کے بعد نہیں دیئے بلکہ خلقت ہی میں ودیعت کئے ہیں۔کیوں نہ ہو وہ غیب کا عالم بھی ہے اور شہادۃ کا بھی۔اس لئے اس نے تشکیلِ سیرت کے وہ آلات عطا کئے ہیں جو انسان کے وجود سے اندرونی تعلق رکھتے ہیں...... اب اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہنا چاہیے کہ ''اسلام نہ تو رسومات کا نام ہے اور نہ ہی چند ظاہری عبادات وفروعات میں ملفوف کوئی جسم'' بلکہ ایک کامل دین ہونے کے حوالے سے تشکیلِ سیرت کا بہترین ذریعہ ہونے کے واسطے سے ''فطرت کے تمام عطیات کی نشوو ارتقاء کا نام اسلام ہے''۔
ایک فلسفی کی رائے ہے کہ

Islam is harmonious development of human faculties i.e. Intellect, reason, thought, feeling, emotion, sentiments and instincts.

انسانی قابلیتوں، صلاحیتوں، انسانی قویٰ اور انسانی ملکات یعنی تعقل، ادراک، تخیل، احساس، جذبہ، وجدان اور جبلتوں کا متوازن اور خوشگوار نشوو ارتقاء

اس لئے دین اسلام کی معرفت سے پہلے انسان پر خود کو پہچاننا اور جاننا بے حد ضروری ہے۔ جب انسان تفکر کا آغاز اپنی ذات سے کرے گا تو معرفتِ اِلٰہی پر پہنچے گا

تیری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
میری نگاہ میں ثابت نہیں وجود تیرا
وجود کیا ہے؟ یہ ہے جوھرِ خودی کا نمود
کر اپنی فکر کہ جوھر ہے بے نمود تیرا

(علامہ اقبال)

جب تک یہ معرفت حاصل نہ ہوگی اسلام سمجھ میں آئے گا نہ ہی عبادت انجام دی جا سکے گی۔ اسی لئے معصوم نے فرمایا کہ

''قرآن مجید میں جہاں جہاں لفظِ عبادت ہے وہاں اس سے مراد معرفت ہے،،

نہج البلاغہ میں مولائے کائنات حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہم الصلوات والسلام فرماتے ہیں کہ

☆اول الدین معرفت اول دین معرفت ہے۔

انسان کی فطرت اور ہیت پر غور کرتے ہوئے ہمیں معلوم ہوگا کہ انسانی وجود کو ہم دو

قسم کے اعضاء میں تقسم کر سکتے ہیں

1۔ ظاہری اعضاء و جوارح۔ جو دیکھے جا سکتے ہیں۔نظر آتے ہیں مثلاً ہاتھ، پیر، ناک، کان وغیرہ

2۔ باطنی اعضاء و جوارح۔ جو دیکھے نہیں جاسکتے ہیں۔

غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ دل عضو باطنی نہیں ہے۔ دل تو میر دردؔ کے الفاظ میں

دل بھی اے دردؔ قطرہءِ خوں تھا
آنسوؤں میں کہیں پڑا ہو گا

دل عضوِ ظاہری ہے کیونکہ سینہ چیر کر اسے دیکھا جا سکتا ہے۔ دل تو چار خانوں کا عضو ہے جو کافر کے پاس بھی ہے اور مسلمان کے پاس بھی ہے۔مومن کے پاس بھی ہے اور منافق کے پاس بھی۔

اعضائے باطنی سے مراد وہ اعضاء ہیں جو اعضائے ظاہری کو متحرک کرتے ہیں مثلاً ہمارا چہرہ، ہمارا وجود کبھی حالتِ سکون میں ہوتا ہے کبھی اضطراب میں، کبھی مطمئن ہوتا ہے کبھی مشتعل، انسانی وجود کا وہ حصہ جو چہرے پر مختلف کیفیتوں کے نازل ہونے کا سبب بنتا ہے وجود کی کیفیت میں تبدیلی پیدا کرتا ہے عضوِ باطنی کہلاتا ہے اور یہی وجودِ انسانی کی حقیقت ہے۔

اگر ہم کسی سے پوچھیں کہ سکون کیا ہوتا ہے، اضطراب کیا ہوتا ہے، اطمینان کسے کہتے ہیں اور اشتعال کس چیز کا نام ہے تو وہ نہیں بتا سکتا مگر کسی ظاہری وجود کا سہارا لے کر سکون کی دولت اور اضطراب کی کیفیت وہی بتا سکتا ہے جو ان کیفیتوں سے گزر چکا

ہو کیونکہ انسان شعوری طور پر خالق کی اتنی ناقص تخلیق ہے کہ یہ اپنی اندرونی کیفیات کا ادراک اس وقت تک نہیں کر سکتا کہ جب تک خود ان سے نہ گزرے

کیفیتیں پیدا کرنے والے مراکز اعضائے باطنی ہیں اور اعضائے ظاہری ان کیفیتوں کے ورود و نزول کا محل ہیں۔ لیکن اگر یہ باطنی اعضاء نہ رہیں تو ظاہری اعضاء بے کار ہیں اور انسان مردہ ہے۔ مثلاً جب انسان مر جاتا ہے تو ظاہری اعضاء تو موجود ہوتے ہیں۔ ہاتھ بھی، پیر بھی، زبان بھی وغیرہ وغیرہ مگر اب یہ چل نہیں سکتا، بول نہیں سکتا کیونکہ جو حقیقت اس میں پہلے تھی اب نہیں ہے۔ اب نظر نہیں آ رہی ہے، اب تو یہ مر گیا جب یہ زندہ تھا کیا اس وقت کسی نے اس حقیقت کو دیکھا تھا؟ نہیں۔

یہ حقیقت نظر نہیں آتی مگر انسانی نظامِ حیات کو چلا رہی ہے یہیں سے میں حقیقت کی یہ تعریف کروں گا کہ

''وہ قوت جو کسی نظام کو چلائے اور نظر نہ آئے وہ اس نظام کی حقیقت ہوتی ہے''

جو انسان کے جسم کا انتظام کرے اور نظر نہ آئے وہ انسان کی حقیقت ہے جو پوری کائنات کا نظام چلائے اور نظر نہ آئے وہ اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے

یہی حقیقتِ انسانی ہے جو انسان کو اعلیٰ علیین تک پہنچا دیتی ہے اور کبھی کبھی اسفل السافلین کے درجے تک۔ اس لئے اس حقیقت کا ادراک و عرفان بے حد اہم ہے۔ اس کے ادراک و عرفان کا نام ہی اسلام ہے اسی لئے مولائے کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ

☆من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ

اسی لئے وہ بندگانِ حق جو خالق کا پیغام مخلوق تک لائے صرف ظاہری عبادات کا درس دینا ہی ان کا فریضہ نہیں تھا۔ نماز و روزہ کی تعلیمات اور آیاتِ اِلٰہی کی تلاوت

ہی فقط ان کا منشور نہیں تھا بلکہ تزکیہءِ نفسِ انسانی اہم ترین اور مشکل ترین فریضہ تھا جوانہوں نے انجام دیا

☆هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا......(الجمعه2)

یہ ہیں فرائضِ نبوت اور کارِ رسالت

حجج اللہ نے تزکیہءِ نفس کا درس ہم کو کبھی مصائب اور بے کسی کا مرقع بن کر دیا، کبھی جود وسخا کے ذریعے، کبھی اپنے نفس کا سودا کر کے

☆وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاء مَرْضَاتِ اللّٰهِ ...... (بقرہ 207)

حجۃ اللہ کی معرفت کیلئے عرفانِ نفس لازمی ہے اور عرفانِ توحید کیلئے عرفان حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کیونکہ حجج اللہ ہی چمن عرفانِ خداوندی کے مہکتے ہوئے پھول ہیں

یہی مقصد تبلیغ ہونا چاہیے اور یہی دعوت اسلامی کی منزل شائع کی جا رہی ہے

میں دعا گو ہوں بارگاہِ احدیت میں کہ بصدقہ چہاردہ معصومین علیہم السلام وہ السید مخدوم محمد جعفرؑ الزمان نقوی کی سعی کو موفق فرمائے ......آمین ثم آمین

سید ارتضٰی حسین نقوی

ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نیویارک

............☆☆............

قطعات

جنونِ عشق کی زد میں ہے مہرِ ضبط و سکوت
خبر کرو ذرا فتوے لگانے والوں کو
مزاجِ دار و رسن منتظر ہے مدت سے
میرا پتہ ہی بتا دو زمانے والوں کو

رشید و میثم و بوذر کا ہم زباں میں ہوں
درونِ ذات میں سلماں کے راز رکھتا ہوں
مجھے ہے کیونکہ معارف میں عجز کا اقرار
مزاجِ سلم جبینِ نیاز رکھتا ہوں

نوٹ...... یہاں جناب رشید ہجری، جناب میثم تمار، جناب ابوذر غفاری اور جناب سلمان محمدی کا ذکر کیا گیا ہے

میں ایک قطرہ ہوں امواج میں فنا ہو کر
سمندروں میں ہوں جویندہِ رموزِ حیات
مجھے توقعِ تعزیر اپنے جرم سے ہے
کہ دے رہا ہوں تغیر زدوں میں بانگ ثبات

میری زباں ہے سزاوارِ خنجر برآں
کہ اس کی نوک سے ٹپکے ہیں راز ہائے خفی
کہ اہلیان قبا پوش کی حکومت میں
میں بیچتا ہوں مئے ناب کی جواں مستی

قصاص لو کہ ہوں میں قتلِ کفر کا مجرم
کہ معرفت کو سکھاتا ہوں سرکشی کرنا
محبتوں کے مچلتے ہوئے سمندر میں
سکھا رہا ہوں خرد کو میں خود کشی کرنا

میں بابِ عشق پہ عقلوں کے سر جھکاتا ہوں
جنوں کی عزم کشاکش سے مانگ بھرتا ہوں
میں عقل و ہوش سے جعفرؔ خموش رہتا ہوں
جنون و عالمِ مستی میں بات کرتا ہوں

............☆☆............

از حجۃ الاسلام مولانا عابد حسین نجفی صاحب الزمانی

مدیر ادارہ صاحب الزمان ......لکھنو......انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی جعلنا من الموالین بولایة مولانا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیه الصلوات والسلام و الحمد لله الذی جعلنا من العاشقین و الناصرین و المنتظرین لمولانا صاحب العصر والزمان عجل الله تعالیٰ له الفرج و جعلنا من اعوانهٖ وانصارهٖ والصلوٰة والسلام علی رسول الثقلین جد الحسنؑ و الحسینؑ ابی قاسم محمد صلی الله علیه وآله وسلم وآله الطیبین الطاهرین المعصومین المظلومین الذین اذهب الله عنهم الرجس و طهرهم تطهیراً لاسیما مولانا و سیدنا صاحب العصر والزمان عجل الله فرجه الشریف روحی وارواح العالمین له الفداء ولعنة الله علی اعداهم اجمعین من یوم عداوتهم الیٰ قیام یوم الدین...... امابعد

میں نے کتاب عرفان حجتؑ کو بغور پڑھنے کا شرف حاصل کیا اس کی تعریف لکھنا میرے بس سے باہر ہے کیونکہ اس کتاب میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کیلئے ایسی ایسی احادیث لکھی ہیں اور ایسے دلائل تحریر فرمائے ہیں کہ جس کی ضرورت تھی اور اس پر تنقید وتبصرہ سوائے ناصبی یا خارجی یا جسے امامِ عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی تلوار ذوالفقار کی خوراک بننا ہو یا جسے اپنے آپ کو قاتلین اہل بیت علیہم الصلوات والسلام میں شمار کرانا ہو ان

کے سوا کوئی نہیں کر سکتا

خداوند عالم مومنین کو منتقم آلِ محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کی معرفت کا شرف بخشے اور مولف کتاب ہذا حبیب المنتظرین جناب السید مخدوم محمد جعفرؒ الزمان نقوی کو اللہ نصرت حضرت بقیہ اللہ اعظم صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کا شرف عظیم عطا فرمائے ......آمین

فقط خادم العلماء المنتظرین

شیخ عابد حسین نجفی

............☆☆............

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆الحمد لله الذی لم یتخذو و لداً و لم یکن لهٗ شریك فی الملك ولم یكن لهٗ ولی من الذل و کبره تکبیرا والصلوات و السلام علیٰ انوار التی خلقهم من نور اخترعهٗ من عظمتهٖ و جلالهٖ و هویت الذی برامنه

اما بعد ...... ایک مدت سے میدانِ خطابت علم و بیان کی قد آور شخصیات کی قلت پر شکوہ سنج ہے۔ پھر یہ بھی ہماری بدقسمتی ہے کہ جو شخصیات فنِ خطابت میں یدطولی رکھتے تھے ان کے افکار محفوظ نہیں ہیں۔ بھلا ہو ٹیپ ریکارڈر ایجاد کرنے والوں کا کہ اس نے کچھ نہ کچھ آوازوں کو ہوا میں تحلیل ہونے سے بچا لیا ہے مگر پھر بھی نہ ہونے کے برابر۔

سب سے اول مجالس کو طباعت میں علامہ سید سبطین سرسویؒ نے ملبس کیا ہے، انہوں نے شیخ عبدالعلی ہروی طہرانی کی مجالس پر مبنی ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا ''مواعظِ حسنہ'' ...... ان کے بعد اہلِ قلم حضرات نے اس رخ پر سوچنا شروع کر دیا مگر اس میدان میں بہت کم کام ہوا ہے

قبلہ سید اظہر حسین زیدی صاحب مرحوم اور جناب علامہ رشید ترابی صاحب مرحوم کی قد آور شخصیتوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے کتابچے کچھ جچتے نہیں۔

ان کے افکار و بیان کیلئے بحار الانوار جیسی کتابیں موزوں تھیں اور پھر علامہ کفایت حسین صاحب جیسے جید عالم کی چند تقاریر شائع کروانا اور اتنی مختصر تقاریر کہ دو گھنٹے کی

تفصیلی تقریر کا دس منٹ کا خلاصہ قطعاً شایان شان نہیں۔ مگر اب وقت بیت چکا ہے اور علمی شخصیات آہستہ آہستہ مفقود ہوتی جارہی ہیں۔ ناقص العباد مقررین منبروں پر شعلہ بیانیاں دکھارہے ہیں

نہ علم، نہ تحقیق، نہ قوتِ بیان، نہ ذوقِ تعمق، نہ جذبِ تبلیغ، نہ طاقتِ استنباط، نہ ادراکِ استخراج، نہ تفہیم بلاغت، نہ قواعد فصاحت ......بس عوام کے سامنے پٹرول مزاج تقریر جھاڑ کر تخریب کو ہوا دیتے ہیں جس سے عوام کا مزاج بھی تخریب کاری کی طرف مائل ہوتا جارہا ہے۔ سٹیج کا مزاج بدل چکا ہے۔ پر مغز تقاریر، مدلل بیان پر مبنی کلام اور پر از معرفت گفتگو سے آہستہ آہستہ ہٹایا جارہا ہے۔

کچھ مقررین صرف فلاورا سٹائل تقاریر میں شوکتِ لفظی پر داد حاصل کرتے ہیں۔ کچھ گالی گلوچ سے داد لیتے ہیں۔ کیا آل محمد علیہم الصلوات والسلام کے فضائل ختم ہو چکے ہیں کہ ہم گالیاں دے کر عوام کو اچھالنے کی کوشش کرتے ہیں

رعایاتِ لفظی تو وہ نسخہ ہے جس سے بڑے بڑے مقررین نے نام پیدا کیا ہے کسی نے اگر اقلیت کہا تو انہیں کہا کہ تم خود کو بے شمار کہہ رہے ہو، کسی نے ولا کو شرابِ ولایت کہہ کر اسی سے رعایت لیتے ہوئے ولایتی شراب کہہ کر داد لی۔ کسی نے چٹکلے بازی، ہلکی پھلکی تنقید کر کے چھپے نشتر لگا کر عوام کو اچھالا مگر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تین گھنٹے تقریر سنو جب امام بارگاہ سے باہر آ کر سوچو گے کہ کیا کسی عالم نے میرا کوئی ایسا مسئلہ بھی حل کیا ہے کہ جو مجھ سے حل نہ ہو سکا تھا تو جواب نفی میں ہوگا۔ بلکہ کسی کی تقریر کا ایک لفظ تک یاد نہ ہوگا، یہ رنگ آمیزیاں کر کے داد لینا سراسر بیداد ہے

چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے مسلک کے حدود اربعہ کی حفاظت کی جاتی، عوام کے پاس کتب

بنی کا وقت کم ہوتا ہے۔علماء ومقررین کتب کا مطالعہ کریں تو تاریخ پر ریسرچ کریں اور ہر تقریر ان کی ریسرچ کا ایک مقالہ ہو جسے عوام کے سامنے پیش کر کے اپنی سعئ شاقہ کی داد لی جاتی ۔اب تو الجھنیں بڑھائی جارہی ہیں اور حقائق کو مبہم کیا جارہا ہے خدا ہمارے نوجوان مقررین کو توفیق عطا فرمائے کہ یہ عوام کو صحیح زاویوں پر لے چلیں اور چکنی چپڑی باتوں کے ساتھ تلخ حقائق سے بھی آگاہ کریں۔فرائض بھی بتائیں عمل کے راستے پر چلنے کی تنبیہ کریں اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے حقوق و فرائض بھی بتائیں

فضائل اور مصائب کی روایات کو درایت، حقیقت، فطرت اور معرفت کی کسوٹی پر پرکھیں اور پھر عوام کے سامنے بیان کریں اندھا دھند کسی بات پر یقین نہ کریں جبکہ وہ معرفت اور حقائق کے خلاف بھی جاتی ہو۔

ہمارے بعض علماء سے روایتی لغزشیں ہوئی ہیں۔ان لغزشوں سے درگزر کرنا چاہیے اور صحیح راستے پر روشنی ڈالنا چاہیے۔ ہمارے علمائے ماسلف نبی و امام تو نہ تھے آخر انسان سے غلطی ہو جاتی ہے اسے نشانہ ءِ تنقید بنانا مناسب نہیں ہے

ایک مدت سے میری یہ خواہش تھی کہ میں کچھ ایسی مجالس پیش کروں جن سے مقررین حضرات اپنے راستوں کا تعین کریں اور ذاکرین اپنے مضامین کی تیاری کریں گویا خطابات کی رہنما کتاب ہو مگر میں اپنی گوناگوں مصروفیات سے فارغ نہ ہو سکا

میں نے ایک دن اپنے استاذی المکرّم جناب شہزادہ محمد جعفرؑ الزمان نقوی البخاری صاحب سے گذارش کی کہ آپ اپنی مجالس کی کیسٹس دیں تاکہ میں انہیں سپرد قلم کروں اور عوام کے سامنے پیش کروں۔کافی تلاش کے بعد ان کے ایک عشرہ محرم کا

سیٹ مجھے میسر آیا جسے میں نے اپنے ضروریات پر پورا اترتا پایا اور اسی کو غنیمت سمجھ کر کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔

استاذی المکرّم سے کتاب شائع کرنے کی اجازت لی اور تعارف کیلئے انٹرویو لینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے فرمایا ''عزیزی عطر وہ نہیں ہوتا جو محتاجِ مناطقہِ عطار ہو، میرا تعارف میرا نام ہے، میری ذات ہے، آیت اللہ، حجۃ الاسلام، مولانا اور علامہ جیسے القاب مجھے اچھے نہیں لگتے، میرا سیدھا سادا نام لکھ دو اور بس۔ کسی لمبے چوڑے تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ مقصد تو یہ ہے کہ حقائق پہنچ جائیں اور وہ بغیر القاب کے بھی پہنچ سکتے ہیں مجھے ایڈورٹائزمنٹ کی ضرورت نہیں ہے۔

ان کی تقاریر میں ہر بات پر کتب کے حوالے دیئے جاتے ہیں میں نے مناسب یہ سمجھا کہ تقاریر میں کتب کے حوالے لکھنے کی بجائے آخری صفحات پر ان کتب کے نام لکھ دوں جن کے حوالے استاذی المکرّم نے دیئے ہیں اس سے تاریخ کے طلبہ محروم بھی نہ رہیں گے اور ربطِ کلام کسی الجھن کا شکار بھی نہ ہو گا لیکن کہیں کہیں جہاں انتہائی ضروری سمجھا وہاں حوالہ جات ضرور تحریر کیئے گئے ہیں۔

آخر میں بارگاہِ امامِ زمانہ میں دعا گو ہوں کہ میری اس پہلی سعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں

خاکپائے اہلبیت

سید محمد شیراز منتظری

باب اول

تاریخ ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۹۶ ہجری

اَلحُجَّةُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

اما بعده فقد قال الله تبارك و تعالیٰ فی کتابہٖ المحکم

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاء لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِيْنَ(انعام149)

محترم قارئین !

میرا عنوان ہے حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف لیکن سب سے اول یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مقامِ حجت کیا ہے؟ اس کے بعد آخری حجت تک موضوع کو لائیں گے

دیکھئے قارئین ! تبیَاناً لِّکُلِ شَیءٍ کی مصداق کتاب میں لفظ حجت کو سما کے ہم عدد رکھا گیا ہے یعنی آسمان بھی سات ہیں اور لفظ حجت کو قرآن میں سات مرتبہ لایا گیا ہے۔ حجت کی دو حالتیں ہیں۔

ایک ہے حجت داحضة اور دوسری ہے حجت بالغة

یعنی حجت حق اور حجت باطل۔ حجت حق بھی دو طرح سے ہے۔

نمبر 1 ...... حجت عقلی اصطلاحی

نمبر 2 ...... حجت وجودی حقیقی

اب ذرا حجت باطل کو دیکھتے چلیں ...... تفصیلا لکل شیی کی مصداق کتاب میں حجت باطل کی اس طرح وضاحت ہے کہ یہ حجت عقلی اصطلاحی ہے۔

حجت کے معنی ہیں دلیل یا (Arguments) یا جو منزل کا راستہ دکھائے۔

اگر منزل عقلی ہے، روحانی ہے، حق بات کو منزل بنایا جائے تو دلائل عقلی کو اپیل کریں وہ حجت عقلی ہیں اصطلاحی ہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ صرف حق ہی منزل ہو باطل بھی تو ایک منزل ہے۔ یعنی گمراہ کرنے کیلئے جو دلائل پیش کئے جائیں اور منزل کفر تک پہنچا دیں۔ ان کا نام بھی حجت ہے مگر حجت باطل

عقلی اصطلاحی حجتوں (حجج) کی دونوں اقسام کا اللہ نے ذکر کیا ہے۔ مثلاً کفار کے گمراہ کن دلائل پر اللہ نے مومنین سے فرمایا۔ ان کو سمجھو۔ سورہ بقرہ جو قرآن کا دوسرا سورہ ہے۔ اس میں ارشاد ہے

☆لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيكُم حُجّةُ (البقرہ 149)

ترجمہ ...... تم پر ان کی حجت باطل محکم نہیں ہونا چاہیے

اور جو دلائل اہل حق دین حق کی سچائی کیلئے پیش کرتے ہیں یہ ہے حجت عقلی اصطلاحی

اب دوسری قسم ہے حجت وجودی حقیقی۔ وہ حجت اس وجود کا نام ہے کہ جسے دیکھ لینا ہی حق و باطل کا فیصلہ ہو۔ مثلاً ابلیس، ابوجہل، فرعون، اصنامِ قریش کہ ان کا وجود ہی باطل کی واضح دلیل ہے ان کا جسم ہی عین حجت باطل ہے

کیونکہ باطل بھی باطل بن کر گمراہ نہیں کرتا ہمیشہ خود کو حق کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ ان شخصیات نے ایسا خود کو حق میں کیموفلاج کیا کہ ملکوت درس لیں اور عبادات سے قدسی شرمائیں۔ دوسرے صاحب تو علمبردار دین ابراہیم، کعبہ کے مسلط شدہ اوقاف کے خلیفے، تو اسی طرح بڑے بڑے بزرگوں کو کیموفلاج ہوتے دیکھتے جائیں تو گویا یہ باطل کی حجت وجودی حقیقی ہے۔ اس لئے سورہ شوریٰ میں اللہ نے فرمایا ہے۔ یہ بیالیسواں سورہ ہے

☆حُجَّتُهُمۡ دَاحِضَةٌ عِندَ رَبِّهِمۡ وَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ وَلَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيدٌ(شورہ16)

ترجمہ: جو اللہ سے مخاصمہ رکھتے ہیں، توحید کے بارے میں الجھتے ہیں، خود ان کی حجت وجودی ہی گمراہ ہے۔ ہاں ان پر غضب نازل ہوگا اور انہی کیلئے عذاب شدید ہے۔

گویا قرآن معجز بیاں نے کفار کی حجت وجودی وحقیقی کو حجت داحصہ کا نام دیا ہے

محترم قارئین!

آپ کے اذہان پر میں نے اتنا دباؤ صرف اس لئے دیا ہے کہ میری آئندہ مجالس آپ کی سمجھ میں آتی رہیں۔ اس تمہیدی مجلس میں تو آپ کے فہم و ادراک کی جمناسٹک ہونا تھی تو لیجئے حضرات گرامی اپنے اصل موضوع پر آ جائیں کہ حق کی حجت وجودی وحقیقی کون سے افرادِ طاہرہ وانوار ساطعہ ہیں۔

یہ وہ ذوات ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ اے رسول کائنات صلی اللہ علیک وآلک وسلم آپ امت سے فرمادیں کہ اللہ کے پاس حجت بالغہ ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کی اس حجت بالغہ سے ہدایت کر دیتا

☆قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاء لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِيْنَ (الانعام 149)
یہی آیت میں نے عنوان کے طور پر پڑھی تھی۔ یہ سورہ انعام سے ہے جو چھٹا سورہ ہے۔اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اللہ کی حجت بالغہ کون سی شخصیات ہیں؟
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ان کو کیسے پہچانیں؟۔آپ ذرا میرے ساتھ چلیں تاجدارِ انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا معلم انسانیت کون ہوسکتا ہے ذرا ان کی بارگاہِ رفعت مآب میں عرض ہی کرتے چلیں کہ آقا آپ نے کلّی کرنے اور مسواک تک کے آداب بتائے ہیں ذرا یہ بھی کرم فرما دیں اور بتا دیں کہ اللہ کی حجت بالغہ کون سی ہستی ہے۔
ارشاد ہوا، ارے یہ بھی کوئی مشکل کام ہے۔ حجت پر سوال کرلو اور پہچان لو۔
میں عرض کرتا ہوں کہ آقا سوال کرنا مشکل نہیں مگر سوال سے پہچان کا کیا تعلق ہے۔مسکرا کر فرماتے ہیں تم میری بات سنو
☆الحجۃ من لایقول لا ادری
تم حجت پر سوال کرو اور اگر کسی سوال پر وہ رک جائے یا تھوڑی دیر تامل کرے یا یہ کہے کہ مجھے سوچنے کا وقت چاہئے۔ یا یہ کہے کہ ٹھہریں میں ذرا بیٹی سے پوچھ لوں تو وہ حجت نہیں ...... جو ہر سوال کا فوراً جواب دے وہی تو حجت ہے
مقام نبیؐ اور مقام حجتؑ میں ایک اہم فرق ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ نطق نبی مرہونِ وحی ہوتا ہے یعنی ☆وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى () إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (النجم 3) کا مصداق ہوتا ہے۔ جب تک وحی نہ ہو نبی بولتا ہی نہیں کسی نبی سے سوال کریں اور وہ سوال کا جواب فوراً دے دے اور وحی کا انتظار نہ کرے تو

وہ نبی نبی نہیں اور جو کسی سوال کا فوراً جواب نہ دے وہ حجت نہیں۔ کہنے والے درآمد کردہ عقائد کے علمبردار بن کر کہتے ہیں کہ علم غیب اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ احمق ذرا حجت خدا سے غیب کے سوالات کر کے دیکھیں جواب نہ دیں تو حجت نام نہیں۔

حجت بالغہ تو وہ ہوسکتا ہے کہ جو سوالات کو دلوں کی تہہ میں کروٹیں بدلتا دیکھ کر یا سوالات کو اذہان میں عدم سے وجود میں آتا دیکھ کر لاکھوں کے سامنے برسر منبر اعلان کرے

☆سلونی سلونی عما بدالکم

☆سلونی سلونی عما شئتم

☆سلونی سلونی قبل ان تفقدونی عمادون العرش

فانی اعلم بطرق السماء من طرق الارض

پوچھو پوچھو چاہے جس چیز کا پوچھنا ہو

یہ بھی پوچھ لو کہ عرش کے اس پار کیا ہے؟ کیونکہ میں زمینوں سے آسمانوں کے راستوں سے بہتر واقف ہوں ...... میں عرض کروں گا کہ مولا تمہاری اپنی قسمت تمہارا اپنا نصیب ......آپ کیا بتانا چاہتے ہیں اور پوچھنے والے احمق سوال کرتے ہیں کہ اس کھجور پر کتنے دانے ہیں؟ کوئی پوچھتا ہے داڑھی کے بال کتنے ہیں؟، مولا تمہیں ایسے احمقوں سے سابقہ پڑا کہ جنہیں سوال کرنے کی صلاحیت تک نہ تھی، داڑھی کو دین وایمان سمجھنے والے اس کا نہ پوچھیں تو اور کیا پوچھیں

مالکِ منبر سلونی ایک دن عالم وجد میں فرما رہے ہیں کہ جو چاہو پوچھو آسمان کا

پوچھو، زمینوں کا پوچھو، آج تم جو بھی پوچھو۔ اب پوچھنے والا علم غیب کا سوال کر دیتا ہے اور امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام خاموشی اختیار کریں تو یہ اللہ کے نمائندے کی توہین نہیں بلکہ عین اللہ کی ہے کہ اس نے ایسا نمائندہ بھیجا جو دعویٰ تو دھڑا دھڑ کرتا ہے اور جواب ایک کا نہیں دیتا۔ اس طرح اللہ کی حجت بالغہ نے برسرِ منبر فرمانا شروع کیا

☆نحن كلمة التقوىٰ والمثل الاعلىٰ و الحجة العظمىٰ

مجھ سے پوچھو کہ آسمانوں کے راستوں کا میں زمینوں سے زیادہ واقف ہوں۔

ایک شخص آ کر کھڑا ہوا اور عرض کی حضور ہمارے نظامِ کو بکی گلیکسی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں

فرمایا ہاں پوچھو نہ اسی طرح کے سوالات کرو کہ جواب میں مزا آ جائے جتنا مشکل سوال ہو گا مشکل کشا کو مزا آ جائے گا

فرمایا سنو!

اس دنیا میں کروڑوں نظام شمسی ہیں اور ان میں تمہاری زمین جیسی زمینیں بھی ہیں۔ ان میں مخلوقات بھی تمہاری طرح آباد ہیں۔

☆فيهم مدائن كمدين ارضكم

اس میں شہر بھی آباد ہیں جیسے تمہارے شہر آباد ہیں۔ اس نے عرض کی آقا وہاں حجت خدا کون ہے؟

سینے پہ ہاتھ مار کے فرمایا ''نہیں سمجھے''

☆نحن حجة الله عليهم ...... ان میں بھی حجت اللہ ہم ہیں۔ جب حجت خدا

خود کو کئی مقامات پر حاضر و ناظر کہہ رہے ہیں پھر تمہیں کیوں انکار ہے؟

مومن بھائی کی زبان پر شک کرنا ایمان سے خارج ہونے کے برابر ہے اور امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام کے فرمان پر شک کرنے والا کون ہے؟ ایک نکتہ اس میں اور بھی ہے ''نحن'' جمع کا صیغہ ہے کہ ہم سبھی آسمانی مخلوق کی حجت ہیں۔ میں تنہا نہیں چودہ کے چودہ ہر وقت ہر مقام پر حجت ہیں۔ اب ذرا باب مدینۃ العلم پر دستک دے کر عرض کرتا چلوں۔ آقا تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجت بالغہ کی کچھ نہ کچھ پہچان تو بتائی ہے...... آپ مفسرِ نقط سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں آپ بھی کوئی پہچان بتائیں جس سے عرفان حجت کا حصول ہو۔

مسکرا کر فرماتے ہیں دیکھو یہ بھی کوئی مشکل ہے یہی فارمولا ذہن نشین کر لو۔ کبھی اشتباہ کا شکار نہ ہو گے...... ویسے حجت کا مقام عقولِ انسان سے ماوریٰ ہے بس اتنا یاد کر لو کہ

☆ اَلحُجَّةُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے کہ مخلوق سے پہلے ہو اور خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے۔ یعنی ابھی خلق خلق ہی نہ ہوئی ہو، پیدا ہی نہ ہوئی ہو اور وجود حجت ضروری ہے۔ خلق کی معیت میں جو نور رہے وہ ہے حجت اور خلق فنا ہو جائے اور جو باقی رہے اسی نور کا نام ہے حجت۔

☆کلام الامام والامام الکلام...... کہ امام کا کلام کلاموں کا امام ہوتا ہے

قول امام کی تعریف ہی یہی ہے کہ اتنا جامع ہو کہ ہر پہلو سے مکمل بھی ہو اور مختصر بھی اب تَبیَاناً لِّکُلِ شَی کی مصداق کتاب سے پوچھ لیتے ہیں کہ ''خلق'' کسے کہتے

ہیں۔ دائرہ خلق میں کیا کیا آتا ہے؟ جب دائرہ خلق میں آنے والی چیزیں معلوم ہو جائیں گی تو پھر حجت کو ان سے قبل ان کے ساتھ اور ان کے بعد ماننا ہی عرفان حجت ہو گا......
آواز آئی ہے۔ سورہ ص جو اڑتیسواں 38 سورہ ہے ذات صمد و بے نیاز فرماتا ہے
☆إِنِّی خَالِقٌ بَشَراً مِن طِیْنٍ (ص71)
کہ میں نے بشر کو مٹی سے خلق فرمایا ہے یعنی ابوالبشر اللہ کی تخلیق ہے اور نور حجت ہے ہر تخلیق سے قبل☆الحجة قبل الخلق
تو ثابت ہوا جو آدم سے بھی قبل موجود تھا وہی تو نور حجت ہے۔ میں عرض کرتا ہوں اے کلام الٰہی اے میرے خالق کے نطق جاوید! یہ بھی کوئی بات ہوئی آدم سے قبل تو مٹی بھی تھی جس سے آدم خلق ہوئے۔ آواز آئی ہے۔ ذرا تاجدار مدینہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان دیکھ شاید کچھ سمجھ آ جائے
☆کنت نبیاً و آدم بین الماءِ والطین
آدم ابھی مرحلہءِ آب و گل میں تھا کہ میں نبی تھا۔ میں نے عرض کی بجا ہے مگر آپ نے تو اپنے ساتھ آب و گل کے وجود کا اعتراف بھی تو کیا ہے آواز آتی ہے دیوانے یہ کیا رٹ لگا رکھی ہے۔ نبی کے معنی جانتے ہو کیا ہیں؟ عرض کی نہیں جانتا آواز آئی ''نبی'' مشتق ہے ''نبا'' سے۔ نبی کے معنی ہیں غیب کی خبر دینے والا یہ اسم فاعل ہے خبر دینے والا تب ہوتا ہے جب کوئی لینے والا ہو۔ فاعل تب ہوتا ہے کہ فعل کا صدور ہو اور فعل کا صدور تب ہوتا ہے جب مفعول ہو۔ اب نبی خبر دینے والا ہے کوئی لینے والا تو ہو گا۔ ابوالبشر مٹی اور پانی میں تھا اور یہ نبی تھے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ عالم انوار کو غیب مطلق سے آگاہ کیا کرتے تھے یہ نبی تھے اور عالم

انوار ان کی امت تھی۔

اور اسی لئے نائب نے اپنے منصب کے دعویٰ کی تجدید فرمائی کہ

☆کنت ولیاً وادم بین الماء والطین کہ میں بھی ولیؑ تھا۔ جب آدم لمحات آب وگل میں تھا۔ جو تخلیق ابوالبشر سے قبل ہو وہی تو حجت ہے

اسمگل شدہ عقائد کہتے ہیں کہ یہ بشر ہیں۔ بھلا ابوالبشر سے جو قبل ہو بشریت کی بنیاد پڑنے سے جو پہلے موجود ہو وہ بشر کیسے ہوسکتا ہے؟الحجۃ قبل الخلق۔

میں نے عرض کی خالق تیرے کلام نے مجھے باقی جہات سے تو مطمئن کر دیا اور ایک بات میں مزید الجھا دیا ہے کہ صرف آب وگل ہی نہیں آدم سے قبل ان کی ایک امت بھی موجود تھی گویا آسمانوں پہ ان کی بعثت ملکوت میں ہوئی یا عالم جبروت میں۔ بہرحال ایک جماعت کا وجود ثابت ہو رہا ہے کیا ساری جماعت حجت ہے؟

آواز آئی چلوتم آسمانوں کی بات کرتے ہو تو سن لو سورہ ھود جو گیارھواں سورہ ہے

☆وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِیْ سِتَّةِ أَيَّامٍ (ھود7)

ترجمہ...... اللہ نے آسمانوں کو چھ دن میں خلق فرمایا

زمینیں اور آسمان تو خود خلق ہے اور حجت کی تعریف یہ ہے کہ خلق سے قبل ہے حجت

ذرا جامع بصرہ میں حجت اللہ کے فقرے دیکھو

☆انا دحوت ارضھا و ضحیت شمسھا و اطلِعَت قمرھا و بضبط نجومھا

زمینوں کا فرش بچھانے والا میں ہوں۔ سورج کو ضیا باریاں عطا کرنے والا میں

ہوں، چاندکو چاندنی کی بھیک دینے والا میں ہوں۔ستاروں اور سیاروں کو اپنے مستقر (محور) پہ قائم کرنے والا میں ہوں۔

گویا حجت ہے ہی وہی کہ جو مادہ ءِ کائنات کی تخلیق سے قبل ہو

الحجت قبل الخلق معیارِفکر کو ذرا اور بلند کریں۔قرآن کریم میں لفظ خلق اپنے جملہ اشتقاقات کے ساتھ کم وبیش تقریباً 247 مرتبہ استعمال ہوا ہے حافظے سے کام لے رہا ہوں

چند قدم آگے چلیں۔سورہ ملک پارہ ۲۹ کو دیکھئے یہ قرآن کا ستاسٹھواں سورہ ہے

☆تَبَارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ() الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً (ملك1)

ترجمہ......کیسی برکت والی ہے وہ ذات واجب کہ جس کے ید باسطہ میں پوری کائنات ہے کہ وہ ہر شے پر قدرت کاملہ رکھتا ہے اور اس نے موت کو خلق فرمایا اور زندگی کو بھی خلق فرمایا کہ تمہارا امتحان ہو جائے کہ تم میں سے نیک اعمال خوبصورت اعمال کس کے ہیں۔

یہاں زندگی پر بھی لفظ خلق وارد ہوا ہے اور موت کیلیئے بھی لفظ خلق استعمال ہوا ہے یعنی ابھی زندگی زندگی نہ ہو، موت موت نہ ہو اور جو ذاتِ واجب بالغیر موجود ہو اس کو حجت بالغہ کہتے ہیں۔یہی وجہ تھی کہ تاجدار انبیاصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا

☆اول ما خلق الله نوری اللہ نے سب سے اول میرے نور کو پیدا کیا ہے

یہی تو وہ نور حجت الاصل ہے جو ہر چیز سے قبل ہے۔ ہاں یاد رہے کہ یہ ایک نور ہے۔اگر مظاہر متعدد نظر آئیں تو مشتبہ نظروں سے نہ دیکھیں۔

ایک ہوتو☆اول ما خلق الله نوری کا مصداق ہے۔دو ہوں توانا و علیؑ من نور واحد کا اعلان کر کے دوئی کا تصور معدوم کرتا ہے۔ جہاں مظاہر چودہ ہوں تو یہ نور اپنی وحدت کا اس طرح اعلان کرتا ہے کہ

☆اولنا محمدؐ و اوسطنا محمدؐ و آخرنا محمدؐ و کلنا محمدؐ

کہ دیکھو مختلف آئینوں میں سراپا کا بٹ جانا وحدتِ ذات کے منافی نہیں ہے بس وحدت میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔

مرحلہ فکر یہ ہے کہ ابھی زندگی پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی موت پیدا ہوئی ، زندگی عدم سے وجود میں نہیں آئی اور نورِ حجت موجود تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو زندگی اس وقت نور کو حاصل تھی وہ کیسی تھی ؟

کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہ زندگی کیسی تھی مگر اتنا تو ماننا پڑے گا کہ وہ زندگی جیسی بھی تھی ہم سے مختلف تھی ۔ کیونکہ ہماری زندگی تو خلق ہی نہیں ہوئی تھی یعنی جیسی بھی ان کی زندگی تھی ہم جیسی نہ تھی ، جب ان کی زندگی ہم جیسی نہ تھی تو وہ کیسے ہم جیسے ہو سکتے ہیں ۔نجدی موسمیاتی ہواؤں کے پروردہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ وہ ہم جیسے ہیں ۔

ابی الحدید معتزلی لکھتا ہے کہ اللہ کی لسانِ صادقہ برسر منبر اعلانِ سلونی میں مصروف تھی کہ ایک شخص نے عرض کی آقا ایک سوال ہے جس سے ہم چکرا گئے ہیں ۔فرمایا ایسی مشکل درپیش تھی تو درِ مشکل کشا پہ آ جاتے ، یہاں تو بڑے بڑوں نے سر جھکا کر کہا ہے۔

لولا علی علیہ الصلوات والسلام **لھلك** ، اگر علی علیہ الصلوات والسلام نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا

عرض کی آقا سورہ ملک میں ہے خلق الموت و الحیوٰۃ زندگی اور موت دونوں

مخلوق ہیں اور حدیث قدسی میں ہے کہ مخلوقِ اول نور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے
☆اول ما خلق الله نوری ۔ سب سے اول نور سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق ہوا تو وہ نور
زندہ نہ تھا؟ فرمایا زندہ تھا......عرض کی اگر زندہ تھا تو اس کی زندگی کیسی تھی؟
فرمایا تو نے بہت اچھا سوال کیا ہے اگر یہ سوال کائنات کے علماء کے سامنے کرتا تو
سر بہ گریباں رہتے ۔ تو سن! جس طرح قبل از تخلیق حیات خدا حیٔ قیوم تھا اسی
طرح نور سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حیٔ و قیوم تھا ۔ زندگی کے بغیر اگر خلق زندہ رہ سکتی ہے
تو نورِ خالق کا زندہ رہنا کیا بعید از عقل ہے؟ عرض کی آقا کیا یہ نور شریک نورِ الٰہی
ہے ۔ کیا ان میں فرق نہیں ہے؟
فرمایا فرق تھا اور نمایاں فرق تھا کہ اللہ کا نور نور خالق تھا اور سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور
نورِ مخلوق تھا ورنہ باقی اوصاف مشترک تھے
آج میری پہلی تقریر تھی اس لئے آج کی تقریر کے نتائج پیش کرتا چلوں ۔
پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے اس کائنات کے نظام کو استوار رکھنے کیلئے
ایک نمائندہ ''حجت'' ہے، حجت کے لغوی معنی ہیں دلیل کے مگر اصطلاحی معنی ہیں
کہ ایسی ذات جس کا ہر فعل اور قول سند ہو یعنی اتھارٹی ہو، پھر جو اس کائنات میں
رب ذوالجلال والاکرام کی نمائندگی کرتا ہے وہ اس کا مظہر کل ہے اور مظہر کل کو
صفاتِ اِلٰہیہ میں سے ہر صفت کا مظہر ہونا چاہئے اور یہاں حجت اللہ فی الکائنات
جو ذوات ہیں وہ اللہ جل جلالہ کی مکمل نمائندگی فرماتے ہیں اور اللہ کی صفات میں
سے ایک صفت ہے ''الاول'' کیونکہ ارشاد ہے ھوالاول کہ سب سے قدیم اور
اول ہے وہ ذات کہ جو واجب بالذات ہے اور اس کی مظہریت کا ایک شعبہ ہے

اولیت تو حجت اللہ جو ہوگا وہ بعد از خدائے بزرگ و برتر اول المخلوقات ہوگا، اول العابدین ہوگا، نور اول ہوگا، بعد از ذات باری اس کی اولیت عقلی ونصی و منطقی ثابت ہے۔ جب اولیت ثابت ہے تو اس کا مقام و مرتبہ بھی کائنات کے کمالات کے نقطہءِ انتہا سے ابتدا پذیر ہوگا اور علوم کائنات کا سرچشمہ ومنبع ومبدہ وہی قرار پائے گا۔ اور جب حجت اللہ کا وجودِ اول قرار پائے گا تو یہ بھی ثابت ہوگا کہ اس نے جو کچھ حاصل کیا ہے اللہ سے بلا واسطہ و وسیلہ وسبب حاصل کیا ہے۔ اس کا حصول علم وقدرت وکمالِ عرفان واختیار بلا واسطہ و وسیلہ ہے۔ اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے تو پھر وسائل اور وسائط کا وجود ان سے مقدم ہوگا۔ اس طرح اول ما خلق الله نوری کی تکذیب لازم ہوتی ہے۔ جو حدیث قدسی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ نور اول نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام تک واحد کا مصداق ہے اور ان میں سے ہر فرد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کیونکہ نور اول من حیث المراتب وتکوین واحد ہے اور یہ اس کے مختلف رخ ہیں

تو ان باتوں سے نہ تو ان کی وحدتِ نوری میں فرق آتا ہے اور نہ اولیت ذات میں

............☆☆............

باب دوم

﴿حجت آخر عجل الله فرجه الشريف﴾

تاریخ ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۹۶ء ہجری

اَلحُجَّةُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

محترم قارئین!

اس عنوان پر مسلسل تقاریر کا آغاز ہوا ہے کہ حجت اللہ بالغہ کا مقام کیا ہے؟

اس عنوانیہ حدیث کے جز و اول پہ گفتگو جاری ہے کہ حجت وہ ہے کہ ابھی خلق نہ ہو اور وہ موجود ہو۔ یعنی خلق ابھی عزم کن کے لمحہ اول کی طرح صرف ضمیر یزداں میں ہو، خلق لباس تخلیق سے آشنا ہی نہ ہو اور جو نورِ گرامی محفل لا شے کو جگمگا رہا ہو وہی تو حجت ہے

سورہ انعام میں ہے جو قرآن کا چھٹا سورہ ہے

☆لا إِلَـهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ (انعام 102)

ترجمہ: یعنی وہ اللہ ہی نہیں جو ہر شے کا خالق نہ ہو۔ نہیں کوئی سوائے اس خالق کے کہ جس نے ہر شے کو خلق فرمایا۔ اب دیکھئے خالق اسم فاعل ہے یعنی خلق کرنے والا۔

محترم قارئین!

میں آپ کو اپنی منزل کی طرف لئے جا رہا ہوں کہ جس چیز پر چیز کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے، جس شے پر شے کا اطلاق ہوسکتا ہے وہ اللہ ہی کی تخلیق ہے۔ اللہ نے اسے خلق فرمایا ہے اور حجت کی تعریف یہ ہے کہ قبل الخلق ہے ثابت ہوا جب کچھ نہ ہو، لا شیئ ہی لا شیئ ہو، صرف اللہ عز وجل ہو اور کچھ نہ ہو اور جو ان لمحاتِ وحدت میں موجود ہو وہی تو حجت ہے......صلواۃ

قارئین! اب ذرا پھر حدیثِ قدسی کی طرف لوٹ آیئے۔ فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ☆اول ما خلق الله نوری۔ سب سے اول اللہ نے میرا نور اپنے نور سے خلق فرمایا

اب الفاظ یہ ہیں کہ ''خلق فرمایا ہے'' یعنی اللہ نے نورِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فخر موجوداتِ عالم ما کان ویکون کا نور بھی خلق فرمایا ہے۔ اب حجت کی پہچان یہ ہے کہ ☆الحجة قبل الخلق۔ یہ وہ مقام ہے کہ افکار کے دم گھٹنے لگیں، اذہان کی نبضیں ڈوبنے لگیں، شعور کی دھڑکنیں رک جائیں، پر جبرائیل عقول سلگ اٹھیں یہ مسئلہ کون حل کرے گا کہ حجت کا وجود ہے خلق سے قبل، اور نور اول نورِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو دائرۂ خلق میں شامل ہے تو یہاں یہ مطلب اخذ ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی جو پہلے موجود ہو وہی حجت کہلانے کا مستحق ٹھہرے گا۔

ایک دن میں اسی پریشانی اور فکر میں سر بہ زانو تھا، کچھ سمجھ نہ آتا تھا، پریشانی کے عالم میں معرفت اور عقل کی نبضیں ڈول رہی تھیں کہ میری زبان پہ دعائے مقاتل

کا ایک فقرہ جاری ہوا کہ

☆اِلٰهی فَكَمَا فَلَقتَ البَحرلمُوسیٰ علیه السلام ونَجیتَه

یہ فقرہ زبان پر آیا لاشعوری طور پر میرا ہاتھ ایک کتاب کی طرف بڑھا۔ میں نے کتاب اٹھالی۔ یونہی کھولا تو صفحہ 193 کھل گیا۔ کتاب کا نام تھا تفسیر البرہان سامنے☆اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْض کی تفسیر تھی

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوات والسلام کی اس حدیث نے مجھے ازسرِ نو زندگی دی۔ ذہن میں تو ہے نہ ''اول ما خلق الله نوری'' کہ اللہ نے سب سے اول میرا نور خلق فرمایا۔ ادھر ہے الحجة قبل الخلق کہ جس پر بھی خلق کا اطلاق ہوگا حجت اس سے قبل قرار پائے گی۔ تو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ

☆ان الله تبارك و تعالیٰ خلق نور محمد صلی الله علیه وآله وسلم من نور

فرمایا دیکھو اللہ نے نورِ سرور کائنات صلی الله علیه وآله وسلم کو خلق فرمایا ہے نور سے لیکن خلق فرمایا ہے کس نور سے

☆اخترعه من عظمتهٖ و جلالهٖ جسے اس نے اپنے نورِ عظمت سے خلق نہیں جدا فرمایا تھا، اخذ کیا تھا، اختراع کیا تھا، انشاء کیا تھا، ایجاد کیا تھا، خلق نہیں جدا کیا تھا اور وہ بھی نورِ عظمت وجلالت سے

☆و هو نور هو يته الذی براء منه نورِ عظمت وجلالت کی تعریف کیا ہے کہ وہ نور تو اللہ کا ذاتی نور ہے۔ اب مسئلہ سمجھ میں آ گیا کہ پہلے اللہ نے ایک نور کو اپنے ذاتی نور سے جدا کیا اور اس جدا شدہ نور کے مادہ سے خلق فرمایا نورِ اول سروری۔ تو ثابت ہوا کہ اس تخلیق نوری سے قبل جو نورِ عظمت وجلالت کے عنوان

سے ضمیر ذاتِ واجب میں تھا وہ ہی تو حجت ہے ...... اسے مزید واضح کرتا چلوں
اب ذرا لفظ خالق کو بھی دیکھ لیں تا کہ جن حضرات کی شب حیات زانوئے عقلِ
سلیم پہ گزر رہی ہے وہ خوابِ حقائق دیکھ لیں
سورہ حشر جو قران کا انسٹھواں سورہ ہے اس میں ارشاد ہے
☆هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِءُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاء الْحُسْنَى (حشر24)
ترجمہ...... کہ وہی تو اللہ ہے جو خالق ہے، باری ہے، مصور ہے یہ اس کے بہترین
نام ہیں، اسمائے حسنیٰ ہیں۔ اہل لغت نے خالق کے معنی بھی خالق کیلئے ہیں اور
باری کے معنی بھی خالق کیلئے ہیں۔ حالانکہ کسی زبان میں دو الفاظ جملہ جہات سے
ہم معنی نہیں ہوتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ ہے کہ دو الفاظ ایک زبان میں ایسے نہیں
ہوتے جن کے معنی ایک ہوں بلکہ ہم معنی الفاظ میں بھی ضرور فرق ہوتا ہے
محترم قارئین!
لفظ ہے خالق تو اس کے معنی ہیں شے سے شے پیدا کرنے والا اور باری کے معنی
ہیں لا شے سے شے پیدا کرنے والا۔ آپ کو سمجھانے کیلئے مثال پیش کروں کہ
ایک برتن ساز ہے، وہ مٹی سے برتن بناتا ہے گویا اس نے مٹی سے مدد لی اور بنایا
برتن۔ یعنی برتن کا مادہ پہلے موجود تھا اس نے اس سے ایک دوسری شکل وضع کی۔
مادہ کہتے ہیں جس سے مدد لی جائے۔ مادہ موجود تھا جس نے اسے بنا دیا برتن، تو
وہ اپنے برتنوں کا خالق ٹھہرا۔ لیکن باری وہ ہے جو لا شے سے کوئی چیز پیدا کر دے
اب غور کریں کہ اللہ عزوجل کس کا خالق ہے اور کس کا باری ہے اللہ عزوجل
صرف نور چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کا باری ہے اور باقی سب کا خالق ہے۔

نورِ عظمت وجلالت سے جو نورِ اللہ نے خلق فرمایا ہے۔ اس کا وہ خالق ہے اور اسی نور کا دعویٰ ہے۔

☆اول ما خلق الله نوری لیکن نورِ عظمت وجلالت کا خالق نہیں باری ہے یہی وجہ ہے کہ اس نور کے بارے میں قرآن مجید میں سورہ انبیاء میں فرمایا کہ

☆وَمَا أَرۡسَلۡنَاكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِيۡنَ (انبیاء 107)

ترجمہ...... تمہیں عالمین کی رحمت بنا کر ارسال کیا گیا ہے

لفظ ارسال نے ہی بتا دیا ہے کہ یہ موجود تو پہلے تھے مگر بھیجا اب جا رہا ہے

ارسلنا پہ بھی ایک نظر کرتے چلیں کیونکہ قصرِ تعینات ہمیشہ مثال کی سرزمین پر تعمیر ہو سکتا ہے۔ اس لئے ایک مثال پیش کرتا چلوں۔ ارسال کرنے سے ذہن میں ہمیشہ خط کا تصور ابھرتا ہے اسی لئے اس کی مثال دیتا ہوں۔ میں ایک دوست کو خط لکھنا چاہتا ہوں، ارسال کرنا چاہتا ہوں، اب دیکھئے سب سے پہلے خط کا مفہوم میرے ذہن میں مرتب ہوگا، گویا میرا مدعا تصور کا لباس پہنے گا، پھر الفاظ کی قبا میں سمٹ آئے گا، اس کے بعد عبارت کی قامت موزوں میں جلوہ گر ہوگا، پھر تحریر کے حریری نقاب سے رونمائی کرے گا، پھر کاغذ کا مادی پیراہن زیبِ تن کر کے لفافے کی ہیکل کثیف میں آ کر بھی ارسال نہیں ہو سکتا...... پھر جب چاہوں گا ارسال کروں گا یعنی خط اب بھی میرے پاس ہے۔ اتنے مراحل سے گزرنے کے باوجود خط پھر بھی میرے پاس ہے اور تکمیل کے بعد میں جب چاہوں گا ارسال کروں گا۔

بس اسی طرح ذاتِ باری کے علم میں سرورِ کائنات تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور

ابھرا، گویا مفہوم حق علم اِلٰہی میں آیا، پھر اس کا تصور ہوا تو عظمت و جلالت کا نام پایا، پھر اول ما خلق اللہ نوری کی قبا میں سمٹ کر خلوت توحید کا انیس ہوا، اس کے بعد پھر سبز سائے کی شکل میں محوِ طوافِ نورِ ذات ہوا۔ پھر صدرِ مجلس عالم ارواح ہونے کے بعد پھر بھی خالق ہی کے ساتھ رہا اور آخر میں اترا...... اس پر پھر کبھی بحث ہوگی

دیکھئے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ نور اللہ عز وجل کے علم میں تھا؟

کیا یہ نور اللہ تعالٰی کے علم میں نہیں تھا اور بعد میں آیا

اب اگر دوسری صورت کو درست تسلیم کیا جائے تو علمِ اِلٰہی میں تغیر واقع ہوا اور ☆کل متغیر حادث کے تحت حادث ہو جائے گا اور حادث ہوا تو قدیم نہ رہا اور قدیم نہ ہوا تو اللہ نہیں۔ اگر اللہ کے علم میں یہ انوار موجود تھے تو اللہ کا علم قدیم ہوا۔ اور جب سے اللہ تب سے علم تب سے یہ انوار، تو ثابت ہوا جو انوار علمِ اِلٰہی میں موجود تھے وہ قدیم تھے مگر لباس یہ نہ تھا، عنوان یہ نہ تھا بلکہ نورِ ہویت کے عنوان سے یہ انوار ضمیر یزداں میں محوخروش تھے۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ ان کا نور ذات باری کے نور سے مختلف تھا

اللہ کا نور نورِ لازم تھا۔ ان کا نور نورِ ملزوم تھا پھر بھی خالق اور مخلوق کا فرق قائم رہا مگر سب سے قبل تھا اس لئے ☆الحجة قبل الخلق کا مصداق تھا

لیکن ان کی صورت چونکہ ایک نہیں بلکہ ہر دور میں ہر مرحلے میں تغیر پذیر رہی اس لئے تاجدارِ نجف نے اعلان فرمایا

☆فانا نظر فی کل زمان فی صورة ما شاء الرحمٰن

نہج البلاغہ کا خطبہ ہے کہ ہم ہر دور ہر زمانے میں حاضر رہے ہیں مگر ایسی صورتوں میں جن میں ہمارا خالق پسند کرتا ہے۔یعنی عالم ملکوت میں لباس ملکوتی میں، عالم جبروت میں قبائے جبروتی میں، عالم ہاہوت میں پیراہن ہاہوتی میں، عالم لاہوت میں پیکر لاہوتی میں اور جب عالم ناسوت میں آئے تو شکل ناسوتی میں کیونکہ

☆نَحنُ اَسرَار الا لٰهِيَّةِ فی هَيا كِلِ البَشرِيَّةِ

ہم اللہ کے وہ راز ہیں جو بشریت اوڑھ کر آئے ہیں۔اس پر پھر کبھی بحث ہوگی اس موضوع کیلئے علیحدہ سلسلہ کلام کی ضرورت ہے۔

یہاں تو صرف یہی ثابت کیا جارہا ہے کہ☆الحجة قبل الخلق ۔حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہے اور نور حجت کا اللہ باری ہے۔اور باقی سب کا خالق ہے۔

محترم قارئین! سلسلہءِ کلام مسلسل ہے

یہاں لفظ حجت پر بحث ہو رہی ہے اور ''حجت آخر'' پر سیر حاصل گفتگو کرنا چاہتا ہوں اس لئے قبل الخلق کے بعد مع الخلق پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈالتا چلوں تاکہ میں اپنی منزل پر پہنچ سکوں۔حدیث ہے کہ

☆ اَلحُجَّةُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق

حجت وہ ذاتِ اجل ہے جو خلق سے قبل ہے اور خلق کے ساتھ ہے یعنی مخلوق کی معیت میں خلق کا ہونا دلیلِ حجت ہے۔تَبيَانًا لِّكُلِ شَیءٍ کی مصداق کتاب میں لفظ خلق اپنے جملہ اشتقاقات کے ساتھ تقریباً ۲۴۷ مرتبہ استعمال ہوا ہے سبھی کا حوالہ دینا باعثِ طوالت ہوگا سورہ مائدہ میں اللہ عزوجل نے اعلان فرمایا

☆بَل اَنتُم بَشَر مِمَّن خَلَقَ لوگوتم تو اس خالق کی تخلیق ہو جسے اس نے صورت بشر میں خلق فرمایا ہے یہاں پوری انسانیت کو تخلیق بتایا جا رہا ہے۔ ہر انسان ہر فرد مخلوق ہے۔ اور حجت کی شان یہ ہے کہ......الحجۃ مع الخلق کہ حجت کی مخلوق کے ساتھ معیت ہے

دوستو! جو دنیا کے ہر فرد کے ساتھ ہر لمحہ موجود ہو وہی تو حجت ہے

حاضر و ناظر پہ گفتگو کرنے والی زبانیں رطوبتِ انسان سے تہی ہیں کیونکہ انہیں اتنا بھی پتہ نہ چلا کہ جو ہر جگہ ہر وقت ہر شخص کے ساتھ موجود نہیں رہ سکتا حجت ہی نہیں ہے

باشندگان احمقان کہتے ہیں کہ صرف اللہ حاضر و ناظر ہے۔ باقی جو بھی ہیں سب غیر حاضر و ناظر ہیں

محترم قارئین!

میں نے قرآن کو اول سے آخر تک دیکھا ہے۔ ایک ایک آیت کا گہری نظر سے مشاہدہ کیا ہے۔ مجھے تو یہی لفظ'' حاضر'' پورے قرآن میں صرف ایک مرتبہ ملا ہے۔ پورا قرآن دیکھیں صرف سورہ کہف جو اٹھارہواں سورہ ہے پندرہویں پارے میں

ترجمہ......آخرت میں ہر شخص اپنے اعمال کو حاضر پائے گا۔

ذرا اس لفظ کی غربت دیکھیں اور تو اور یہ اعزاز تو خود ذات واجب کو بھی قبول نہیں، مناسک قبلہ اوہام ادا کرنے والوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ اعزاز خدا کو منظور بھی ہے یا نہیں کہ صرف ضد ہی پر عمارت بلند ہو رہی ہے میں نے اللہ عزوجل

کے اسماء حسنٰی میں بھی اسے بہت ڈھونڈا مگر ننانوے اسماء میں یہی لفظ حاضر ہی غائب تھا۔

میرے دوستو! جو نام خود ذات واجب کو پسند نہیں وہ نام ہم اس پر کیوں فٹ کریں جبکہ وہ خود فرما چکا ہے سورہ بنی اسرائیل جو سترہواں سورہ ہے

☆قُلِ ادۡعُواْ اللّهَ أَوِ ادۡعُواْ الرَّحۡمَـنَ أَيّاً مَّا تَدۡعُواْ فَلَهُ الأَسۡمَاء الۡحُسۡنَى

(بنی اسرائیل110)

ترجمہ......فرمایا اے میرے حبیب امت سے فرمادیں مجھے کسی من گھڑت نام سے نہ پکاریں۔بس انہی اسماء سے پکاریں جو میں نے بتا دیئے ہیں۔اس موضوع پر پھر کبھی بات ہوگی کہ حاضر و ناظر کے معنی کیا ہیں۔......

الحجة مع الخلق سے ثابت ہے کہ حجت ہر انسان کے ساتھ ہمہ وقت موجود ہے اگر کسی ایک کے ساتھ اس کا نہ ہونا ثابت ہو تو حجت نہیں ہے۔

اب دیکھئے حقائق کی برقعہ افگنی خود اللہ عزوجل نے کس طرح فرمائی ہے سورہ الحجر جو قرآن کا پندرہواں سورہ ہے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

☆وَالۡجَآنَّ خَلَقۡنَاهُ مِن قَبۡلُ مِن نَّارِ السَّمُوم (حجر27)

آدم سے قبل اللہ نے جنات کو آگ سے خلق فرمایا اور ابلیس انہی کا پسماندہ ہے دیکھئے جنات بھی اللہ کی مخلوق ہیں جو آگ سے خلق ہوئے

آگ کی تعریف کیا ہے کہ یہ اتنی لطیف ہے کہ قائم بالغیر ہوتی ہے۔تب تک نظر نہیں آتی جب تک اپنے غیر سے نہ مل جائے۔آگ کی ذات غیر مرئی ہے لکڑی وغیرہ کے ساتھ مل کر ظاہر ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ جنات ایسی مخلوق ہے جو نظر نہیں آتی

مگر حجت کی تعریف ہے مع الخلق کہ ہر مخلوق کی معیت میں ہو۔
محترم قارئین! عام انسان جنات کو دیکھ نہیں سکتے مگر حجت وہ ہے جو عالم جنات کے ہر جن کی سانسوں کے اتار چڑھاؤ کو انگلیوں پر گن رہا ہے زمین کے جنات ہیں یا انسان جو ہر فرد کے ساتھ ہمہ وقت بجسمہٖ موجود ہے۔ وہی تو حجت ہے۔ بات یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ پوری کائنات پورے عالم امکان کے بارے میں قرآن کا اعلان ہے

☆هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُم مَّا فِیْ الأَرْضِ جَمِیْعاً (بقرہ 29)

کس کس آیت کا حوالہ دوں کہ کہاں کہاں کس کس چیز پر اطلاق خلق ہوتا ہے اور معیت حجت ثابت ہے۔ انسان، جن، ملکوت، کروبیاں بس یوں سمجھ لیجئے کہ جس جس کو اللہ نے خلق فرمایا ہے۔نور حجت اس کے ساتھ ہے اور محیط ہے
محترم قارئین! ایک صاحب جو مرغ تہہِ دام واہام تھے، مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ نے مصابیح خمسہ پہ کبھی غور کیا ہے؟ میں نے عرض کی حضور سورہ لقمان کی آخری آیات کا آپ حوالہ دے رہے ہیں فرمایا ہاں اللہ نے اعلان فرمایا ہے کہ

☆یَعْلَمُ مَا فِیْ الأَرْحَامِ ...... شکم مادر میں بچی ہے یا بچہ کوئی نہیں جانتا صرف اللہ جانتا ہے کیا الحجۃ مع الخلق سے یہ بھی ثابت ہوسکتا ہے

میں نے عرض کی کہ جناب قرآن کریم میں ارشاد قدرت ہے کہ

☆وَلاَ یَحِلُّ لَهُنَّ أَن یَکْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّهُ فِیْ أَرْحَامِهِنَّ (بقرہ228)

عورتوں کیلئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ چھپائیں جو کچھ اللہ نے ان کے ارحام میں خلق فرمایا ہے، یہاں شکم مادر میں بچہ ہے یا بچی اللہ فرماتا ہے میری مخلوق ہے اور حجت

کی پہچان یہ ہے کہ ہر مخلوق کے ساتھ ہو۔ عجب بات یہ ہے کہ نورجحت شکمِ مادر میں جنین کے ساتھ بھی ہے اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ یہ بچی ہے یا بچہ۔ اس سے کوئی صدر انجمن بیوقوفاں بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جو ساتھ موجود ہو اور لاعلم ہو

حقیقت تو یہ ہے کہ جو ذات شکم مادر میں بچے کو کروٹیں بدلتا دیکھ رہی ہو جس کے حکم سے اس کے مقدر اور قسمت کی لکیروں کو استوار کیا جا رہا ہو جس کے امر کے بغیر بچوں کی جنس کا تعین نہ ہو سکتا ہو جس کے اذن کے بغیر بچہ شکم مادر سے دنیا میں نہیں آ سکتا بھلا اسے اتنا علم بھی نہیں کہ بچی ہے یا بچہ۔

میں نے کہا مولوی صاحب اسے تھوڑا سا فراموش کر کے حیات پر آ جائیں۔ موجودہ سائنس کی ترقی جن مراحل سے گزری ہے اسے دیکھ لیں

پہلی تحقیق تو ایکسریز کی ہے جس سے چند ماہ قبل از ولادت بچوں کی جنس کا علم ہو جاتا ہے یا کیا جا سکتا ہے۔ پھر اس میں جدید تحقیق نے یہاں تک ترقی کی کہ ماں کو کمپیوٹر اسکرین پر بچے کی جنس شکل وغیرہ دکھائی، پھر لیزر شعاعوں سے شکم مادر میں جنس تبدیل کرنے کے تجربات کئے جو کامیاب رہے کہ بچی کو شکم مادر میں لیزر ویوز سے بچہ بنایا گیا اور بچے کو بچی، پھر انجکشن سے عورت کو حاملہ کیا گیا، پھر ایکس وائی اسپرم سے ترتیب دے کر ایسے انجکشن سے حاملہ کیا جانے لگا کہ قبل از انجکشن عورتوں سے پوچھ لیا جاتا کہ بچی ہو یا بچہ اور نسل، رنگ اور شکل کا تعین بھی پہلے کر لیا جاتا ہے اور ماں کو حسبِ منشا اولاد دینے کے کامیاب تجربے ہوئے اور آخر میں ٹیسٹ ٹیوب سے بچہ پیدا کر کے انسان کو ماں کا بھی محتاج نہ رہنے دیا کہ وہ کسی عورت کے قدموں میں جنت تلاش نہ کرتا پھرے مگر آپ مفاتیحِ خمسہ کی آیات کو

علم اِلٰہی کی انتہا ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کیا اللہ کے علم غیب کی آخری لائن یہی ہے کہ جسے آئن سٹائن ، آئزک نیوٹن اور کوپرنیکس جیسے کافر بھی فوراً عبور کر لیں ؟

محترم قارئین !

آلِ محمد علیہم الصلوات والسلام کے فضائل بیان کرنے پر جو فتوے صادر کرتا ہے درحقیقت وہ توحید کی تنقیص کرتا ہے۔ ہم تو ان کے فضائل اس لئے بیان کرتے ہیں ایک مسئلہ ہے

☆ان الاثار تدل علی المؤثر کہ آثار سے مؤثر کا علم حاصل ہوتا ہے کہ آثار مؤثر کی دلیل ہوتے ہیں۔ یعنی ہم جہاں اپنی عقل کی آخری سرحد پر فضائل کو پہنچاتے ہیں وہاں اللہ کے بارے میں ایک فقرہ کہتے ہیں کہ جس کی مخلوق اتنی عظیم ہے اس خالق کے کیا کہنے۔ اللہ کی سب سے بڑی صفت ہمیں یہی نظر آتی ہے کہ وہ ربِ محمد و آلِ محمد علیہم الصلوات والسلام ہے۔ غلام کے اختیارات سے آقا کے اختیارات وقدرت پر دلیل لانا عین دین ہے۔ اس لئے تاجدارِ نجف علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ ہمارا ایک خالق تسلیم کرلو اور پھر ہمیں جو بھی سمجھو یا کہو غلو نہیں ہے ہم ان کے فضائل سے تو اللہ کی عظمت ثابت کرتے ہیں۔ کیسا شرک اور کیسا غلو؟

............☆☆............

باب سوم

حجت آخر عجل الله فرجه الشريف

تاریخ ۳۰ ذوالحجہ ۱۳۹۷ء ہجری

اَلحُجَّةُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

محترم قارئین!

حجتِ آخر کے عنوان پر مسلسل تقاریر ہو رہی ہیں اور ابھی زیرِ بحث ہے لفظ حجت اور حجت کی خلق کے ساتھ معیت

محترم قارئین! لفظ ''مع'' تفصیل الکل شی کی مصداق کتابِ خدا میں کم و بیش 145 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ معیت دو طرح کی ہے۔ ایک ہمدردی والی اور دوسری حمایت والی۔ جیسے معیتِ احساسی کہہ لیجئے۔ ایک معیت وجودی ہے

عقولِ انسانی ہمیشہ محتاجِ امثال ہوتے ہیں اس لئے ذرا مثال دے دوں پہلی معیت ہے حمایت اور ہمدردی والی مثلاً اللہ نے فرمایا

کہ اللہ عزوجل صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ یہ معیت وجودی نہیں بلکہ معیت رضائی، احساسی یا ہمدردی والی ہے بصورت دیگر اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ اللہ صرف صابرین کے ساتھ ہے تو کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کے گرد و پیش اللہ نہ ہو۔ خدا ہر جگہ ہر شخص کے پاس موجود ہوتا ہے

اس طرح تو صابرین کے علاوہ اللہ کسی کے ساتھ موجود نہ رہے گا اور صابرین کے سوا ساری دنیا اللہ سے خالی ہو جائے گی۔ دوسری معیت ہے وجودی۔ اسے بھی قرآن میں دیکھ لیں۔ کسی رونے والے کو کسی ذی عظمت شخصیت نے فرمایا۔ احمق کیوں روتا ہے

☆لاتحزن فان الله معنا بیوقوف! خدا ہمارے ساتھ ہے۔ موجود ہے تو کیوں واویلا کر رہا ہے۔

معیت وجودی دو طرح کی ہے۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ کائنات کی ہر نوع اپنی نوع اور اپنی جنس کے ساتھ باطنی معیت وجودی اپنا نہیں سکتی ہمیشہ بجسمہٖ موجود رہ سکتی ہے۔ غائبانہ طور پر ساتھ نہیں رہ سکتی۔ مثلاً انسان کے انسان ساتھ بھی ہو اور اس سے مخفی بھی ہو۔ غیر مرئی اجسام کیلئے بھی یہ مشکل ہے یعنی جن سے جن، ملک سے ملک پوشیدہ رہے یہ ناممکن ہے کیونکہ معیت باطنی صرف توحید کیلئے وقف ہے اور معیت ظاہری صرف مخلوق کیلئے وقف ہے، توحید کیلئے محال ہے کہ انسان کے ساتھ ظاہراً ایک جسم میں موجود رہے جو مرئی ہو، جسے دیکھا اور چھوا جا سکتا ہو۔ یہ توحید کیلئے محال ہے۔ اللہ اگر کسی وجود میں حلول کر لے، یا وجود اپنا لے، پیکر پسند کر لے، تو اللہ نہیں

اور حجت اللہ کی دونوں معیتیں اختیاری ہیں چاہے تو ظاہر ہو کر ساتھ رہے چاہے تو پوشیدہ طور پر ساتھ رہے۔ ساتھ تو وہ ہر حال میں رہتا ہے مگر یہ اسے اختیار ہے کہ ظاہر رہے یا سراً رہے کیونکہ حجت اللہ۔ اللہ اور مخلوق کے مابین وسیلہ ہوتا ہے۔ اس لئے جب چاہے مخلوق کے انداز میں ساتھ رہے، وسیلہ جو ہوا کبھی اس کی

معیت توحید کی طرح ہوتی ہے کبھی مخلوق کی طرح۔ اسی لئے تو ہے

☆والغیبۃ الاالھٰیۃ المھدیہؑ کہ امام عصر والزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت کو اللہ کی غیبت سے مشابہہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ حجت کی معیت اختیاری ہے، آخر وسیلہ جو ہوا

سورہ المائدہ قرآن کا سورہ نمبر پانچ میں ارشاد ہے

☆وَابۡتَغُوٓاْ إِلَيۡهِ ٱلۡوَسِيلَةَ (المائدہ 35)

ترجمہ:۔ کہ لوگو وسیلہ تلاش کرو، وسیلے کے بغیر خدا تک رسائی نہیں ہوسکتی ذات واجب بالیدگی محض اور مخلوق پست اور انہیں مربوط کرتا ہے وسیلہ...... گویا اللہ اور مخلوق کے درمیان جو فاصلہ ہے اس فاصلے میں نور حجت جلوہ فگن ہے کہ اللہ کے فیوض مخلوق تک پہنچا رہا ہے...... مرحلہ ءِ فکر یہ ہے کہ ایک طرف خالق اور دوسری طرف مخلوق درمیان میں حجت اور خالق فرماتا ہے

☆نَحۡنُ أَقۡرَبُ إِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ ٱلۡوَرِيدِ (ق16)

کہ ہم شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں

خدا شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور حجت اس کے اور مخلوق کے درمیان ہے۔ گویا جو مخلوق کے خالق سے بھی زیادہ قریب ہو وہی حجت اللہ بالغہ ہے۔ ایک بات اور بھی دیکھیں اللہ نے نحن فرمایا ہے۔ نحن جمع کا صیغہ ہے۔ یعنی ہم شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔ نحن کا صیغہ خود بتا رہا ہے کہ اللہ نے شمول مساواتیہ کیلئے نحن استعمال فرمایا ہے۔ گویا اللہ اور حجت اللہ دونوں مخلوق کی شہ رگ سے اقرب ہیں۔ قریب ترین ہیں۔

تہی دستانِ عقول سے گزارش کروں گا ذرا یہاں بھی تاویل کر دیں۔ نہ ماننے کو حصن حصین سمجھنے والوں سے تو کوئی بات نہیں۔ عقول سلیم ضرور حقائق کی نقاب کشائی پر لبریز عرفاں ہوں گے۔ حاضر و ناظر کے منکر تو اللہ کو حاضر بتاتے ہیں حاضر ضد ہے غائب کی، اللہ غائب ہے، اگر حاضر ہے تو حجۃ اللہ اور تو حاضر کو حجت اللہ کی بجائے اللہ کہہ رہا ہے۔ اصل غالی تو تو ہے اب بتا غلو تو کر رہا ہے کہ ہم۔ دوستو! جب تک ہر انسان کے ساتھ موجود نہ ہو حجت اللہ ہو نہیں سکتا

☆ اَلحُجَّةُ مَعَ الخَلق

ایک مرتبہ پھر سورہ ملک کی طرف رجوع کرتے ہیں

☆تَبَـارَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ()الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً (ملك 1)

حجت کی تعریف یہ ہے کہ موت وحیات کے ساتھ ہو، جو ملک الموت کا حکمران ہو وہی تو حجت ہے

وارث منبر سلونی نے ایک مرتبہ اپنی لسانِ صادقہ سے اس کی توضیح فرمائی

حارث ہمدانی کا مشہور واقع ہے کہ ایک دن تاجدار نجف علیہ الصلوات والسلام منبر پر جلوہ فگن تھے حارث ہمدانی پہ نگاہ امامت مرتکز ہوئی۔ پوچھا حارث ہمدانی کیف اصبحت کیا حال ہے۔ چہرے کی رنگت زرد کیوں ہے

عرض کی اے امیر ممکنات مولائے کائنات علیہ الصلوات والسلام آپ کے خطبات میں موت کا ذکر بار بار آتا ہے۔ اب تو دل گھبرا گیا ہے۔ ہمہ وقت موت کا خوف طاری رہتا ہے

فرمایا عجیب بات ہے۔ ہمارے محبّ ہو کر تم موت سے ڈرتے ہو
عرض کی آقا آپ ہی نے ڈرایا ہے
فرمایا اگر میں تیرے سرہانے موجود ہوں تو کیا پھر بھی ڈرو گے
عرض کی آقا آپ سرہانے ہوں تو موت کا ڈر کیسا۔ مگر آپ بہت مصروف رہتے ہیں، کبھی امور حکومت، کبھی لوگوں کے فیصلے، کبھی صفین و نہروان کی جنگیں۔
مسکرا کر فرمایا ابھی تک تم بھی مجھے نہیں سمجھے۔
اسماعیل حمیری سید الشعراء فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ الصلوات والسلام نے حارث سے فرمایا۔
☆یا حار همدان من یموت یرنی من کان مومن اومنافق قبلا
حارث ہمدانی جب کوئی مرتا ہے تو ہم سرہانے موجود ہوتے ہیں اور وہ ہمیں دیکھتا ہے چاہے مومن ہو یا منافق۔ جب تک میں حکم نہ دوں عزرائیل کو روح قبض کرنے کی جرأت ہی نہیں
☆بای ارض التموت پہ بحث کرنے والو! کیا کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کس نے کہاں مرنا ہے۔ یہ ہر مرنے والے کے سرہانے بیٹھ کر موت کے احکامات صادر فرماتے ہیں۔ اسے اتنا بھی علم نہیں کہ کس نے کہاں مرنا ہے
ذرا یہ بھی دیکھو کہ اس دنیا میں ہر سیکنڈ میں ہزاروں آدمی مرتے ہیں
ارے جو ذات بیک وقت کروڑوں مقامات پر مرنے والوں کے سرہانے بیٹھ کر عزرائیل کو موت کے احکامات نہ دے وہ حجت ہی نہیں
☆الحجة مع الخلق...... چالیس مقامات پہ کھانا کھانا کیا کوئی عجیب بات ہے؟
مسجد نبوی میں ماہ رمضان کی نماز صبح کے بعد ایک شخص نے تاجدار نجف علیہ الصلوات والسلام

کی بارگاہ میں عرض کی آقا آج اس غلام کو اعزاز بخشیں اور روزہ میرے ہاں افطار فرمائیں کیا مجھ غریب کو شرفِ میزبانی عطا ہوگا؟ فرمایا ضرور آؤں گا۔ یکے بعد دیگرے چالیس افراد نے عرض کی اور آپ نے سب سے وعدہ فرمایا کہ ضرور آؤں گا

ان میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ کسی دوسرے سے بھی وعدہ ہوا ہے۔

وعدہ کون کر رہا ہے؟ حجت اللہ البالغہ ہے۔ اللہ کی لسانِ ناطقہ وعدہ فرما رہی ہے۔قرآنِ صامت نے یاد دہانی کروائی۔

☆ان العہد کان مسؤلا کہ وعدے کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔روزے افطار ہوئے، مسجد میں اصحاب جمع ہوئے، ایک صحابی نے فخر کیا کہ امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام بھی کیسے بندہ نواز ہیں کہ آج مجھ حقیر کی دعوت قبول فرمائی اور روزہ میرے ہاں افطار فرمایا...... دوسرے شخص نے کہا۔ دیکھو مسجد میں جھوٹ بولنا مناسب نہیں۔ سرکار نے تو مجھے شرف بخشا ہے۔ بات تو تو میں میں تک جا پہنچی۔ لطف یہ ہے کہ جسے بھی منصف بناتے وہ خود فریق بن جاتا ہے

اچانک جناب ابوذرغفاری سلام اللہ علیہ تشریف لائے۔لوگوں نے کہا بھئی دیکھو اب جو شخصیت آئی ہے اس کے بارے میں ارشاد ہے کہ زیر آسماں ابوذر جیسا سچا نہیں ہے بس یہی فیصلہ فرمائیں گے جناب ابوذر سلام اللہ علیہ نے سب کی باتیں سنیں

آپ نے فرمایا کیا تم سبھی مجھے سچا سمجھتے ہو؟ عرض کی نہ سمجھتے تو فیصلہ کیوں آپ کے سامنے رکھتے فرمایا تم سب غلط کہہ رہے ہو اصل میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے کل میرے ہاں روزہ افطار فرمایا تھا۔ سب نے بیک زبان کہا۔ یک نہ شد

چالیس شدا چانک جناب سلیمان فارسی سلام اللہ علیہ تشریف لائے اور جناب ابوذر سلام اللہ علیہ نے بڑھ کر عرض کی معاملہ تو بڑا اگرما گرم ہے ذرا فیصلہ کر دیں۔ انہوں نے مسکرا کر کہا تم سب سچے ہو لیکن اگر میں بھی تمہاری طرح کہنا شروع کر دوں تو اعتبار کرو گے

مقداد بن اسود سلام اللہ علیہ دور کھڑے مسکرا رہے تھے یہ بات سن کہ قہقہہ لگا کر کہا واہ صاحب واہ کیا کہنا۔ چلو جی یہ بھی ہمارے فریق بن گئے۔ بات طے ہوئی کہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور بات لے چلتے ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چالیس فریق اپنے اپنے دلائل دینے لگے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بھئی جھوٹے تم بھی نہیں ہو مگر کل تو مظہر العجائب نے روزہ میرے ہاں افطار کیا ہے

مسجد میں تعجب کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ہر شخص حیران۔ لوگوں کا شور سن کے حسنین شریفین کریمین علیہم الصلوات والسلام گھر سے باہر تشریف لائے اور پوچھا کیا بات ہے۔ بات سن کر فرمایا کہ کل شام تو بابا جان گھر پر ہی رہے ہیں اور روزہ افطار بھی وہیں فرمایا۔

اب کسی نے عرض کی اے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پہیلی ہم سے نہیں بوجھی جاتی بس اللہ سے پوچھ کر فرمائیں کہ کل شام شہنشاہ امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام کہاں تھے۔ جبرائیل نازل ہوئے عرض کی کائنات کا رب فرما رہا ہے تم سب سچے ہو مگر کل انہوں نے روزہ تو عرش پر افطار کیا ہے

ارے جو مظہر العجائب ہو اس کیلئے کوئی چیز عجیب نہیں رہ جاتی اور اگر کہیں کسی کو سمجھ آجائے تو مظہر العجائب کیسا۔ یہ تو ایک مظاہرہ تھا کہ ثابت ہو جائے کہ

الحجة مع الخلق کہ حجت وہ ہے جو سب کے ساتھ ہو

محترم سامعین!

آپ کے شوق سماعت کو دیکھ کر دل چاہتا ہے کہ ایک واقعہ اور بھی بیان کرتا چلوں صفین کا میدان ہے، فرعون شام ایک لاکھ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام کے مقابلہ میں پہنچا، لشکر بھی ایسا کہ غرق آہن، سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا، سلاح اربعہ سے لیس، اس انداز میں صف آرا ہوا کہ سرکار کے لشکر پہ ہیبت طاری ہوگئی کیونکہ یہاں اگر کسی کا خود تھا تو زرہ نہ تھی، زرہ تھی تو ڈھال نہ تھی، خود امیرِ لشکر کی زرہ بھی ایسی تھی کہ پشت کی طرف سے لوہے کی بجائے کپڑا لگا ہوا تھا

امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام کا لشکر مرعوب ہوگیا، تعداد بھی تقریباً دوگنا تھی، لشکر امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام نوے ہزار پر مبنی تھا اور لشکر کفار ایک لاکھ ساٹھ ہزار پر مبنی تھا یہ بھی بڑا اثر تھا۔ سرکار نے خطبہ دیا۔

فرمایا او معتکفان بزدلی کس سے گھبرا رہے ہو؟ ان کے سلاحِ جنگ سے دھوکہ نہ کھاؤ ظاہر میں یہ غرق آہن ہیں مگر ان کے دل عورتوں سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ کیوں گھبرا رہے ہو۔ اگر یقین نہ آئے تو دیکھو میں تنہا ان پر حملہ کر کے ثابت کرتا ہوں کہ یہ رنگ آمیز تتلیاں ہیں جنہیں ہوا کا تیز جھونکا بھی فنا کے گھاٹ اتار سکتا ہے

جناب مالک اشتر سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ اسدِ کردگار ہے ایک لاکھ ساٹھ ہزار پر تن تنہا حملہ کیا۔ اور اس طرح حملہ کیا کہ جیسے بھوکا شیر اپنے شکار پہ حملہ

کرتا ہے ۔لشکر بدحواس ہوکر بھا گا۔ مالک کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا لشکر کفار ستر ٹولیوں میں تقسیم ہوکر بھا گا۔ اور جب میں نے غور سے دیکھا تو ہر ٹولی کے پیچھے مجھے مظہرِ کردگار تعاقب کرتے نظر آئے میں نے انگلیوں پر گنا ستر ٹولیاں تھیں اور ہر ٹولی کے پیچھے امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام ہیں

ایک شہنشاہ علی علیہ الصلوات والسلام نہیں ستر شہنشاہ علی علیہ الصلوات والسلام ذوالفقار بدست تعاقب کر رہے ہیں میں فوراً سرکار کے خیمے کی طرف دوڑا۔ جاکر دیکھا تو اپنے خیمے کے دروازے پر کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ میں نے آتے ہی سوال کیا آقا یہ کیا معاملہ ہے میدان میں کون ہے؟

''قال انا'' ۔فرمایا''میں'' عرض کی اور یہاں کون کھڑا مسکرا رہا ہے

''قال انا''۔فرمایا''میں''۔میں نے ہاتھ باندھ کر عرض کی آقا پھر تو نصیری بجا کہتے ہیں ...... مسکرا کر فرمایا۔ مالک یہ بات نہیں ذرا منزلِ عرفان بلند کرو۔عرض کی کیسے؟ فرمایا۔تم نے قرآن پڑھا ہے؟ آقا پڑھا ہے مگر آپ کا مقصد نہیں سمجھا فرمایا۔قرآن میں نہیں پڑھا کہ

☆فَأَيۡنَمَا تُوَلُّواۡ فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰه (بقرہ115)

کہ جدھر بھی رخ کرلو اللہ کا چہرہ ہے۔عرض کی پڑھا ہے مگر ذرا سمجھا دیں فرمایا

نحن وجه الله مالک اشتر ہم تو وجہ اللہ ہیں جدھر رخ کرو ہم ہی ہم ہیں

گویا کائنات کو بتایا جارہا ہے کہ الحجة مع الخلق کہ حجت ہوتا ہی وہی ہے جو خلق کے ساتھ ہو۔خلق چاہے زمینی ہو یا آسمانی ہو جس جس پر لفظ خلق کا اطلاق ہوتا ہے حجت اس کے ساتھ ہے

تاجدار نجف علیہ الصلوات والسلام کی بارگاہِ یزداں مآب میں کسی نے عرض کی کہ آقا کچھ خلا کے سربستہ رازوں کی نقاب کشائی فرمایئے، فرمایا تو سنو

☆ان فی الھواءِ مخلوق و کلھم من الھواءِ ثیابھم من الھواء و لباسھم من الھواءِ و شربھم کلھم بساطھم فی الھواءِ

فرمایا۔ ہوا میں بھی ایک مخلوق ہے جو ہوائی مخلوق ہے۔ جو ہوا کی تخلیق ہے۔ ان کے کپڑے، لباس، کھانا، پینا ہوا سے ہے، ان کا سب کچھ ہوا ہے

راوی عرض کرتا ہے آقا پھر ان پر حجت کون ہے

سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ☆نحن حجة اللہ علیھم کہ ان پر ہم ہی حجت اللہ ہیں۔

گویا حجت اللہ کائنات کے ذرے ذرے کے ساتھ ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ اب خلق کو دیکھئے کہ عوالم ہیں دو۔ عالمِ خلق اور عالمِ امر۔ عالم امر کیا ہے؟ اس کا جواب پھر دوں گا صرف اتنا بتاتا چلوں کہ سلسلہ ءِ تخلیق کا آغاز انبیاء سے ہوا اور حجت قبل از خلق اور خلق کے ساتھ ہے تو ثابت ہوا کہ انبیاء کی خلقت سے قبل اور خلقت ذری، روحانی، جسمانی، نورانی کے ساتھ ساتھ نورِ حجت ان سے ایک لمحہ جدا نہیں ہوا۔ انبیاء کے ہر مرحلہ ءِ تخلیق میں جو انبیاء کی نگہبانی فرما رہا ہو وہی تو حجت ہے

سب سے اول انبیاء پر اظہار حجت ہوا۔ ایک طویل آیت کو مقصد کے طور پر پیش کرتا ہوں سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

☆وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ

رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُواْ أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُواْ وَأَنَاْ مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ () فَمَن تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (آل عمران 82-81)

اللہ نے انبیاء سے وعدہ لیا، عہد لیا کب؟ تخلیق نوری کے بعد اور تفویض نبوت سے قبل جس طرح انتخابِ صدارت کے بعد حلف وفاداری لیا جاتا ہے۔ گویا یہ تقریب حلف وفاداری ہے کہ تمہیں کتاب وحکمت میں سے کچھ حصہ عطا کیا جارہا ہے، انتخاب ہو چکا ہے، اختیار مل رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھو تمہارے بعد ہماری طرف سے ایک مصدق آئے گا تمہاری چیکنگ ہوگی ''موید'' اور مصدق میں فرق ہے

موید وہ ہے جو تائید کر دے۔ غلط یا صحیح بات کو سچ کر دے دعویٰ جیسا بھی ہو وہ اس کی حمایت کا اعلان کر دے، اور مصدق ہوتا ہے صداقت کو پرکھنے والا اور صرف صداقت کی حمایت کرنے والا یعنی مصدقات کو پرکھنے والے کو مصدق کہتے ہیں۔ فرمان ہوا کہ مصدق آئے گا اور پڑتال کرے گا۔ چیک کرے گا۔ جو کچھ تمہیں دیا جارہا ہے یا جو کچھ تمہارے ساتھ ہوگا کہ آیا درست بھی ہے یا نہیں۔ یا کوئی جعلی نبی تو تمہاری صفوں میں شامل نہیں ہو گیا۔ یاد رکھو تم اس آنے والے کی تائید کرنا۔ تومنن۔ ایمان لانے کے معنی میں نہیں بلکہ تائید کرنے کے معنی میں ہے مثلاً فامن لــہ لوط سے مراد یہ نہیں کہ ایک نبی دوسرے نبی پر ایمان لایا اور اس سے قبل ایمان سے خالی تھا (نعوذ باللہ) تو معنی یہ ہوئے کہ تم آنے والے کی تائید کرنا رسول کے معنی ہیں ارسال کیا گیا۔ تم اس کے ارسال کردہ کا اقرار کرو تاکہ تم پر عنایات کی بارش ہو تمہیں اختیارات سونپے جائیں۔ سب نے اقرار کیا۔ اب

ارشاد ہوا گواہی بھی دینا۔ تاکہ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہو جاؤں
پھر فرمایا یاد رکھو آج کے عہد سے جو بھی روگردانی کرے گا چاہے وہ کوئی نبی ہی کیوں نہ ہو گا میں اسے فاسقین کی صف میں کھڑا کر دوں گا امام خامس باقر العلوم علیہ الصلوات والسلام سے کسی نے اس کی تفسیر دریافت کی تو فرمایا

☆واخذ میثاق الانبیاء بالایمان و النصرۃ لنا

اللہ نے انبیاء سے ہماری تائید اور نصرت کا عہد لیا تھا لتؤمنن بہٖ میں ''بہٖ'' کی ضمیر تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے اور لتنصرنہ میں نصرت آخری حجت کی کرنا ہے

امام پنجم علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں کہ ہم حجت اللہ ہیں۔ جب ہمارا آخری فرزند آئے گا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اس کی نصرت کریں گے۔ ہمارے دشمنوں کو قتل کریں گے۔ جب وہ آواز دے گا تو سبھی انبیاء لبیک لبیک یا داعی اللہ کہتے ہوئے حاضر ہو جائیں گے۔ یہ نور حجت ہی نصرت کا عہد تھا جو ہر دور میں علیحدہ علیحدہ لباس میں ظاہر ہوا، تاجدارِ نجف علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں

☆انا صاحب الکرات والرجعات والصاحب الصولات والنقمات و الا ولات العجیبات

ترجمہ :۔ ہم ہی ہیں بار بار آنے والے بار بار لوٹنے والے ہیں......

محترم قارئین!

ایک صاحب نے مجھ پر سوال کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ بغیر واضح کیئے دو احکام ہوں اور مراد جدا جدا ہوں۔ یعنی ایمان رسول اکرم پر لانا اور نصرت بھی کرنا سے ظاہر

ہوتا ہے کہ نصرت بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرنا ہے

میں نے عرض کی کہ خود رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے ہیں کہ

☆من کان قاعداً فی جیشه او من کان قائماً تحت لوائهٖ بمنزلةِ من استشهد مع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

کہ جو شخص ہمارے آخری بیٹے کے لشکر میں کھڑا ہوگا یا ان کے علم کے نیچے کھڑا ہوگا تو وہ اس طرح ہے کہ جیسے اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے درجۂ شہادت پایا۔ گویا انبیا سے انفرادی یا شخصی عہد نہ تھا بلکہ اجتماعی عہد تھا کہ نور واحد کے اجزا کا عہد نہیں ہے بلکہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کل کا عہد تھا۔ نہ ''اولنا'' کا عہد تھا نہ ''آخرنا'' کا عہد تھا نہ ''اوسطنا'' کا عہد تھا بلکہ ''کلنا'' کا عہد تھا

یہی وجہ ہے کہ جب حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف ظہور فرمائیں گے تو انبیاء فوجی یونیفارم میں شہنشاہِ معظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے ہمرکاب ہوں گے، کہیں داؤد زرہ پہنے کھڑے ہوں گے، ہاتھ میں فلاخن ہوگی، کہیں یوسف کے ہاتھ میں نیزہ ہوگا، کہیں موسیٰ کے ہاتھ میں عصا ہوگا، جس وقت سارے نبی مل کر نعرہ تکبیر بلند کریں گے تو کائنات کو زلزلہ آجائے گا اور اولین وآخرین کے مظلومین کا انتقام لیا جائے گا

ظلم مع ظالمین کے ختم ہوگا، درد وآلام کی دنیا بدل جائے گی، مصائب کی بیخ کنی ہوگی، کیونکہ امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے خون ناحق کا وارث جو آجائے گا، فدک کا غریم (قرض خواہ) آجائے گا

............☆☆............

باب چہارم

تاریخ یکم محرم الحرام ۱۳۹۷ ہجری

اَلحُجَّةُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

محترم قارئین!

حجت وہ نور واجب بالغیر ہے کہ جو ازل سے ابد تک جلوہ ساماں ہے ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہے جب خلق ہو اور ذات حجت نہ ہو اور نہ ایسا کوئی لمحہ باقی رہے گا کہ جب اللہ کی طرف سے ذاتِ حجت موجود نہ ہوگی ہاں ☆فانا نظهر في كل زمانٍ کے تحت لباس وشکل وصورت میں تبدیلی ہو تو عدم حجت کا ثبوت نہیں مثلاً موم کے ایک ٹکڑے کی اگر شکلیں ترتیب دیتے چلے جائیں تو شکل کی تبدیلی سے موم کے وجود کا انکار نہیں ہوسکتا

شکل وصورتِ بشر میں دیکھ کر یا اس شکلی مشارکت اور مشاکلت کو دیکھ کر یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ یہ بشر ہیں۔ یہ شکل تو تب سے ہے جب سے تخلیق بشر ہوئی اور عالم ناسوت کیلئے حجت اللہ بالغہ بن کر آئے ہیں اگر بشر کی ہدایت کیلئے بشر (جو ہماری طرح ہو) کی ضرورت ہو یا واجب ہو کہ بشر کی ہدایت بشر ہی سے ہو تو یہ بشریت ملکوتیت اور جنات کیلئے مانع ہدایت ہوگی یعنی جنات کیلئے کسی جن وعفریت کو نبی

بنایا جاتا۔ ملکوت کیلئے کسی فرشتے کو۔ لیکن یہ تو عالمین کے ہادی ہیں۔ اسی طرح سوچتے چلے جائیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ یہ انوارِ حجج جب عالم لاہوت میں تھے اور ان کیلئے حجت اللہ تھے تو ان کے اشباح تھے، عالم لاہوت میں جواہر مفارقہ جو ذات اور فعل میں مادے سے بے تعلق ہیں ان کیلئے ان کے اشباح تھے۔ جب عالم ملکوت میں جو ذات اور مادے سے بے تعلق کہلاتے ہیں۔ ان میں اگر آئے تو ان کے امثال بن کر اور جب عالم ناسوت (روح و مادے سے مرکب مخلوق) یعنی انسان میں آئے تو ھیاکل بشریہ میں آئے

یہ تو مبعوث الیھم سے تبدیلی اشکال ہے کہ جس کی ہدایت کو آئے اسی کی صورت اپنالی ورنہ ہے تو وہی نور حجت جو اعلان فرماتا ہے کہ الحجة مع الخلق

حضرت امام صادق علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں

☆لو خلتِ الارض ساعةً واحدةً من حجة الله لساخت باھلھا ولکن الحجة یعرف الناس ولا یعرفونه

اگر زمین ایک سیکنڈ کیلئے حجت سے خالی ہو جائے تو یہ زمین اپنے ساکنین کو نگل جائے

یہ اور بات ہے کہ لوگ عرفانِ حجت نہ رکھتے ہوں اور حجت اللہ تو سب کو اچھی طرح پہچانتا ہے کیونکہ وجود حجت عالمین کی روح ہے، جسمِ کائنات کی جان ہوتا ہے، اسی لئے زمین حجت اللہ سے خالی رہ نہیں سکتی، یہ کائنات یہ عالم امکاں ایک وجود ہے ایک جسم ہے ایک بدن ہے اور حجت اللہ بالغہ اس کی روح کلی

اسی لئے تو اللہ کی لسان صادقہ نے فرمایا ہے

☆ان الحجة یدبرکل عالم بیده کروح فی الجسد

نورِ حجت کائنات میں اس طرح کارفرما ہوتا ہے جس طرح جسم انسان میں روح حکمرانی کرتی ہے۔ یہی فرمان امام کی خصوصیت ہے کہ ایک جامع فقرہ فرما دینا کہ ہر شعور اپنے ظرف کے مطابق مفاہیم اخذ کرتا رہے۔ لفظ روح کلام اِلٰہی میں 19 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ چلو اس پر پھر کبھی بحث ہو گی لیکن مختصراً کچھ استنباط کرتا چلوں یہ تو تسلیم شدہ امر ہے کہ روح کا جسم انسانی مقدمہ ہے اور مقدمہ ذوالمقدمہ سے خسیس، ادنیٰ، کمترین اور پست ترین ہوتا ہے، اب کائنات نورِ حجت کے سامنے مقدمہ ہے۔ کائنات کی کوئی چیز کیا پوری کائنات مل کر نورِ حجت سے قد ملانے کی جرأت نہیں کرسکتی۔ موجودہ علما کے عقائد کے بارے میں خود فیصلہ کر لیجئے

بھلا کوئی انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ میری روح جسم کے فلاں عضو میں ہے بلکہ روح جسم کے ہر سیل میں موجود ہوتی ہے۔ اب حاضر و ناضر پہ بحث کرنے والے مفلسانِ عقل اس آئینے میں خود کو دیکھ لیں۔ بھلا کسی شخص نے روح کو بیمار ہوتے دیکھا ہے اور آپریشن کروایا ہو یا اسے طہارت، غسل یا وضو وغیرہ کی ضرورت محسوس ہوئی ہو۔ بھئی جب روح انسانی بھی عوارض بشریہ سے منزہ ہے تو روح کائنات پہ یہ باتیں کیوں ثابت کی جا رہی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ایک دن تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے اور نماز پڑھوا دی۔ کسی نے عرض کی آقا آپ نے وضو نہیں کیا اور نماز پڑھا دی ہے فرمایا ہماری آنکھیں سوتی ہیں ہم نہیں سوتے بھلا روح عالمین کو وضو کی کیا ضرورت ہے اس لئے برسرِ منبر اعلان فرمایا ☆نزھون عن حظوظ البشریہ یہ نور رہے ہی

وہی جو بشری تقاضوں سے ماوریٰ ہو، نیچرل ڈیمانڈ (Natural Demand) سے اِبو(Above) ہو، روح نے کسی امر کیلئے زبان کو آرڈر دیا ہو کہ بولو......نہیں۔ بلکہ روح ارادہ کرتی ہے جسم فوراً عمل کرتا ہے گویا جملہ اعضا پر روح کا حکم جاری و ساری ہے جب ارادہ کیا عمل ہو گیا۔کبھی روح نے بدن کی حرکت کیلئے مصلہ بچھا کر دعا کی ہو......نہیں

بھائی یہ تو عالمین کی روح ہے اس کائنات کے جملہ امور کیلئے اسے تو صرف ارادے کی ضرورت ہے چاہے امور تکوینیہ ہوں یا تشریعی، سب روحِ کائنات کے ارادے کے ماتحت ہیں

ارے جب ایک نطفہ گندیدہ کی روح آسمان پر جا سکتی ہے تو روح کائنات پر یہ اعتراض کیسا؟

عالم اسلام کے مشہور فلسفی ابن سینا نے عجیب فلسفہ دیا ہے کہ انواع اور تدریج انواع پہ جب بحث کرتے ہیں تو لکھتے ہیں

پہلی نوع ہے جمادات، پھر نباتات، پھر حیوان، پھر انسان، پھر ملائکہ، پھر انبیاء، پھر اللہ، کہیں انبیاء کو ملائکہ سے قبل لکھا ہے بہر حال ابن سینا فرماتے ہیں کہ مادہ پستی سے چلا جمادات سے نباتات میں آیا، نباتات سے حیوان میں آیا، چوتھے نمبر پر انسان تک پہنچا۔ یہ مادے کی انتہا ہے۔

ادھر روح بلندی سے چلی خدا سے ملکوت میں آئی، ملکوت سے انبیاء میں آئی، انبیاء سے انسان میں چوتھے نمبر پر آئی، روح کی پستی کی انتہا انسان، مادے کی بلندی کی انتہا انسان۔

محترم قارئین !

آپ کے اذہان کو تھوڑی سی جمناسٹک کروا رہا ہوں مادہ پستی سے چوتھے نمبر پر انسان میں آیا، روح بلندی سے چوتھے نمبر پر انسان میں آئی۔

اب دیکھئے مادہ پستی محض، روح بلندی محض، مادہ فنائے محض، روح بقائے محض، اب ایک ایسی چیز کی ضرورت ہے جو اس بلندی اور پستی کو مربوط کر دے، ایک دوسرے سے ٹو چین کر دے، بلندی اور پستی یکجا ہو نہیں سکتیں جب تک انہیں ملانے والی تیسری چیز نہ ہو، اللہ نے انہیں ملانے کیلئے ایک وسیلہ بنایا جسے نفس ناطقہ کا نام دیا ویسے تو کلام رب العزت میں لفظ نفس 53 مرتبہ استعمال ہوا اس پر پھر کبھی بحث ہو گی

تو محترم قارئین ! سمجھ گئے کہ بلندی اور پستی یعنی روح اور مادے کو ملانے والے وسیلے کو نام دیا ہے نفس ناطقہ کا، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ جب بلندی سے تعلق قائم کرے تو بلندی نظر آئے اور جب پستی سے ہم آہنگ ہو تو عین پستی نظر آئے تو انہیں کہتے ہیں......ارکان ثلاثہ

سورہ یٰسین 36 میں ان کا ذکر ہے۔

☆ خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ

یعنی جسم انسان تین چیزوں کا مرکب ہے۔

☆مما تنبت الارض یعنی زمین پر چلنے پھرنے والا جسم۔جسم فنائے محض۔ومن انفسھم یعنی نفس ناطقہ......ومما لایعلمون کہ ایک وہ چیز ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی روح بقائے محض

اب دیکھے قارئین ! موت کیا ہے؟ انسان کس طرح مرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ نہ جسم مرتا ہے، نہ روح مرتی ہے، جسم جو فنائے محض ہے وہ تو پہلے ہی مردہ ہے جب انسان مرتا ہے تو جسم میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوتی گوشت پوست ہڈیاں شریانیں بال تک بیکار نہیں ہوتے اور قرآن میں اس لیے یہ نہیں فرمایا کہ کل جسم ذائقة الموت کہ ہر جسم کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اور نہ یہ ہے کہ کل روح ذائقةالموت کہ ہر روح نے موت کا مزا چکھنا ہے بلکہ یہی وارد ہوا ہے کہ☆کل نفس ذائقةالموت کہ ہر نفس سے موت کا ٹیسٹ لینا ہے۔

یعنی موت کا اطلاق نفس پر ہے، گویا جب روح اور بدن فنا اور بقا یعنی بلندی اور پستی کا درمیانہ ٹو چین ٹوٹا، جسم پڑا رہا، روح پرواز کر گئی۔

یہاں ایک بات یاد آئی کہ ایک مسئلہ اور بھی حل کرتے چلیں قرآن میں امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کو نہ تو روح رسولؐ کہا گیا ہے، نہ جسم رسولؐ کہا گیا ہے بلکہ جب بھی قرآن نے حضرت علی علیہ الصلوات والسلام کو کہا ہے نفس رسول اللہ کہا ہے گویا حضرت علی علیہ الصلوات والسلام کو اگر رسولؐ سے جدا کر دیا جائے تو جسم رہ جائے گا رسالت پرواز کر جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ ہم آذان میں بھی حضرت علی علیہ الصلوات والسلام کو رسولؐ کے ساتھ رکھتے ہیں، کلمہ میں ساتھ رکھتے ہیں، اقامت میں بھی ساتھ رکھتے ہیں، تشہد میں بھی ساتھ رکھتے ہیں کیونکہ نفس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ٹھہرے۔

محترم قارئین ! اپنے مقصد کی طرف لوٹ آؤں حجت اللہ بالغہ روح کائنات کی طرح ہے۔

اللہ کی لسان صادقہ نے فرمایا۔ یہ میں اصول کافی کے حوالے سے پڑھ رہا ہوں

(جلد اول صفحہ ۲۰۹ باب خلق ابدان الأئمۃ وارواحھم)

فرمایا جب ہمارے اجسام وابدان کو اللہ نے تخلیق فرمایا تو جو باقی ماندہ لطافت تھی اس سے مومنین کی ارواح خلق فرمائیں عبارت یہ ہے۔

ابی عبداللہ علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا اللہ نے اجساد طاہرہ کو علیین سے خلق فرمایا ہے اور ارواح اقدس اس سے بہت بلند ہیں مافوق علیین ہیں اور شیعوں کی ارواح کو علیین سے خلق فرمایا گیا ہے یعنی علیین سے مومنین کی ارواح اور آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام کے جسم خلق ہوئے اور مومنین کے اجساد ایک علیحدہ چیز سے تخلیق ہوئے مگر ارواح مومنین کا اور ابدان معصومین علیہم الصلوات والسلام کی تخلیق کا مادہ علیین ہے جتنی لطیف مومنین کی ارواح ہیں اتنے ہی لطیف ان کے جسم ہیں ان کے ارواح کی بلندی کو عقول چھو نہیں سکتیں۔

محترم دوستو! کیا پُر معرفت فرمان ہے کہ مومنین کی روحوں جیسا لطیف ان کا مادی جسم ہے پھر سایہ کیوں تلاش کرتے ہو کبھی روح کا سایہ بھی کسی نے دیکھا ہے۔ان کا مادی جسم مومنین کی روحوں سے بھی زیادہ لطیف ہے تو ان کی ارواح کو کوئی کیا سمجھ سکتا ہے

میں نے تو بہت سی کتابیں دیکھیں بلکہ کتب بینی میں تو مجھے میر انیس کا قول دہرانا پڑتا ہے کہ

''عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں''

مگر کسی کتاب میں مجھے یہ نظر نہیں آیا کہ روح کی نوع کیا ہے۔ارے تہی داستان

عقل تم آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی نوع ڈھونڈنے کے کیوں در پے ہو۔
پہلے روح کی نوع تو تجویز کرلو یہ بعد کا مسئلہ ہے حل کرلیں گے۔
جہاں روح کا ذکر قرآن میں ہوا ہے وہاں واضح فرمان ہے مما لا یعلمون کہا
کہ اس کا کسی کو علم ہی نہیں کوئی اسے جانتا ہی نہیں حقیقت روح کو سمجھنا محال ہے
سورہ بنی اسرائیل میں ارشادِ رب العزت ہے کہ
☆وَيَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلرُّوحِۖ قُلِ ٱلرُّوحُ مِنۡ أَمۡرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ ٱلۡعِلۡمِ إِلَّا
قَلِيلٗا (بنی اسرائیل85)
کہ لوگ روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں اے رسول انہیں فرما دیں کہ روح
تو عالم امر سے تعلق رکھتی ہے اور تمہیں اس کا بہت کم علم ہم نے عطا فرمایا ہے۔
یعنی روح کے بارے میں جتنا بھی ہمیں علم ہے گو بہت کم ہے مگر یہ بھی عطا کردہ ہے
☆وما او تیتم ہے کسبتم نہیں ہے کہ ہم نے خود حاصل نہیں کیا ہے بلکہ عالم امر کی
ہر مخلوق کے بارے میں جتنا علم حاصل ہوتا ہے وہ عطائے الٰہی ہے نہ کہ کسبی ہے
پھر روح کو سمجھنا محال ہے جس طرح مومن کی روح کو سمجھنا محال ہے اسی طرح ان
ذوات حجج کے جسموں کو سمجھنا محال ہے۔ روح اتنی لطیف ہوتی ہے کہ جب تک
اپنے غیر سے نہ ملے نظر نہیں آتی۔ قائم بالذات بھی ہوتی ہے مگر ظاہر بالغیر ہوتی ہے
مظہر سے روح پر قیاس کرنا جائز نہیں۔
جسم کی ساخت سے روح کی بناوٹ اخذ کرنا سراسر احمق پن ہے بھلا حجت اللہ کے
ظاہری نقوش سے حقیقی وجود ڈھونڈنا، لباس بشریت سے حقیقت انوار حجت پر
قیاس کرنا کہاں کی دانائی ہے۔

فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں کہتے ہیں کہ روح پر موت وارد نہیں ہوتی۔ لکھتے ہیں کیونکہ روح کا تعلق عالم امر سے ہوتا ہے اور امری مخلوق پر موت کا اطلاق نہیں ہوتا ثابت ہوا کہ جس طرح مومنین کی ارواح پر موت نہیں آسکتی بالکل اسی طرح ان کے ابدان پر نہیں آسکتی۔ عالم انسان کی ارواح امری مخلوق ہیں، ان کے جسم امری ہیں، روح جسم سے ماقبل ہوتی ہے۔ دیکھئے نا! جب ہر اس چیز پر موت نہیں جس کا تعلق عالم امر سے ہے، جب امری مخلوق پر موت کا اطلاق نہیں ہوسکتا تو صاحب الامر عجل اللہ فرجہ الشریف پر کیسے ہوسکتا ہے۔ امام خامس محمد باقر علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں

☆فنحن روح الله و نحن كلمة التقویٰ

یہ روحِ انسانی نہیں اللہ کی روح ہیں۔ ذرا اہل طب سے بھی پوچھ لو کہ روح کیوڑہ کیا ہے۔ گویا یہ توحید اِلٰہی کا نچوڑ ہیں ملخص ہیں روح اللہ ہیں۔ اللہ کی قدرت کا نچوڑ ہیں

ثابت ہوا کہ ان کا کوئی پہلو عقل کے پیمانے پر نہیں پرکھا جاسکتا

☆ان الامام يدبر كل عالم كتدبر الروح فی الجسد

امام وہ ہوتا ہے جو کائنات پر اس طرح اختیارات رکھتا ہے جس طرح جسم پر روح۔ یہی وجہ ہے کہ فرماتے ہیں ......اِناً شئنَا فشاء اللّٰه

جو ہم چاہتے ہیں اللہ وہی چاہتا ہے۔ جب کچھ نہ تھا تو یہ روح مع الجسم تھے اور جب تک نظامِ کائنات رہے گا یہ روح رواں رہیں گے۔ اسی لئے امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا

☆لو خلتِ الارض ساعةً واحدةً من حجة الله لساخت باھلِھا

کہ زمین اگر ایک سیکنڈ کیلئے حجت سے خالی ہو جائے تو دنیا فنا ہو جائے گویا جسم سے روح نکل گئی تو جسم فنا نہیں ہوگا تو کیا ہوگا؟۔کون کہتا ہے عرفان حجت آسان ہے۔ دیکھیں عارفین! دنیا میں بہت سی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔مگر ہر مصنف کا یہ اصول ہے کہ کتاب جتنی ادق ہو، نہ سمجھ میں آنے والی ہواس کا دیباچہ ضخیم لکھا جاتا ہے، مقدمہ بسیط ہوتا ہے، کبھی آپ نے مقدمہ ابن خلدون پڑھا ہے؟

ہاں تو قارئین! میں عرض کر رہا تھا کہ کتاب جتنی ادق ہوگی دیباچہ اتنا طویل ہو گا۔اتنے زیادہ اوراق پر پھیلا ہوا ہوگا تاکہ قاری کو سمجھنے میں دقت پیش نہ آئے، اصل مضمون کو سمجھنے میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔سمجھ گئے میری بات؟

اب دیکھئے کتاب ختم نبوت اتنی ادق تھی، اتنی مشکل تھی، نہ سمجھ میں آنے والی اور مشکل المفھوم تھی کہ ایک لاکھ تیئیس ہزار نوسوننانوے 123999 دیباچے لکھے گئے تب کہیں ختم نبوت کا باب کھلا ...... اتنے انبیاء نہ گزرے ہوتے تو تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سمجھ ہی میں نہ آتی کیونکہ جس طرح اللہ الٰــہ الا الھــہ ہے اسی طرح سرتاج انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نبی الانبیاء نہیں رسول المرسلین ہیں۔اور کتاب حجت کو دیکھیں کہ اتنی ادق تھی، نہ سمجھ میں آنے والی تھی، اتنی اہم تھی کہ گیارہ دیباچے آئے اس کے بعد ختم حجت کا باب کھلا کہ وجودِ حجت آخر معمولی بات نہیں

یوں سمجھ لیجئے کہ پوری کائنات جسم ہے تو جملہ انبیاء روح ہیں جملہ انبیا جسم ہیں تو چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام روح ہیں اور چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام جسم ہیں تو حجت آخرالزمان صاحب العصر والزمان عجل اللہ فرجہ الشریف روحِ رواں ہیں ......صلوات

دیکھئے نا جو شخص ایک لاکھ تئیس ہزار نو سو ننانوے 123999 انبیاء کا قائل ہو، ان کی معرفت کے آخری درجے پر فائز ہو اور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ہو وہ کون ہے صاف ظاہر ہے وہ جو بھی ہو، جو کچھ بھی ہو مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اگر مسلمان نہیں ہے تو کافر ہے بعینہٖ جو شخص تیرہ معصومین علیہم الصلوات والسلام کی معرفت کی انتہا کو پہنچا ہوا ہو، ان کے عرفان میں جناب سلمان و ابوذر کے معیار کو پالے اگر آخری حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کا منکر ہے تو جو کچھ بھی ہو مسلمان نہیں ہو سکتا۔

قارئین! آپ قدرے گھبرا گئے ہیں لیجئے حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرمائیں

☆قال من انکرالقائمؑ من ولدی فقد انکرنی

کہ جس نے میرے فرزند قائم عجل اللہ فرجہ الشریف سے انکار کیا گویا اس نے میرا انکار کیا

اب خود سوچیں کہ منکر رسول اللہ مسلمان ہے یا کافر

امام یازدہم علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں کہ

☆یقول کان بکم قد اخلفتم بعد فی الخلف منی امامان المقربالائمه بعد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم المنکرلولدی کمن اقر بجمیع انبیاء الله و رسلهٖ ثم انکرنبوة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

تو انہوں نے بھی یہی مثال فرمائی ہے کہ ہمارے آخری لختِ جگر کا منکر ایسا ہے جیسے سارے انبیا و رسل کا اقرار کرتا ہوا و رسر تاج انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا منکر ہو

حقیقت یہ ہے کہ چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام اور اثنا عشر آئمہ علیہم الصلوات والسلام میں سے ایک کا بھی منکر ہے تو کل کا منکر ہے۔ فرمانِ رسول ہے المقربهم مومن والمنکر

بھم کافر

انہی کا اقرار کرنے والا مومن ہے اور انہی کا منکر کافر ہے

تو ثابت ہوا کہ باقی گیارہ آئمہ علیہم الصلوات والسلام کی ولایت اور معرفت میں چاہے کوئی جتنا بلند ہو جائے مگر اس آخری امام عجل اللہ فرجہ الشریف کی معرفت و اقرار کے بغیر سبھی کچھ بے کار ہے

محترم قارئین! ایک سیڑھی اور بلندی کی طرف بڑھیں۔ حجت آخر ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف وہ ہیں کہ جو آئمہ علیہم الصلوات والسلام کے بھی امام ہیں، حجج اللہ کی بھی حجت ہیں، یہ مقام ہے کہ جہاں دورِ غیبت کے مومنین فخر کر سکتے ہیں دیکھئے نا ایک مرتبہ امام صادق علیہ الصلوات والسلام سے کسی نے سوال کیا کہ......

☆ متی یقوم القائم عجل الله فرجه الشريف

اس شخص کی زبان پر نام آنا تھا کہ صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام سرو قد ادب سے کھڑے ہو گئے، دونوں ہاتھ ماتھے پر رکھ کر صلوات پڑھی۔ اس شخص نے تین مرتبہ نام پاک تلاوت کیا، امام علیہ الصلوات والسلام نے تین مرتبہ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر صلوات پڑھی اور ادب سے اٹھ کھڑے ہوئے، اس نے عرض کی آقا یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے بیٹے کی اتنی تعظیم کی ہے، پوتے کی اس قدر تعظیم کی ہے، آپ تو ان کے جدِ گرامی ہیں اولاد صالح غلام کی طرح ہوتی ہے۔ اس قدر تعظیم کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا تمہیں معرفت نہیں ہے۔ میں نے ان کی تعظیم بیٹا سمجھ کر نہیں کی بلکہ حجت اللہ سمجھ کر کی ہے کیونکہ حجت اللہ کی تعظیم واجب ہے۔ جب ان کا ظہور اِجلال ہو گا

اور وہ دنیا پر حکومت کریں گے تو ہم ان کے پیچھے چلیں گے، وہ آگے چلیں گے، آخر وہ ہمارا سردار ہے، سید الائمہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہے، اس نے عرض کی آقا وہ آپ کے بھی سردار ہیں

فرمایا صرف میرے ہی نہیں بلکہ غور سے سن میرے جد گرامی تاجدار نجف علیہ الصلوات والسلام اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں

☆وسید نا القائم عجل الله فرجه الشريف مستندِ ظهره الى الكعبة و يقول الاومن اراد ان ينظر الىٰ محمدٍ صلى الله عليه وآله وسلم وامير المومنين عليه الصلوات والسلام فها انا ذا محمدٍ صلى الله عليه وآله وسلم وامير المومينين عليه الصلوات والسلام

امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں کہ ہمارا سردار ہمارا آقا حجۃ ابن الحسن القائم عجل اللہ فرجہ الشریف تشریف لائیں گے تو فرمائیں گے کہ جس نے تاجدار انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا ہو جس نے امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام کو دیکھنا ہو دعوت عام ہے وہ مجھے دیکھ لے کیونکہ میں ہی تاجدار انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور میں ہی امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام ہوں

تو امام صادق علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں کہ ہمارے جدِ اعلیٰ بھی انہیں اپنا سردار سمجھتے ہیں تو میں انہیں اپنا سردار کیوں نہ کہوں؟ حقیقت یہ ہے کہ حجت آخر سید الائمہ علیہم الصلوات والسلام ہیں۔ اماموں کے بھی سردار و آقا ہیں

☆من حيث التكوين من حيث المراتب بارہ چودہ کا نور نورِ واحد ہے۔ ان کا نور ایک دوسرے سے ذرا بھر کم و بیش نہیں ہے پھر پاک حسنین علیہم الصلوات والسلام تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کیوں کرتے تھے؟۔ احترام و ادب کیوں کرتے تھے؟

کیا بحیثیت والد کے احترام کرتے تھے؟ ہرگز نہیں کیونکہ اگر والد کی حیثیت سے احترام و اطاعت واجب ہوتی تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب عبداللہ علیہ الصلوات والسلام کی اطاعت کرنا واجب ہوتی ...... والد کی اطاعت شرعاً اگر واجب ہوتی تو امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام پر پاک عمران علیہ الصلوات والسلام کی اطاعت کرنا واجب ہوتا مگر ایسا نہیں ہے بلکہ جناب عمران علیہ الصلوات والسلام کو باوجود والد ہونے کے اطاعت فرزند واجب ہے۔ پھر یہ ادب واحترام واطاعت کس کی وجہ سے تھی

یہ اطاعت واحترام صرف حجت عصر ہونے کی وجہ سے تھا۔ اگر حجت عصر بیٹا ہوگا تو آپ کو اس کی اطاعت کرنا واجب ہے، آج کل فتوے عام ہیں مجھ غریب کو تو قدم قدم پر خطرات کا سامنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی مفتی مفت میں فتویٰ نہ دے دے اس لئے کوشش کرتا ہوں کہ ہر دعوے کی دلیل دیتا چلوں کیونکہ

A claim should be with arguments

دعویٰ دلیل کے ساتھ ہوتا ہے۔ دیکھئے 19 رمضان کو تاجدار نجف علیہ الصلوات والسلام کی ریش سرخ ہوئی، زلفیں قربان ہوئیں، عمامہ کئی حصوں میں تقسیم ہوا، 21 ماہ رمضان کی شب کو سرکار علیہ الصلوات والسلام نے رحلت فرمائی۔ جملہ کتب بتاتی ہیں کہ آپ نے اپنے فرزند اکبر امام مسموم حسن علیہ الصلوات والسلام کو وصیت فرمائی کہ میرے جسم اطہر کو تابوت میں بند کر کے وادی السلام کی طرف چلے جانا، تمہیں وہاں ایک نقاب پوش ملے گا، میرے تابوت کو ناقہ پر رکھ کر وہاں جانا، جب نقاب پوش آ کر میرا تابوت طلب کرے تو انکار نہ کرنا، اسے تابوت دے دینا، ناقہ کی مہار اسے تھما دینا، لیکن حجۃ اللہ عصر ہو کر حکم دیتا ہوں کہ اس سے یہ نہ پوچھنا کہ تم کون ہو؟

یہ وصیت تھی جسے بچہ بچہ جانتا ہے، اب کوئی کتاب نہیں بتاتی کہ آپ نے نہ پوچھا ہو آپ بتائیں کہ کیا نقاب پوش سے نہیں پوچھا تھا، ضرور پوچھا تھا

واقعہ یوں ہوا کہ جب وادی نجف یعنی وادی السلام میں تابوت کو لے کر پہنچے تو ایک نقاب پوش سامنے آیا، حجت عصر امام علیہ الصلوات والسلام نے حسب وصیت تابوت والی ناقہ کی مہار ان کے حوالے کی، چند قدم واپس چلے، ہٹ کر دیکھا تو ناقہ کو لے کر نقاب پوش جا رہا ہے، آپ نے وہیں سے آواز دی

☆ایها القادم قف علیٰ اقدامك ...... اے جانے والے اپنے قدموں پر رک جا

نقاب پوش کے قدم رکے، قریب جا کر سوال کیا۔ من انت و من اسمك تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے۔ نقاب پوش نے سوال کیا ''کیا تمہیں اپنے والد کی وصیت یاد نہیں رہی'' فرمایا یاد تھی اسی لئے تو مہار تمہارے حوالے کر کے چند قدم پیچھے چلا گیا تھا اب حجت عصر ہو کر حکم دیتا ہوں بتا تو کون ہے؟ چہرے سے نقاب الٹا

☆فکشف الامام عنه وجهه فاذاهو بعلی ابن ابی طالب علیه الصلوات والسلام

مسکرا کر فرمایا حسن علیہ الصلوات والسلام بیٹے میں تمہارا باپ علی علیہ الصلوات والسلام ہوں

گویا حجت عصر جب اپنے اختیارات اور عہدے کو استعمال کرے تو باپ پر بھی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔ والد پر حکم کی تعمیل ضروری ہو جاتی ہے۔ ثابت ہوا جو بھی اپنے وقت کا حجت اللہ ہو گا حکم اسی کا چلے گا، اطاعت اسی کی ہو گی۔ یہاں تو ویسے بھی سمجھنا محال ہے کہ باپ کون ہے بیٹا کون ہے

اب واضح کر چکا ہوں کہ حکم حاکم وقت کا چلے گا۔ اسی لئے جب ہمارے امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف تشریف لائیں گے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ان کے ساتھ ہوں

گے ۔ چہاردہ معصومین علیہم الصلوات والسلام جمع ہوں گے، حرم کعبہ میں نماز کی صفیں استوار ہوں گی، گیارہ دادے پیچھے صف میں کھڑے ہوں گے، آگے حجت عصر کھڑے ہوں گے، اللہ اکبر

مسئلہ رجعت بھی قابل بیان ہے تفصیل پھر کبھی۔ شیخ محمود عراقی کتاب دار السلام میں امام صادق علیہ الصلوات والسلام کا فرمان لکھتے ہیں کہ جو ہماری رجعت کا قائل نہیں وہ ہم سے نہیں اور ہمارے چہاردہ انوار علیہم الصلوات والسلام کی رجعت ایک ساتھ ہے۔

بعض کتب نے رجعت کو ادوار پر تقسیم کیا ہے اس پر بھی پھر کبھی لکھوں گا

مقام حجت کو حجت ماقبل و مابعد ہی سمجھ سکتا ہے۔ حجت مابعد چاہے تو اپنے ماقبل کے احکامات منسوخ فرمادے یا پابندیاں بڑھا دے اور جب تک ارتقائے کائنات جاری ہے حجت کے احکامات میں ارتقا ضروری ہے اور حد کمال بشر میں اظہارِ کمال حجت ہوگا اور وہ زمانہ ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا زریں دور ہے کہ یہاں پہنچ کر اللہ کی حجت بالغہ اپنے صفات اِلٰہیہ کا مکمل اظہار و کمال کا نمونہ پیش فرمائے گی

روپ انسانی ہوگا، جمال اِلٰہی ہوگا، شکل عبادی ہوگی، کمال ربی ہوں گے، جامہ بشری ہوگا، قدرت توحیدی ہوگی ...... یہ ہے وہ حجت آخر

.... ☆☆ ....

باب پنجم

﴿حجت آخر عجل الله فرجه الشریف﴾

تاریخ ۲ محرم الحرام ۱۳۹۷ ہجری

اَلحُجَّةُ قبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

محترم قارئین !

حجت آخر کے عنوان سے یہ میری پانچویں تقریر ہے ابھی تک میں لفظ حجت کو واضح کر رہا ہوں اور اب حجت آخر کی طرف بھی بڑھ رہا ہوں ☆الحجة مع الخلق سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب تک خلق رہے گی حجت کا وجود ساتھ ساتھ رہے گا۔ اسی کی وضاحت کیلئے امیر نجف علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا ☆لا تخلو الارض من حجة اللہ زمین کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جب حجت نہ ہو۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ دنیا اسے پہچانتی ہو۔ کیونکہ عدم وجدان ، عدم موجودگی کی دلیل نہیں ہوتا۔ اگر مجھے معلوم نہیں تو وہ ہے ہی نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ☆الناس اعدا ما جھلوا لوگ تو اس کے دشمن ہو جاتے ہیں جسے پہچانتے نہیں جس سے جاہل ہوتے ہیں۔ یہ جہالت مانع حجت نہیں ہو سکتی

حقیقت تو یہ ہے کہ اختیار مذہب و جملہ معتقدات نجات کیلئے ہوتے ہیں۔ یعنی مذہب اپنانے کی وجہ غرض نجات ہے۔ اعتقادات کا فلسفہ نجات کے گرد گھومتا

ہے۔ گویا ہر اعتقاد رکھنے والے کا مقصد ہے نجات، مطلوب ہے نجات اور نجات موقوف ہے معرفت پر، جب تک معرفت نہیں نجات نہیں

حدیث ہے

☆ من مات ولم یعرف امام زمانه عجل الله فرجه الشریف فقد مات میتة الجاهلیه

یعنی معرفت یہ ہے کہ کسی شے کے آثار میں تدبر و غور و فکر کر کے اس کا ادراک حاصل کرنا ☆ان الاثار تدل علی المؤثر کہ آثار مؤثر کی دلیل ہوتے ہیں پہچان کے ذرائع ہوتے ہیں۔ کرنوں سے سورج کے وجود کو پہچاننا عرفان ہے اور یہ علم سے بلند ہے۔ اخص ہے۔ دیکھئے نا! ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے علم کی ضد جہل ہے اور معرفت کی ضد ہے انکار۔ جہالت کے معنی لاعلمی کے ہیں اور جاہلیت کے معنی ہیں جانتے پہچانتے ہوئے انکار کرنا۔ اسی لئے من مات ولم یعرف امام زمانه سے ملتی جلتی ایک حدیث معنی کو واضح کرتی ہے کہ

☆قال من انکر القائم من ولدی فی زمانِ غیبة مات میتة الجاهلیه

کہ جس نے دور غیبت میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے انکار کیا یعنی معرفت حاصل نہ کی تو وہ مر گیا جاہلیت کی موت کہ معرفت کی ضد انکار ہے

علم اور معرفت میں ایک اور فرق بھی ہے کہ انسان خدا کو آثار سے پہچانتا ہے اور خدا ہر چیز کو بغیر آثار کے ذات سے پہچانتا ہے۔ گویا آثار سے پہچاننا معرفت ہے اور ذات سے پہچاننا علم ہے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ جعفرؑ یعلم الله کہ جعفرؑ خدا کو جانتا ہے کیونکہ خدا کو بغیر آثار کے مخلوق کیلئے جاننا محال ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے جعفرؑ یعرف الله کہ جعفرؑ خدا کو اس کے آثار سے پہچانتا ہے اور آثار میں غور و

فکر کرنا ہی تلاش دین حق ہے ثابت ہوا کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی معرفت کے بغیر ابوجہل کے مقام کو حاصل کرنا ہے اور معرفت کا ایک پہلو اور بھی ہے کہ کسی کے آثار تلاش کرنا مثلاً عرفه للضالة گم شدہ چیز کو ڈھونڈنا۔تو معرفت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ حقوق امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف تلاش کرنا، فرائض و مراتب حجت کو سمجھنے کی کوشش وغیرہ

تو نجات ہے معرفت پر، اگر معرفت نہیں تو اعمال بیکار ہیں بلکہ اعمال بذاتِ خود ابواب جہنم کی کلید بن جاتے ہیں۔ارشاد قدرت ہے

☆عاملة ناصبة تصلى نارحاميه

اب دیکھئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ حجت اللہ کی معرفت کیوں ضروری ہے؟

صرف اس لئے کہ ان کی معرفت کے بغیر اللہ کی معرفت ہو نہیں سکتی۔خود حجج اللہ نے واضح فرمایا ہے کہ☆لولانا ما عرف الله و لولانا ما عبد الله

ہماری وجہ سے خدا پہچانا جاتا ہے اور اس کی عبادت کی جاتی ہے ہم نہ ہوتے تو اللہ کا عرفان ہی نہ ہوتا۔اس کی عبادت ہی نہ ہوتی گویا اللہ تک رسائی ہی نہ ہوتی

یہ خالق اور مخلوق کے مابین وسیلہ ہیں پھر امام حاضر با لجسم ظاہر کی معرفت بھی قابلِ صد استحسان ہے مگر امام غائب بجسم ظاہر کی معرفت اس سے بھی افضل ہے۔مثلاً لوگوں کے سامنے عبادت کرنا صدقہ دینا بھی اچھا ہے مگر پوشیدہ عبادت پوشیدہ اور صدقہ اس سے کئی گنا افضل ہے لوگوں کے سامنے برائی نہ کرنا اچھا ہے مگر تنہائی میں برائی نہ کرنا اس سے افضل ہے۔کسی دوست کے ساتھ اس کے سامنے وفا کرنا اچھا ہے مگر پس پشت اس کی خیر مانگنا اس کے حق میں دعا کرنا اس کی نصرت کرنا

عمل سابق سے بہتر وافضل ہے

امام حاضر پرا یمان لانا افضل ہے مگرامام غائب پر ایمان لانا اس سے بدرجہ ہا بہتر اورافضل ہےاور یہ زمانہءِ غیبت ایک امتحان ہےاورصرف شیعوں کا امتحان ہے اس امتحان سے غیر کا کوئی تعلق نہیں ۔ امام صادق علیہ الصلوات والسلام سے کسی نے سورہ بقرہ کی پہلی آیات کی تفسیر دریافت کی کہ

☆الم ()ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ()الَّذِيْنَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ

فرمایا کتاب کاتعلق صرف متقین سے ہے غیر متقین سے اس کا کوئی تعلق نہیں

اس نے عرض کی کہ متقین کون ہیں فرمایا

☆فقال المتقون شيعة عليؑ و الغيب فهوالحجة الغائب

فرمایا۔متقین شیعان علی علیہ الصلوات والسلام ہیں اورغیب سے مراد حجت اللہ غائب ہے

ثابت ہوا کہ جس کا حجت غائب پر ایمان نہ ہووہ متقی نہیں وہ شیعہ نہیں ۔

جیسا الجبرا میں کلیہ بتایا جاتا ہے کہ الف برابر ب اورب برابر جیم گویا جیم برابر الف

یعنی جس کا ایمان حجت غائب پرنہیں وہ شیعہ نہیں ۔ یا پہلے دو جزو کو رد کردو یا آخری جزو کوتسلیم کرلو۔

☆ان القرآن يفسر بعضه بعضا

جس طرح قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر کرتی ہیں اس طرح احادیث بھی مثال کلام اِلٰہی ہیں ۔سرتاج انبیاءصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

☆افضل اعمال امتی انتظار الفرج

میری امت کے جملہ اعمال سے افضل عمل میرے آخری بیٹے کا انتظار ہے۔یہی دورغیبت کے مومنین کا فریضہ اولین ہے۔یعنی امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی انتظار ہی فریضہ اولین ہے۔انتظار کے بارے میں لوگوں کا مقولہ ہے☆الانتظار اشد من الموت کہ انتظار موت سے بھی زیادہ شدید ہوتا ہے۔اگرموت سے زیادہ شدید ہے تو انتظار ہے ورنہ نہیں ہے، انتظار کی پہچان اسی میٹر پر ہوسکتی ہے، اسی کسوٹی پر ہوسکتی ہے، انتظار اتنا بڑا عمل ہے کہ جملہ اعمال سے افضل قرار دیا گیا ہے تو اس کیلئے مشقت بھی اتنا ہی ہونی چاہئے

یعنی مزدور جب مزدوری کرتا ہے تو جتنی مشقت کرتا ہے اتنا ہی اجر لیتا ہے بغیر مشقت کے کوئی ماجور و مثاب نہیں ہوسکتا، انتظار اتنی مشقت تو ہے کہ جملہ اعمال سے افضل قرار پائی ہے کیونکہ انتظار اشد من الموت ہے اور امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے منتظر کے فضائل میں یہی فرمایا ہے کہ

☆المنتظر لا مرنا کا لمتشحط بدمهٖ فی سبیل الله

ہمارے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کا منتظر ایسا ہے جیسے شہید فی سبیل اللہ اپنے خون میں لوٹ رہا ہو۔یعنی سبیل کی کیفیت بتائی جارہی ہے گویا زندگی اور موت کا درمیانی وقفہ جو اشد من الموت ہے وہی کیفیت تو ہے۔ظاہر ہے ہر مکلّف کو اتنا اجر ملتا ہے جتنی مشقت کرتا ہے

تکلیف شرعی کیا ہے؟۔اصلاحِ شرع میں تکلیف کے معنی اورتعریف کیا ہے علامہ حلی فرماتے ہیں کہ

☆التکلیف هو بعث من یحب طاعته علی ما فیه المشقة علی جهة

الابتدآءِ بشرط الاعلام

شارحین نے مافیہ المشقۃ کی شرط سے ان افعال کو جو بذات خود پسندیدہ ہیں یا جن میں مشقت نہیں خارج کر دیا ہے۔ مثلاً نکاح، لذیذ غذا، بہترین لباس گو حلال ہیں مگر ان میں تکلیف شرعی کو دخل نہیں ہے

اللہ نے ثواب عطا کرنے سے قبل انسان کو کچھ افعال کا مکلّف فرمایا اور جتنی مشقت ہوگی اتنا ثواب بڑھے گا۔ انتظار کو جملہ اعمال سے افضل قرار صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ اس میں جتنی مشقت ہے وہ کسی چیز میں نہیں کیونکہ الانتظار اشد من الموت۔ اگر موت سے شدید نہیں تو انتظار نہیں پھر ثواب کیسا؟

اس لئے جملہ اعمال کے سامنے جب انتظار آتی ہے تو ہر عمل اپنا وجود کھو دیتا ہے۔ گویا سورج طلوع ہوا اور ستاروں سیاروں کے وجود اس کے سامنے معدوم ہو گئے گو رہتے ہیں مگر اپنی کشش اور چمک کھو دیتے ہیں اللہ نے خود ایک ایسا مظاہرہ کر دیا جس سے باقی اعمال سے انتظار کو پر یفر کیا ہے ترجیح دی ہے

مثلاً ☆انی جاعِل فی الارض خلیفۃ کے اعلان کے بعد جسدِ آدم تخلیق ہوا۔ خلیفہ بن چکا، اب اس میں روح نے آنا ہے، روح کا انتظار ہے، اللہ عزوجل نے ملکوت کو حکم دیا کہ اپنی عبادت چھوڑ دو

☆وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِن رُّوحِیۡ فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِیۡنَ (ص72)

جب اس جسدِ خاکی میں روح اللہ آجائے تو سب سجدے میں گر جانا۔

اب آدم علیہ السلام کے گرد ملکوت کی صفیں استوار ہوئیں، جو ملکوت رکوع میں تھے انہوں نے رکوع کو چھوڑ دیا، جو سجدہ میں تھے انہوں نے سجود کو خیر باد کہہ دیا، جو

قیام میں تھے ان کا قیام قائم نہ رہا، جو قعود میں مصروفِ عبادت تھے انہوں نے قعود چھوڑا، کسی نے تسبیح چھوڑی، کسی نے تہلیل کو چھوڑا، حکم ہے انتظار کرو کس کا روح اللہ کا

اب ملکوت کی عبادت کے سامنے جب انتظار کا خورشید طلوع ہوا تو سبھی ملکوت اولین عبادت انتظار کو قرار دے کر محو انتظار ہوئے، حاملین عرش سے لے کر موٴکلان کائنات تک اپنی اپنی عبادات کو چھوڑ کر محو انتظار ہیں کیونکہ انتظار ایسی عبادت ہے جس کے سامنے کوئی عبادت عبادت نہیں ہے۔ ایک بات آ رہی ہے ذہن میں وہ بھی عرض کرتا چلوں

ان منتظرین میں سے ایک ابلیس بھی تو تھا، وہ بھی انتظار کر رہا تھا۔ گویا سوچ سوچ میں فرق تھا کوئی خاک سمجھ کر محو انتظار تھا، کوئی نور سمجھ کر محو انتظار تھا، کوئی اپنی عبادات کے گھمنڈ میں، کوئی خاص رول ادا کرنے کی سوچ رہا تھا، کوئی سجدوں کے اشتیاق میں سراپا انتظار تھا، کوئی سجدوں کے خلاف فتوے لگانے کیلئے انتظار کر رہا تھا اور کوئی لاکھوں سجود قربان کرنے کیلئے محو انتظار تھا۔ کسی پر عنایات کی برسات ہونے والی تھی تو کسی پر ابدی لعنت کی بوچھاڑ ہونے والی تھی۔ منتظر دونوں تھے۔

یہاں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے انتظار کا منظر بھی ماضی سے ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ وہاں صرف ایک چودھری تھا۔ یہاں اسی ۸۰ ہزار عمامہ پوش، قبا بدوش، مولوی تلوار کی زد میں آئیں گے۔ کیونکہ ابلیس کو تو وقت معلوم یعنی خروج تک کی مہلت تھی کہ جب امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا خروج ہوگا تو ابلیس کا وقت ختم مہلت ختم ہو

جائے گا پھر اس کی ناجائز اولاد کو مزید وقت کیسے دیا جا سکتا ہے بات کہاں سے کہاں تک جا پہنچی

گویا انتظار وہ فریضہ ہے جس کے سامنے جملہ عبادات وفرائض دم توڑ دیتے ہیں یہ افضل ترین عمل ہے اور فضیلت ہے مشقت کے ساتھ۔ اس لیے امام صادقؑ علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ جو شخص ہمارے آخری فرزند کے انتظار سے صرف ایک دن غافل رہے گا ☆ھولیس بشیعتنا وہ ہمارا شیعہ کیسے ہوسکتا ہے جو شخص پورا عشرہ انتظار سے غافل رہا تو اس کی مثال ایسی ہے ☆ھو خارج من مذھبنا کہ وہ ہمارے مذہب سے بھی خارج ہے۔ جو انتظار سے ایک مہینہ غافل رہا اور پھر وہ شخص مرجائے تو ☆فادفنوہ فی مقابر زنادقه اس ملعون کو یہودیوں کے قبرستان میں دفن کردو یہ مسلمانوں کے قبرستاں کے قابل ہی نہیں ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر انتظار اتنا اہم فریضہ ہے تو اس فریضہ کو ادا کرنے والے کا کیا مرتبہ وعزت ہے، اس کا مقام کیا ہے، اجر وثواب کیا ہے؟

تو یہی سوال ابوبصیر نے اپنے امام زمانہ صادق آل محمدؐ علیہ الصلوات والسلام کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا تو جواباً فرمایا کہ

☆یا ابا بصیر طوبی لشیعة القائم عجل الله فرجه الشريف المنتظرين لظهورهٖ فی غیبتهٖ ( )

ابوبصیر طوبیٰ ہے حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کے شیعیان کیلئے کہ دور غیبت میں ان کے ظہور اجلال کے منتظر ہوں گے انتظار کرنے والے ہوں گے۔

اس نے عرض کی حضور اگر کوئی انتظار کرتے کرتے دنیا سے رحلت کر جائے اور

امام عصرؑ عجل اللہ فرجہ الشریف کے زمانے کو نہ پا سکے یا قبل از خروج فوت ہو جائے تو کیا اس کی یہی فضیلت ہے۔فرمایا تو نے بہترین سوال کیا ہے۔اس سوال کا جواب مومنین کے قلوب میں انتظار کو استحکام بخشے گا۔ذرا غور سے سنو

☆من کان منتظرا لهذا الامر کمن کان مع القائم عجل الله فرجه الشریف فی فسطاطه

جو ظہور و خروج حجتؑ کا منتظر ہے وہ ایسا ہے جیسے اپنے امامؑ کے خیمے میں موجود ہو یہاں تک ہے کہ۔

☆بل کضارب بین یدی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

وہ ایسا ہے جیسے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خیبر و خندق اور بدر و حنین میں جہاد بالسیف کر رہا ہو گویا فرمایا جا رہا ہے کہ اگر موت آ بھی جائے تو ایسا ہے جیسے جنگ بدر میں شہادت پائی اسے بھی مردہ نہ کہو

☆من مات علی حب آل محمد علیهم الصلوات والسلام مات شهیدا

ویسے بھی حب آل محمد علیہم الصلوات والسلام رکھنے والے کو مردہ نہیں کہنا چاہیئے کیونکہ وہ شہید ہے تو قائم آل محمدؑ عجل اللہ فرجہ الشریف اور بقیہ آل محمدؑ عجل اللہ فرجہ الشریف کی انتظار میں جان دینے والا افضل الشہدا نہیں تو کون ہے؟ انتظار کتنا اہم فریضہ ہے مگر انتظار ہو......

الانتظار اشد من الموت

یہ انتظار موت سے زیادہ شدید ہو گی تو انتظار ہے ورنہ نہیں۔

محترم قارئین!

چند کام ایسے ہیں جن میں اللہ بھی مومنین کے ساتھ ہے مثلاً محمد و آل محمد علیہم الصلوات والسلام

پر صلوات پڑھنے میں وہ بھی ساتھ ہے۔ملعونین پر لعنت کرنے میں بھی وہ ہمارے ساتھ ہے کہ ہمارے ساتھ مل کر لعنت کرتا ہے ہم مخلوق بن کر لعنت کرتے ہیں وہ خالق بن کر لعنت کرتا ہے۔اور ایک امر انتظار ہے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ محو انتظار ہے سورۂ یونس میں ہے۔

☆قُل فَانتَظِرُواْ إِنِّی مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِيْن (یونس 20)

کہ اے رسول کائنات فرمادیں امت سے کہ وہ بھی آنے والے کا انتظار کریں اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظرین میں شامل ہوں۔

کتنا دلکش ہے وہ پردہ نشین، کتنا دلبر ہے، اور اندازِ حجاب کیسا ہے کہ پردہ اٹھنے کے انتظار میں اللہ عزوجل بھی منتظرین کی صفوں میں آنکھیں بچھائے بیٹھا ہے بھلا جس کا منتظر خداوند کائنات ہو اس منتظَر کے کیا کہنے

میں عرض کرتا ہوں خالق یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں آواز آئی کیا دیکھ رہے ہو عرض کی خالق یہ آپ ہمارے ساتھ منتظرین کی صف میں کیوں آکر بیٹھ گئے۔اعلیٰ حضرت آپ اس منتظر حجت عصر بھی خالق ہیں باری ہیں آپ بھی اپنی تخلیق کا انتظار کرتے ہیں؟۔آواز آئی تو نے شاید قرآن میں میرے نام نہیں دیکھے۔عرض کی خالق تیرے اسماء الحسنیٰ دیکھے تو ہیں مگر آپ کی مراد کس نام سے ہے فرمایا۔ناسمجھ میرے اسمائے حسنہ سورہ حشر میں نہیں دیکھے

☆السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ (حشر23)

میرا نام مومن بھی ہے اور میں نے جب دیکھا کہ کوئی مومن مومن نہیں ہوسکتا جب تک امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام کا انتظار نہ کرے تو میں نے بھی اپنے خوبصورت نام

کی لاج رکھوانے کو خود کو انتظار کرنے والوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔
دوسری بات یہ ہے کہ سبھی مومن انتظار کر رہے ہیں اور میں نے انتظار نہ کیا تو یہ مومنین مجھے اللہ کہیں گے۔ خالق کہیں گے۔ باری کہیں گے رحیم و رحمٰن کہیں گے مگر مومن نہ کہیں گے۔ اس انتظار سے یہ مومن بھئی مجھے مومن تو سمجھیں گے
دیکھا قارئین کہ خدا بھی منتظر ہے یعنی انتظار وہ اہم فریضہ ہے کہ جس میں خدا بھی شامل ہے۔
محترم قارئین!
جملہ کتب غیبت لکھتے ہیں کہ سرکار زمانہ حجت العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کو تین سو تیرہ اصحاب کی ضرورت ہے یعنی جب تین سو تیرہ اصحاب مکمل ہو جائیں گے تو آپ خروج فرمائیں گے۔ سواد اعظم کی کتب میں تین سو ساٹھ بھی ہیں۔ یعنی حجت العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کو تین سو تیرہ عرفا کی ضرورت ہے۔ ان کی تفصیل بھی کتب نے بتائی ہے کہ کتنے اصحاب کس شہر سے ہوں گے مختصر عرض کر دوں
پانچ اصحاب تو رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں، اٹھتر اصحاب خاندانِ سادات سے ہوں گے، سات اصحاب کہف، چار نبی الیاس و خضر و ادریس و عیسٰی، نو افراد بنی اسرائیل سے ہوں گے، دو سو دس امتی ہوں گے، مختلف شہروں سے آئیں گے، پچاس عورتیں بھی ہوں گی جو تین سو تیرہ کے علاوہ ہوں گی۔ گویا سرکار زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو 363 عارفین کی ضرورت ہے جن کا معیار معرفت اولین و آخرین سے بلند ہو گا
میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ آقا یہ بھی کوئی تعداد

ہے۔ پوری دنیا میں کروڑوں شیعہ موجود ہیں ان میں سے تین سو تیرہ کی بجائے 626 چن لیں اور تشریف لائیں، فرماتے ہیں ہمیں جس معیار کی ضرورت ہے وہ یہاں نہیں ہے میں کہتا ہوں آقا ان میں سے نمازی، روزہ دار، عبادت گزار لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ فرمایا تو تمہاری ضد کا کیا علاج۔ نمازیوں کی اگر مجھے ضرورت ہو تو آؤ ذرا جزائر خضرا کی سیر کرواور دیکھو۔ ستر ہزار نمازی ہر نماز میں میرے ایک فرزند کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں مگر مجھے جس معیارِ معرفت کی ضرورت ہے وہ یہاں بھی نہیں ہیں، میں عرض کرتا ہوں آقا عوام کو چھوڑیں علمائے پاکستان و ایران و عراق کی تعداد ستر اسی ہزار کے قریب ہے۔ ان میں سے تین سو تیرہ علماء کو چن لیں

فرمایا دیوانے یہ کیسی باتیں کر رہے ہو تو نے کتابوں میں نہیں دیکھا کہ میں نے اسی ہزار عالم دین کو تہہ تیغ کرنا ہے۔ تو انہی علماء کی بات کرتا ہے جن کے دلوں کی گہرائیوں میں جو ہے میں بہتر سمجھتا ہوں اگر میرے ہاتھ میں تلوار ذوالفقار نہ دیکھیں تو یہی علما میرے قتل کے فتوے دیں۔ ان اشرارِ خلق اللہ کی مجھے قطعی ضرورت نہیں ہے جو معیارِ معرفت مجھے ضرورت ہے ان میں کہاں۔ عرض کی آقا جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ ارشاد ہوا بولو کیا کہتے ہو

عرض کی آقا آپ کی حکومت اِلٰہیہ میں اربوں کی تعداد میں ملکوت موجود ہیں جو قدسی ہیں، نفوس مجردہ ہیں، ان سے گناہ کا امکان تک نہیں، ان سے معصیت کا ذرا بھرا امکان نہیں، ان میں سے تین سو تیرہ ملکوت کو اپنا نقیب بنالیں خواص بنالیں تاخیر کیسی

ارشاد ہوا جعفرؑ کیسی ناسمجھی کی باتیں کر رہے ہو۔ تو نے قرآن میں نہیں دیکھا کہ جب اللہ نے اعلان فرمایا☆انی جاعل فی الارض خلیفه میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو ملکوت نے اعتراض کیا اور خلیفہءِ ارض کی معرفت بھی حاصل نہ کر سکے جو خلیفہءِ ارض کو نہیں سمجھ سکے وہ خلیفۃ العالمین کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ مجھے جس مقام معرفت کی ضرورت ہے وہ ملکوت میں بھی نہیں

میں نے عرض کی آقا اگر گستاخی معاف ہو تو صرف ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں حکم ہوا ضرور کرو۔ میں نے عرض کی آقا و مولا میرا ذہن کہاں کہ آپ کو سمجھوں لیکن آخری عرض یہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور تاجدارِ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ تین سو تیرہ نبی مرسل ہیں تین سو تیرہ رسول ہیں ان میں نہ گناہ کا امکان نہ ترک اولیٰ کا خطرہ۔ معیارِ معرفت ہے تو سب سے بلند انہیں اصحاب ونقبا میں شامل فرمالیں۔ عام لوگوں میں سے مومنین کی تیاری کا انتظار کیسا؟ فرمایا دلیل تو اچھی ہے مگر دیکھو جعفرؑ تو نے ہمارے جدِ اعلیٰ ابوالآئمہ امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام کا فرمان نہیں دیکھا کہ

☆امرنا صعب مستصعب لا يتحمله ملك مقرب ولا نبی مرسل ولا مومن ممتحن

ہمارا امر مشکل ہے بلکہ مشکل ترین ہے جس کے متحمل نہ ملک مقرب ہو سکتے ہیں نہ نبیِ مرسل ہو سکتے ہیں نہ اسے مومنِ ممتحن سمجھ سکتے ہیں...... جب تین سو تیرہ رسول ہمارے امر کو نہیں سمجھ سکتے تو صاحب الامر عجل اللہ فرجہ الشریف کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ ہمیں جس مقام معرفت کی ضرورت ہے اس میں تو صرف تین سو تیرہ افراد ہی ملیں گے

جو فرید الدہر ہوں گے یگانۂ روزگار ہوں گے، دامن کائنات میں گہر لآلی صرف وہ تین سو تیرہ افراد ہیں جو مومنین اولین و آخرین کے فخر ہوں گے۔ مقام معرفت میں اپنی مثال آپ ہوں گے

محترم قارئین! سب کے ذہن میں یہ خیال ابھرا ہوگا کہ وہ افراد کیسے ہوں گے کہ جو مقام حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کو پوری طرح سمجھتے ہوں گے۔ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ مقامِ حجت آخر سمجھنا محال ہے، ناممکن ہے، کتب غیبت میں ہے کہ جب ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کوفہ کو دارالحکومت قرار دیں گے مقام راس الحسین علیہ الصلوات والسلام پہ منبر سجے گا تو پورے منتظرین کے سامنے جملہ فتوحات کے بعد ایک خطبہ انشا فرمائیں گے جس میں اپنا تعارف و عرفان کروائیں گے۔ لکھا ہے کہ اپنے بارے میں صرف ایک فقرہ فرمائیں گے۔ ''صرف ایک''، اس کا ردِعمل یہ ہوگا کہ سرکار زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو اولیاء اوصیاء مومنین، منتظرین سب چھوڑ کے بھاگ جائیں گے۔ صرف بارہ افراد اس فقرے کو برداشت کرسکیں گے۔ ورنہ باقی سب ہی افراد راہِ فرار اختیار کریں گے۔ متحمل نہ ہوسکیں گے مگر ہر فرد جب فرار ہوگا تو جدھر جائے گا سامنے دیواریں آجائیں گی کوئی بھی فرار نہ ہوسکے گا۔ آخر تھک ہار کر واپس مولا کے حضور پیش ہوں گے

☆من لم يجعل الله له شبيها کی مصداق ذات سب پر کرم فرمائیں گے اور سب کے سروں پر دستِ ید اللہ مصداق پھیریں گے۔ اس کا ردِعمل یہ ہوگا کہ مومنین کے عقول کامل ہوجائیں گے۔ معرفت کی تکمیل ہوگی

☆ذالك فضل الله یہ تو اللہ کا فضل ہے

اب خود دیکھئے قارئین ! کہ جو خواصِ سرکارِ حجت عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں وہ کائنات سے معرفت میں بلند، ملکوت سے بلند، کروبیاں اور روحانیین سے بلند، انبیاء سے بلند، سب سے بلند، ہرفرد یکتائے روزگار ہے مگر مقام حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کا پھر بھی متحمل نہیں ہوسکتا۔ جب ایسی شخصیات مقام حجت کے عرفان کے متحمل نہیں ہو سکتے تو حجت عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے خالق کا عرفان کوئی اسپرو کی گولی ہے کہ جسے اغیرے وغیرے ابوہریرے بھی نگل جائیں۔ ہمیشہ چھوٹی شے سے بڑی کا قیاس کیا جاتا ہے۔ جب ذاتِ باری کی اس تخلیق کو سمجھنا محال ہے تو عرفانِ توحید کیسے ممکن ہے

دیکھئے مومنین !

معرفت اور مدارج کیلئے، درجاتِ ابوذر، سلمان کیلئے تو مان لیا کہ مشقت کی ضرورت ہے محبت درکار ہے۔ مگر یہ فرمایئے کہ دعائے تعجیل فرج کیلئے کون سی تکلیف اور مشقت کرنا پڑتی ہے۔ دعا تو مفت ہے کہ دوست دوست کو دعائیں دیتا ہے کسی دکھی اور پریشان دوست کو دیکھ کر ہر دوست دعا دیتا ہے میرے خالق اس کے غموں کا ازالہ فرما اس کے دکھ درد دور فرما یہ دعائیں تو مفت ہیں

چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اس گلشن تطہیر میں مسلسل دورخزاں راج کر رہا ہے، مصائب کی آندھیاں چل رہی ہیں، صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے، آنکھیں اشکوں سے لبریز ہیں، اس کے باوجود اس خاندانِ رسالت کو کوئی دعا نہیں دیتا۔ کیا اسے دوست کہا جا سکتا ہے

دوسرے ممالک سے میرا کوئی تعلق نہیں نہ میں مناظر ہوں، نہ مولوی ہوں، نہ

عالم، نہ علامہ، نہ حجت الاسلام، نہ آیت اللہ، نہ مفتی میں قلندرانہ مزاج رکھتا ہوں۔ اپنے مسلک کے مومنین کو اپنے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے فرائض سمجھاتا ہوں یہی میرا فریضہ ہے

دوستو! ہر روز کم از کم پانچ مرتبہ تو یہ دعا کرلیا کرو کہ یا رب محمدؐ و آلِ محمدؐ اب تو صدیقہ ءِ کونین بنت سرورِ ثقلین صلوات اللہ علیہا کے گھرا طہر کو خوشیوں سے بھر دے

(آمین یارب العالمین)

..........☆☆..........

باب ششم

حجت آخر عجل الله فرجه الشريف

تاریخ ۳ محرم الحرام ۱۳۹۷ ہجری

اَلحُجَّةُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

محترم قارئین!

حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کے موضوع پر پانچ تقاریر ہو چکی ہیں اب زیر بحث ہے اس حدیث کا جز وثانی یعنی الحجة مع الخلق۔ حجت وہ ہے جو خلق کے ساتھ ہو

اب کہنے والے کہتے ہیں کہ مشکل میں حجت کو پکارنا شرک ہے۔ شرک کی تعریف کیا کرتے ہیں کہ جو اللہ کی ذاتی صفات ہیں ان میں کسی کو شریک کرنا۔

بھئی سمجھ میں نہیں آ رہا یہ حضرات خود ہم سے مدد طلب کر لیتے ہیں، جی غریب طلباء کی امداد کریں، ہمارے درس کی مدد کریں وغیرہ وغیرہ۔ یہ مدد تو خود ہم سے طلب کرتے ہیں۔

میں نے ایک صاحب سے عرض کی حضور اپنی امداد کیلئے ہمیں بلاتے ہو اور حجت اللہ کو بلانا شرک کہتے ہو یہ کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ زندہ اور قریب سے مدد لینا شرک نہیں ہے۔ آپ قریب بیٹھے ہیں زندہ بھی ہیں پھر آپ سے مدد لینا کہاں شرک ہے مردہ اور بعید سے مدد لینا شرک ہے۔

مجھے بہت ہنسی آئی اور عرض کی حضور آپ کے شب و روز اللہ تعالیٰ کے زانو پر گزر رہے ہیں زندہ اور قریب سے مدد لینا جائز سمجھتے ہیں اور پھر شرک کی تعریف یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ کی صفات میں کسی کو شریک سمجھنا شرک ہے تو حضور ذرا یہ بھی ارشاد فرما دیں کہ اللہ مردہ و بعید ہے (نعوذ باللہ) کہ مردہ و بعید سے مدد مانگنا شرک باللہ ہے اگر زندہ اور قریب سے مدد لینا جائز ہے اور شرک نہیں ہے تو کیا اللہ زندہ و قریب نہیں ہے حالانکہ وہ فرماتا ہے کہ ☆انا حی لا یموت اور کہیں فرماتا ہے کہ وہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور ہمیشہ زندہ ہے۔

اصل میں شرک تو یہی ہے کہ جو لوگ ہم سے مدد چاہتے ہیں۔ میں بھی آپ کے قریب بھی ہوں اور زندہ بھی ہوں۔ بقول آپ کے اللہ بھی آپ کے قریب بھی ہے اور زندہ بھی ہے۔ بقول قرآن شرک تو یہ ہے نہ کہ مردہ سے مدد طلب کرنا۔

اور آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام تو کجا ان کے محبت کرنے والوں کو مردہ سمجھنا بھی غلطی ہے کیونکہ حدیث پاک میں فرمان معصوم ہے کہ☆ من مات علیٰ حب آل محمد علیہم الصلوات والسلام مات شهیدا کہ جو ان کی محبت میں مر جائے تو وہ شہید ہے اسے مردہ مت کہو

قرآن کہتا ہے کہ شہید کو مردہ نہ کہو۔ ان کا مردہ کہنا ہی خالق کو ناگوار ہے اور جہاں تک قریب کا تعلق ہے تو الحجة مع الخلق سے ظاہر ہوتا ہے کہ حجت اللہ بھی ساتھ ہے، قریب ہے، اور زندہ جاوید ہے، آپ کے دونوں شرطوں سے ہمارا شرک بری ہے اور اگر زندہ اور قریب سے مدد لینا شرک ہے تو سب سے بڑے مشرک آپ ہیں کہ خود ہی قانون وضع کرتے ہیں اور خود ہی قانون شکنی کے

مرتکب ہوتے ہیں اس جواب پر وہ صاحب داڑھی کھجلا کر رہ گئے

دیکھئے قارئین! کسی نبی کا کوئی فعل مذموم نہیں ہوتا، برا نہیں ہوتا، خاص طور پر جس فعل کو خود اللہ عزوجل بھی نگاہ استحسان سے دیکھے اور اپنی کتاب میں فخریہ بیان بھی کرے اس پر اعتراض کیسا؟۔ جناب لوط علیہ السلام کا واقعہ پڑھیں

قوم نے خانۂ لوط علیہ السلام کو گھیرا ہوا ہے چاروں طرف سے گھیرا تنگ ہونے لگا انتہائی بے بسی کے عالم میں سرد آہیں بھر کر نبی کے ہونٹوں سے ایک فقرہ نکلا جو کلام اِلٰہی بن گیا

☆قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ (ھود80)

اگر میرا بس چلتا تو میں ان کے مقابلے میں ''قوت'' اور رکن شدید کی پناہ حاصل کرتا ان سے مدد مانگتا

شیخ صدوق امام صادق علیہ الصلوات والسلام کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معنی قوۃ اور رکن شدید دریافت کیے تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عالم بے بسی میں لوط نبی نے حسرت سے کہا کہ کاش میں ''قوۃ'' سے استمداد کرتا مدد حاصل کرتا۔ راوی نے عرض کی قوت کون ہے فرمایا کہ......

القوۃ ھو القائم عجل اللہ فرجہ الشریف

قوت ہمارا آخری فرزند ہے جس کی مدد کی حسرت لوط علیہ السلام کے دل میں پروان چڑھ رہی تھی اور رکنِ شدید حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کے اصحاب ہیں۔ جن میں سے ہر فرد لاکھوں پہ بھاری ہوگا

اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ جس ذات کے اصحاب کی مدد کی حسرت انبیاء

کرتے ہیں کیا ان سے مدد طلب کرنا جائز ہی نہیں

حقیقت تو یہ ہے کہ معاملہ جس کے ہاتھ میں ہو مدد اسی سے طلب کی جاتی ہے۔ دنیاوی معاملات کو دیکھیں جب کسی مجاز آفیسر کے پاس کیس ہو اور اسے جملہ اختیارات بھی حاصل ہوں تو اس کیس کے ضمن میں وہی مدد کرتا ہے۔ مدعی یا مدعا الیہ کی امداد صدرِ مملکت بھی نہیں کرسکتا۔ گو عہدے میں کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو، اس سے تعلقات اچھے ہی کیوں نہ ہوں مگر جب امداد طلب کریں گے تو بالواسطہ ہوگی کہ صدر صاحب ذرا فلاں آفیسر سے ہمارا کام کروا دیں، خود اسے کام کرنے کو نہیں کہیں گے بلکہ مجاز آفیسر سے کروانے کو کہیں گے یہ عام اور معمولی کام علاقائی ضلعی صوبائی کام تو وہی آفیسر کرتے ہیں جنہیں اختیارات دے دیئے جاتے ہیں۔

اس کائنات کا مجاز آفیسر ہوتا ہے حجت عصر عجل اللہ فرجہ الشریف جو بھی وقت کا حجت ہوگا وہی مجاز حاکم ہوگا

اس لئے ہمیں بھی سوچنا چاہئے کہ ہمارے جملہ امور اپنے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ہاتھ میں ہیں لہٰذا ہمیں انہی کی منتیں ماننا چاہئیں، انہی سے مدد طلب کرنا چاہیے، جو بھی کام ہوتے ہیں انہی کے دست یزداں صفات سے جاری ہوتے ہیں

ہمارے اعمال وعقائد بھی اسی سرکار سے متعلق ہیں۔ حقوق وفرائض بھی اسی ذاتِ حجت کے ہیں جو ہم پر عائد ہیں اور جواب دہ بھی انہی کے حقوق وفرائض پر ہیں ہم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم لوگوں نے تاجدارِ کائنات شہنشاہ نجف علیہ الصلوات

والسلام کے ساتھ کیا رویہ رکھا۔ ان کی مصیبت میں صفین ونہروان وجمل میں کیا رول ادا کیا تھا۔ بلکہ ہم سے تو اس اپنے وقت کے حاکم کے ساتھ معاملات کی جواب دہی ہوگی۔ اللہ نے مثال دی ہے۔ کیونکہ جب تک مثال سامنے نہ ہو ذہن قبول نہیں کرتا

☆إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِيْ كِتَابِ اللّه (توبہ 36)

اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ یہی کتاب اللہ میں مذکور ہے

اب دیکھئے نا! مہینے بارہ ہیں کیا ہر مہینے کیلئے چاند بھی علیحدہ نکلتا ہے یعنی دوسرا کوئی چاند ہلال سے بدر اور بدر سے ہلال کی طرف راجع ہوکر فنا ہوجاتا ہے

نہیں بلکہ ایک ہی چاند ہے جو بار بار افق پر طلوع ہوکر ادوار کی نشاندہی کرتا ہے اور تواریخ کا تعین کرتا ہے۔

یہی تو ہم کہتے ہیں کہ بحیثیت نورِ رجعت ایک نور واحد ہے جو

☆اولنا وآخرنا واوسطنا وکلنا کا مصداق بن کرابھر رہا ہے من حیث التکوین وہی ایک قمر رجعت ہے جو مطلع ولایت پر بار بار طلوع فرمارہا ہے

پھر یہ بھی ہے کہ قبل از طلوع کچھ وقت چاند تحت الشعاع میں رہتا ہے۔ اجتماع نیرین سے چاند مر نہیں جاتا بلکہ اپنے مربی کی جلوہ گاہ میں رہ کر غائب رہتا ہے

یعنی قمر رجعت کے طلوع سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ آج پیدا ہورہا ہے آج عدم سے وجود میں آیا ہے بلکہ یہ تو اپنے مربی کے ہاں موجود تھا صرف اس کی شعاعوں میں پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ ورنہ موت کا اطلاق ان پر ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ موت بھی مخلوق ہے اور رجعت قبل از مخلوق ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ جس طرح امزجۂ انواع پر سورج

کی شعاعیں اثر انداز ہوتی ہیں اسی طرح چاند بھی اپنے اثرات انواع مختلفہ پر مرتب کرتا ہے۔

قمر در عقرب کو بھی آپ جانتے ہیں۔ اگر چاند عقرب کے قریب ہو جائے تو تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ یہ عین فطرت ہے۔ تھوڑا سا فرق ضرور ہے کہ وہ عقرب عین سے ہے اور یہ الف سے ہے مگر ہیں دونوں عقرب اسی سے میں اپنے مقصد پر دلیل لانا چاہتا تھا کہ چاند ایک ہے جو بار بار طلوع ہو کر تعین شہور کر رہا ہے۔ اور اسی سے اعمال بھی بدلتے ہیں۔ گو چاند وہی ہے جو پچھلے ماہ طلوع ہوا تھا مگر اُس ماہ کے اعمال اور تھے اب تو وہی اعمال واجب ہیں جو اس ماہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایمان تو بارہ مہینوں پر واجب ہے۔ اعمال ہر ماہ اپنے اپنے ہیں یعنی اعمال وہی فرض ہیں جو ماہِ رواں کے ہوں گے۔ مثلاً جو یکم ماہِ رمضان کو روزہ نہ رکھے مستوجب سزا ہے اسی کی ایک حدِ شرعی ہے۔ سزا ہے کفارہ ہے اور جو یکم شوال کو روزہ رکھ لے وہ بھی قابل صد ملامت ہے دیکھیں نا یکم کے لحاظ سے ایک ہی تاریخ ہے مگر مہینے کی تبدیلی نے اعمال کو بدل دیا۔ ثابت ہوا کہ نہ ہم یکم شوال کو یکم رمضان بنا سکتے ہیں نہ یکم رمضان کو یکم شوال

ہاں جب ماہِ رمضان ہوگا تو روزہ فرض ہوگا اور شوال ہوگا تو عید فرض۔ ثابت ہوا کہ اعمال ماہِ راں کے تحت ہوں گے۔ ایمان سب ہی پر ہوگا تو اسی طرح ہمیں بھی اعمال و فرائض اپنے وقت کے ماہِ حجت کے ادا کرنے ہیں اور ایمان سب ہی پر لانا ہوگا۔ ورنہ دین نہ رہے گا۔ اسی طرح تاجدارِ نجف علیہ الصلوات والسلام کے دور میں نہروان وصفین وجمل میں جہاد بالسیف فرض تھا اور حجت آخر کے دور میں انتظار

بالصبر فرض ہے۔

باقی آئمہ علیہم الصلوات والسلام کے ادوار میں منت انہی سے ماننا تھی استمداد انہی سے کرنا تھا اب منت بھی حاکم وقت حجت عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی ماننا چاہیئے اور مدد بھی انہی سے طلب کرنا چاہیئے۔ نصرت بھی انہی کی فرض ہے کیونکہ یہ حاکم مجاز ہیں۔ با اختیار حاکم وقت ہیں جو کچھ طلب کرنا ہو ان سے کرنا چاہیئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس دور میں اس زمانے میں جو کام بھی ہوتے ہیں حجت عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ہاتھ سے جاری ہوتے ہیں کیونکہ یہ حاکم وقت جو ٹھہرے۔

اب کوئی مشکل میں باب الحوائج علیہ الصلوات والسلام کی بارگاہ میں استغاثہ کرتا ہے یا منت مانتا ہے۔ کوئی امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام کی منت مانتا ہے مدد طلب کرتا ہے اور مشکلات حل ہو جاتی ہیں تو یہ مشکلات دراصل حاکم وقت ہی حل کرتا ہے۔ دیکھیئے نا کسی نے مشکل میں تاجدارِ کائنات امیرِ ممکنات علیہ الصلوات والسلام کی بارگاہ قدرت مآب میں عرض کی آقا میری مشکل حل فرمایئے۔ میری امداد کیجئے۔ تو تاجدارِ نجف علیہ الصلوات والسلام اپنے خلف صالح پاک فرزند حجت عصر عجل اللہ فرجہ الشریف سے فرماتے ہیں کہ بیٹا ہمارا ایک موالی ایک محبّ مشکل میں پھنس گیا ہے بیٹا اس کی مشکل حل کر دینا حجت عصر عجل اللہ فرجہ الشریف مشکل حل فرماتے ہیں

ہمیں فخر کرنا چاہیئے کہ ہم اس شہنشاہ یزداں اجلال کی رعیت ہیں کہ پوری کائنات کی ہر چیز کا فیصلہ انہی کے ہاتھ میں تو ہے۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتا بلکہ فرامین سے جو استنباط ہو سکتے ہیں میں تو وہی کرتا ہوں پھر یہ بھی میری عقل کی انتہا ہے بلکہ اس سے بھی کم۔ درحقیقت ان کے فضائل کی ابتدا تو وہاں سے ہوتی ہے

کہ جہاں پر انبیاء علیہم السلام کے عقول کی انتہا ہے۔ اس پر بھی بحث ہوگی

داؤد بن فرقد معلیٰ بن خنیس نے ایک دن بارگاہِ صادقِ آل محمد علیہ الصلوات والسلام میں عرض کی آقا

سورہ قدر ☆ إِنَّـا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ کی تفسیر فرمائیں تا کہ ہم شکوک وشبہات میں نہ الجھیں ۔فرمایا شبِ قدر وہ عظیم رات ہے جو ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے کیونکہ اس میں جملہ ملکوت آ کر بارگاہِ حجت عصر علیہ الصلوات والسلام میں حاضری دیتے ہیں اور اپنے وقت کے حاکم کو گذشتہ سال کا حساب دیتے ہیں اور آئندہ سال کیلئے دستورالعمل حاصل کرتے ہیں

☆تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ (سورہ قدر)

کارکن ملکوت جملہ امور کے احکام اپنے حاکم اعلیٰ سے حاصل کرتے ہیں اور حجت عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کا دستِ قدرت ہر شے کی تقدیر ومقدر کے فیصلے لکھتا ہے

انہوں نے عرض کی کہ ☆ من کل امر سے کون سے امور مراد ہیں

فرمایا صحت وسقم ،موت وحیات ، رزق وخلق وغیرہ میں ملکوت وروح بطور خاص ماذون ہوتے ہیں حجت عصر عجل اللہ فرجہ الشریف سے اذن لیتے ہیں ۔اب رزق آتا ہے تو حجت کے ہاتھ سے ،صحت آتی ہے تو حجت کے ہاتھ سے ،موت آتی ہے تو حجت کے ہاتھ سے ، ذرا ان ابلیسانِ مذہب سے پوچھیں جو ''اخبار غد'' یعنی کل کیا ہوگا کے بارے میں کہتے ہیں کہ سوا اللہ کے کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ ذرا یہاں بھی تاویل فرمادیں کہ جو ایک سال کے جملہ امور اپنے قلم قدرت سے استوار فرمارہا ہے کیا اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ کل کیا ہوگا کل فلاں شخص کیا کسب کرے گا

جو شہنشاہِ مطلق العنان عجل اللہ فرجہ الشریف سال بھر کی تقدیریں لکھتا ہے، موت و حیات کے فیصلے کر رہا ہے، رزق وصحت وسقم کے فیصلے فرما رہا ہے اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ کس کی موت کہاں آنا ہے، کل کیا کمانا ہے وغیرہ وغیرہ، وہی تو حجت ہے جو ہر فرد کی شقاوت اور سعادت کے فیصلے کرے۔ جو کائنات کے ہر امر کو اپنے ہاتھ سے جاری فرمائے۔

اس حد تک تو سبھی مذاہب عالم متفق ہیں کہ کسی ایسی شخصیت کو آنا ہے جو سب سے آخر میں تشریف لائے گی اور جملہ مذاہب کو ایک مذہب پر لائے گی۔ یعنی ایک ایسی ہستی کے سب ہی مذاہب قائل ہیں جو آخری زمانے میں آئے گی اور وہ ذات اپنی مافوق البشری قوتوں سے پوری دنیا کو ایک نقطہ واحد پر جمع کر دے گی۔ اس بات کے مذاہب اقوام عالم قائل ہیں۔ اس پر متفق ہیں

لیکن وہ ہستی کون ہوگی اس کے تعینات جدا جدا ہیں۔ یعنی اس واحد ذات پر ہر مذہب نے ایک نام لگا دیا ہے۔ ہر مذہب اسے اپنے نام سے موسوم کرتا ہے اور انہیں ہی اپنے مذہب کا سپر مین سمجھتے ہیں۔ اور اپنی طرف سے اس ہستی کا نام تجویز کرتے ہیں۔ دراصل وہ وہی واحد شخصیت ہے جس کا نام حجت اللہ بالغہ ہے

اہل توریت انہیں اوقیدموا کہتے ہیں

توراتِ ساوی میں اسے واقید کہتے ہیں

توریت عبرانی میں اسے ماشع کہتے ہیں

باسک وید براہمہ میں اسے منصور کہتے ہیں

ہزار نامہ ہند میں اسے لندِ یطارا کہتے ہیں

ماچارالامان میں اسے فیروز کہتے ہیں

زرطشت کی کتاب ماجاست نامہ میں اسے سردشِ ایزد کہتے ہیں

مزامیں داؤدا ور ماریہ قین میں اسے زندا فریس کہتے ہیں

دواتک اور ارماطش میں اسے شماطیل کہتے ہیں

زبور میں اس ذات کو منذمو کہتے ہیں

صحف ابراہیم میں اسے حاشر کہتے ہیں

پازند میں اسے یزداں شناس کہتے ہیں

انجیل میں اس کو مہمید الآخر کہتے ہیں

پاتیکل میں انہیں راہنما کہتے ہیں

وشنو یک میں اس ذات کو میمون کہتے ہیں

لسان لوط میں انہیں قوۃ کہتے ہیں

عرب بادیہ نشین انہیں ابوالصالح کہتے ہیں

زبان قدرت میں اسے مقدرہ کہتے ہیں

لوح محفوظ پہ اس کا نام حجۃ اللہ البالغہ تحریر ہے

زبان مصطفیٰ میں مہدیؑ کہتے ہیں

زبان مرتضوی میں اس کو منتقم کہتے ہیں

زبان صادق آل محمدؐ علیہ الصلوات والسلام میں انہیں قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کہتے ہیں

لسان اِلٰہی میں اسے صاحب الغیبت کہتے ہیں

اور حقیقی نام وکنیت وہ ہے جو سرورکائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام وکنیت

ہیں۔

یہ ایک ذات واحد ہے جسے ہر مذہب اپنے نام سے پکار رہا ہے۔

اختلاف اسم سے مسمّٰی کی ذات میں تو فرق نہیں آتا سورج کو خورشید، شمس اور سن sun کہنے سے سورج کی ذات پر تو فرق نہیں پڑتا۔

نام سے ایک بات ذہن میں آتی ہے۔ کتب غیبت میں آئمہ طاہرین علیہم الصلوات والسلام کے فرمان موجود ہیں کہ حجت العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کا نام جو بالجہر لے وہ مومن نہیں ہے علامہ مجلسی نے بحار الانوار جلد نمبر ۱۳ میں اس موضوع پر علیحدہ ایک باب قائم کیا ہے باقی کتب میں بھی تفصیل سے لکھا ہے۔ مثلاً امام محمد باقر علیہ الصلوات والسلام سے کسی نے اسمائے آئمہ علیہم الصلوات والسلام دریافت کیے تو اپنے آخری کے نام پر فرمایا کہ ان کا اصلی نام بتانے کا مجھے اجداد سے حکم نہیں ہے۔

صاحب نجم الثاقب نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ امام صادق علیہ الصلوات والسلام سے جب اصلی نام دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ جو ہمارے آخری فرزند کا نام لے وہ ملعون ہے یا اصلی نام سے دور غیبت میں یاد کرے تو وہ شخص ملعون ہے۔ فرمایا کہ ہمارے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کا اصلی نام لینا اس وقت تک حرام ہے جب تک وہ پردۂ غیبت میں ہیں کیونکہ ان کے نام کو بھی پردہ ہے۔

ایک اور حدیث میں لکھا ہے کہ ہمارے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کا جو شخص دور غیبت میں اصلی نام سر عام لے وہ کافر ہے۔ یہ فرمان سخت ہے اس لئے کتاب اور صفحہ بھی بتا تا چلوں کتاب نجم الثاقب اور صفحہ ہے 62

لکھا ہے کہ اصلی نام سے پکارنے والا نام لینے والا نہیں ہے مگر کافر۔

کفایت الاثر میں خود حجت العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کا فرمان موجود ہے کہ ملعونست کسیکہ مرا نام بردر محفل مردم۔

توقیع مبارک عثمان عمری قدس اللہ کے الفاظ یہ ہیں۔ ہر کہ مرا نام بردور مجامعی از مردم باسم من پس براو باد لعنت خدائی تعائی ص ۶۲

کیونکہ نام کنیت میں یہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور شکل وصورت میں بھی یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ ہیں۔

جب تک یہ ذات پردہ غیبت میں ہے ان کے نام کو بھی پردہ میں رکھا گیا ہے اور یہ نکتہ بھی ہے کہ جب اس گھر کا اس خاندان تطہیر کا کوئی مرد بھی پردے میں ہو تو اس کا نام بھی محافل مجامعی میں لینے والا ملعون ہے تو جو ان کی مستورات کا نام عام مجامعی میں بلا القاب اور بے ادبانہ لے وہ کون ہے؟

حافظ مرحوم نے غالباً کہا ہے کہ

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

مخدرات عصمت باپردہ شہزادیوں کے نام بر سر منبر و بلا احترام تلاوت کرنا ہرگز جائز نہیں۔ حدیث جابر بن عبداللہ میں ہے کہ جناب جابر سیدۂ کونین صلوات اللہ علیہا کے در دولت پر گئے اور عرض کی مجھے اس لوح مبارک کی زیارت کرا دیں جس پر اسماء آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھوائے ہیں۔ ملکہ کونین صلوات اللہ علیہا نے فرمایا جابر ہم تجھے ہرگز نہ دکھاتے مگر ہم لوگوں تک حق پہنچانے کیلئے دکھا رہے ہیں مگر دور سے دیکھو اس لوح کو مس نہ کرنا کیونکہ اس لوح مبارک پہ

اسمائے امہات صلوات اللہ علیہن آئمہ معصومین علیہم الصلوات والسلام درج ہیں۔ کسی غیر کا ان ناموں کو مس کرنا، ہمارے پردہ داروں کے نام کو غیر کا چھونا بھی حرام ہے۔ ہاں دور سے زیارت کرلو تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔ (دارالسلام شیخ محمود عراقی ص ۱۹)

تو اس خاندان تطہیر علیہم الصلوات والسلام کی مستورات کا محافل میں نام لینا سوئے ادبی ہے

یہ باتیں ضمناً ہوئیں اپنے مقصد کی طرف لوٹ آئیں کہ جملہ مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ کسی ایسی شخصیت نے ضرور آنا ہے جو پوری دنیا کو ایک مرکز پر کھینچ لے گی اور حقیقتاً وہی شخصیت کائنات کی وجہ بقا ہے اور وہی ذات کائنات کی علت تامہ ہے کیونکہ اس شخصیت کا آخر میں آنا بتاتا ہے کہ وہی کائنات کی علت تامہ ہے۔

لفظ علت کو بھی دیکھتے ہیں۔

علت کے معنی کیا ہیں؟ علت اس سبب کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کوئی چیز موجود ہو جب وہ نہ رہے تو اس شے کا وجد بھی نہ رہے

معلول کے معنی ہیں کہ جو کسی شے سے لازمی موجود ہو جائے اور اس شے کے بالکلیہ یا بالجزیہ عدم سے اس کا وجود محال ہو جائے۔

علت (یعنی سبب) پانچ طرح کی ہیں

نمبر ا ......علت تامہ

نمبر ۲ ......علت ناقصہ

نمبر 3 ......علت فاعلیہ

نمبر 4 ......علت حادیہ

نمبر 5 ......علت صوریہ۔
ان کی وضاحت کیلئے کافی وقت درکار ہے میں اپنے مقصد کی طرف قدم بڑھا رہا ہوں۔ دیکھئے ناعلتِ تامہ میرا مقصود ہے۔ علت تامہ کی تعریف یہ ہے کہ جس سے یا جس کے وجود سے معلوم کا وجود وعدم وابستہ ہو
میں علت تامہ ہی پر چند منٹ بات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وجود حجت اللہ کائنات کیلئے علت تامہ کی طرح ہے یعنی جب تک کائنات رہے حجت اللہ ساتھ رہے۔ حجت اللہ نہ ہوتو کائنات نہ ہو یہ ہے علت کی تعریف۔
علت تامہ کی پہچان یہ بھی ہے کہ ہوتو قبل از معلول مگر پوری بعد میں ہو۔آئے آخر میں یعنی مقصد آخر ہی میں پورا ہوتا ہے مثلاً کوئی انسان مکان بناتا ہے اور مقصد ہوتا ہے رہائش۔یعنی مکان کا مقصدِ تعمیر رہائش ہے یعنی مکان وجود مقصد بالذات نہیں ہے مگر اس کی تکمیل کیلئے مستری، میٹریل، اینٹیں،لکڑی، گارڈر، ٹی آئرن اور گارے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سب چیزیں علت ناقصہ کے ضمن میں آتی ہیں کہ ان سے مکان مکمل ہوتا ہے۔لیکن یہ چیز اصل مقصود بالذات نہیں۔ یہ رہائش کیلئے ہیں۔مقصود بالذات ہے رہائش، جس کیلئے مکان تعمیر ہوا ہے لیکن جب مکان مکمل ہوگا تب اصل مدعا پورا ہوگا یہ مقصد کی تکمیل جو ہے وہ حقیقی ہے، وہ آخری ہے
ایک مثال اور بھی عرض کردوں تاکہ میرا مقصد واضح ہوجائے۔ترکیب وترتیب اجزائے مادیہ انسانیہ دیکھیں کہ انسان کن مراحل سے گزر کرآخری شکل میں آتا ہے۔ انسان نطفہ سے علقہ بنا (جما ہوا خون)، علقہ سے مضغہ بنا (گوشت کا

لوتھڑا) پھر لحم و عظام بنے یعنی گوشت اور ہڈیاں مگر بہ نفس انسان مقصودِ تخلیق جزوِ آخر ہے۔یعنی جب تک روح نہ آئے انسان انسان نہیں

☆ثم النتاناہ خلقا آخر

یعنی معنی انسان۔ تکمیل انسان یہ آخری شکل و روح ہے یعنی سببِ حقیقی ہمیشہ آخر میں تکمیل کرتا ہے۔ایک لاکھ تیئیس ہزار نو سو ننانوے انبیاء کی تخلیق و بعثت کا حقیقی مقصد وہی ہے جو خاتم الانبیاء سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں آیا اور اسی سبب حقیقی نے تکمیل انبیاء کا اعلان فرمایا۔یعنی مقصود بالذات نور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

انبیاء کی بعثت نامکمل تھی، مرسلین کی رسالت نامکمل تھی اگر تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لاتے۔ دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی جائزہ لے لیں ۲۳ سال تبلیغ دین ہوتی رہی۔ احکام پہنچتے رہے۔ لوگ نماز، روزہ، خمس، زکواۃ ، جہاد و امرونواہی کو سمجھ چکے یا ان تک پہنچ چکے، قرآن نازل ہوتا رہا اور تکمیل دین کیلئے سبھی کام جاری رہے، دین اسلام احکام شرعی کے لحاظ سے پہلے مکمل کیا گیا۔ حلال و حرام سب بتا دیئے گئے ، فروعات مکمل ہو گئے مگر اللہ کا مقصد نامکمل رہا تا اینکہ اعلان ولایت ہوا تب کہیں تکمیل دین کی سند پہنچی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ یداللہ کا ہاتھ بلند ہوا تو اللہ نے فرمایا

☆ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (مائدہ 3)

کہ آج تمہارے لئے دین مکمل ہوگیا۔گویا مقصد بالذات ہمیشہ آخر میں آتا ہے گویا کائنات کی تکمیل بھی حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف سے ہوگی۔ اسی طرح جب تکمیل

کائنات کی آمد ہوگی، جس طرح تکمیل دین کا اعلان تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اسی طرح حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کا اعلان اور تعارف ابوالآئمہ شہنشاہِ نجف علیہ الصلوات والسلام کروائیں گے اور تکمیل کائنات کا اعلان فرمائیں گے۔ لیکن کس طرح یہاں پلانوں کا منبر نہیں ہوگا بلکہ

☆یظهر فی قرص الشمس جسد امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام یعرفه الخلائق

قرصِ آفتاب سے امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام کا جسم اطہر ظاہر ہوگا اور پوری دنیا انہیں پہچان لے گی اور سورج سے اعلان فرمائیں گے۔ ایها الناس بیدار ہوجاؤ بقیة الله عجل اللہ فرجہ الشریف آچکے ہیں، حجت اللہ آچکے ہیں، مقصدِ آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی آج تکمیل ہو چکی ہے اور دنیا والو! میرے آخری بیٹے کو پہچانو، اس کی آواز پر لبیک کہو، اس کی نصرت کرو کیونکہ یہی تو اولین و آخرین کا منتقم ہے، مظلومین کا منتقم ہے، ایک ایک ظلم کا بدلہ لینے والا ہے، پوری کائنات اس اعلان کو سنے گی اور ہر شخص اس فرمان کو اپنی زبان میں سنے گا، انگریز انگریزی میں سنیں گے، عرب عربی میں، ایرانی پرشین میں سنیں گے۔ غرض ہر شخص اس فرمان کو اپنی زبان میں سنے گا اور سمجھے گا۔ یہ آواز ماہ رجب میں آئے گی۔ بروایتِ دیگر آخر ذوالحجہ میں آئے گی اور اس کے بعد

☆فی یوم العاشر من المحرم یخرج الحجة عجل الله فرجه الشریف یدخل المسجد الحرام

پھر جب روزِ عاشور ہوگا دس محرم کا دن ہوگا منتقم آلِ محمد عجل اللہ فرجہ الشریف خروج فرمائیں

گے اور مسجد حرام میں داخل ہوں گے۔ مسجد میں امامِ کعبہ کو قتل کر دیں گے پھر قبل از طلوع فجر

☆یصعد سطح الکعبة و ینادی اصحابهِ الثلاثه ماة و ثلاثه عشر

سقفِ کعبہ پہ سوار ہوں گے اور اپنے تین سو تیرہ اصحاب کو آواز دیں گے تین سو تیرہ اصحاب ایک ساعتِ واحدہ میں جمع ہو جائیں گے

علماء خیبر کا واقعہ پڑھتے ہیں اس میں جس بات پہ بہت نعرے لگائے جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ تاجدارِ نجف علیہ الصلوات والسلام کا ایک قدم مدینے میں تھا اور دوسرا خیبر میں حالانکہ یہ تو ان کے غلاموں کی شان ہے۔ یہاں اصحاب کو دیکھیں، ایک قدم گھر میں ہوگا دوسرا صحن کعبہ میں۔ مدینہ سے خیبر کل 90/80 میل کا فاصلہ ہے' یہاں کسی نے دوسو میل سے آنا ہے، کسی کو ہزار ۱۰۰۰ میل سے آنا ہے، کسی نے دو ہزار میل سے، کسی نے صرف دو میل سے، یہ سبھی ایک ساتھ چلیں گے، بہ ایں تفاوتِ سفر و فاصلہ ایک ساتھ پہنچیں گے۔ ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہ ہوگا۔ طے الارض تو اس در کے غلاموں کا خاصہ ہے

☆ أَيْنَ مَا تَكُونُواْ يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعاً ......(بقرہ 148)

امام جعفر صادق علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں کہ اصحاب قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کو اللہ فوراً جمع فرمادے گا چاہے جہاں بھی ہوں گے، سقفِ کعبہ سے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اپنے نقبا کے بعد عام مومنین کو آواز دیں گے، اللہ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے۔

☆وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (ق41)

بلانے والا سقف کعبہ سے آواز دے رہا ہے، ہر شخص ایک دوسرے سے پوچھے گا

کہ آیا تم نے بھی یہ آواز سنی ہے؟ تو نے بھی یہ آواز سنی ہے؟ بس ہر شخص سوال کرے گا۔واسمع اوروا استمع میں فرق ہے۔سننا اورغور سے سننا، گویا ہر شخص غور سے سن رہا ہوگا اورمنادی کو مکانِ قریب سے کہا گیا ہے۔ ہزاروں میلوں کے فاصلوں کے باوجود لفظ قریب بتا رہا ہے کہ حجت جہاں بھی ہو قریب ہے۔ یعنی حجت مع الخلق کا مصداق ہے۔اب یہ آواز بیدار لوگ سنیں گے،سوئے ہوئے نہیں سنیں گے، ہوشیار سنیں گے

شکم مادر میں بچے سنیں گے، اصلاب وارحام میں، قبروں میں، جھوٹے سچے سنیں گے، پوری کائنات کے مکار بھی سنیں گے،اورکسی کے یار بھی سنیں گے

سب لوگ لبیک لبیک یا داعی اللہ کہتے ہوئے دوڑیں گے، عجیب سماں ہوگا، ہر شخص بھاگ رہا ہوگا، بھاگنے والوں کے بھی طبقے ہوں گے۔

☆منھم من یمرکا لبرق الخاطف کچھ بجلیوں کی طرح

☆منھم من یمرکالصرصر کچھ بادِ صبا کی طرح

☆منھم من یمر کنملة کچھ چیونٹی کی چال چل رہے ہوں گے۔

ہرشخص کی اپنی اپنی رفتار ہوگی۔ یہاں تو پہاڑوں پر بکروں کی طرح پھدکنے والے بھی ریس کا مظاہرہ فرمائیں گے

میں تو کسی کونہیں پہچان سکا ہاں لفظ نمل نے توجہ اپنی طرف مبذول کروادی تو میں نے ایک شخص یعنی چیونٹی جیسی چال چلنے والے حضرات کو میں نے پہچان لیا۔ کیونکہ یہی لفظ کسی کے بارے میں سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اور فلاں صاحب الشرك فیکما اخفیٰ من دبیب النملة کہ تمہارے اندر شرک چیونٹی کی

چال چل رہا ہے۔ یعنی ہر شخص اپنی محبت کی قوتِ فرقیہ کی رفتار سے چل رہا ہوگا۔
اور پھر سب ہی رکن و مقام کے مانین اجتماع ہوگا
یہی تو اصول فطرت اِلٰہی ہے کہ جس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ جب زمین افتراق و
الیہات کا دردناک منظر پیش کرتی ہے تو رحمتِ اِلٰہی بیقرار ہو جاتی ہے اور پھر
حیات ارض کیلئے چشمہءِ رحمت توحید پھوٹ بہتا ہے جو وجودِ حجت کی شکل میں
انسانیت کو راہِ کمال کی طرف لے جاتا ہے
کرشن جی مہاراجہ کی کتاب گیتا بھی ایک الہامی کتاب لگتی ہے اس کا ترجمہ فیضی
نے کیا تھا تو کرشن کے خالق نے فرمایا

جو بنیاد دیں سست گردد بسے

نما نیم خود رابہ شکل کتبے

یعنی جب دین کی بنیادیں انہدام پزیر ہوتی ہیں تو میں اللہ کسی نہ کسی کے روپ میں
ظاہر ہو جاتا ہوں یعنی وجود حجت ہی رحمت اِلٰہی کا وہ روپ ہے جو کائنات کیلئے
وجہ ءبقا اور دین حق کیلئے زندگی جاوید ہوتا ہے اور جب دنیا کے ظلم و جور سے بھر
جاتا ہے تو اسی وقت اللہ کی رحمت کے آخری روپ نے کمالِ توحید کا مظاہرہ فرمانا
ہے اور وہ ہیں ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف

............☆☆............

باب ہفتم

تاریخ ۴ محرم الحرام ۱۳۹۷ ہجری

اَلحُجَّۃُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

محترم قارئین!

میں عالم نہیں، مولانا نہیں، آیت اللہ نہیں، حجت اسلام نہیں میں تو ایک قلندرانہ مزاج ہوں۔ میرے استنباط رندانہ ہوتے ہیں میرا مسلک رندانہ ہے کہ جس مسلک جس عقدے کے راہنما نے خود اعلان فرمایا

پیشوائے تمام رندانم
کہ سگ کوئے شیریز دانم

مجھے انہیں بادہ خواروں سے سمجھیں اسی محفل رنداں کا رکن تصور کریں میری فلسفیانہ باتوں پہ فتوے نہ دیں

ہاں ضرور غور کریں۔ کیونکہ میں ہمیشہ طاہرانہ افکار کو دعوت پرواز دیتا ہوں معارف اور حقائق کو دونوں میں کاشت کرتا ہوں۔ آج ساتویں تقریر ہے اور مقام حجتِ آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کو اپنی عقل کی انتہا تک بیان کر رہا ہوں۔ مگر یہ نہ سمجھ لیں کہ مقامِ حجت ہے ہی یہی پر یہ تو میری سوچ کی انتہا ہے یہیں سے شاید ان کی

ابتدا ہو بلکہ ان کے غلاموں کی ابتدا ہو تو بھی بجا ہے۔ دیکھئے نا یہ نیلا آسمان کیا ہے اس کا یہ رنگ کیسا ہے۔ یہ ہماری انتہائے نظر ہے جو خلا کی وسعتوں کو ماپنے کی ناکامی میں نیلگوں لباس اوڑھ کر سوگوار رہتی ہے۔ ورنہ یہ آسمان نہیں جدید ہیئت داں یہی کہتے ہیں کہ سیارہ ہر ستارہ ایک کرہ ہے اور اس کائنات سے کئی گنا بڑے کرے ہیں جو ہمیں دو انچ تین انچ قطر کے ستارے جگنو کی طرح چمکتے نظر آتے ہیں

قارئین! آپ فرمائیں ستارہ اگر چھوٹا نظر آتا ہے تو کیا ستارے کا قصور ہے؟ یا پھر ہماری آنکھیں مقصر ہیں۔ بڑی چیز کو چھوٹا دیکھتی ہیں بلند چیز کو چھوٹا سمجھتی ہیں۔ یہ فریب نظر ہے یا کواکب وانجم کی تقصیر ہے گویا ہمارے حواسِ خمسہ ادراک میں کوتاہی کرتے ہیں۔ سمجھنے سے عاجز ہونے پر ایک مفروضہ حد بتا کر دل کو مطمئن کر دیتے ہیں اس سے کسی نجم سعید کی صحت پر تو کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بس مقامِ حجت کو کیسے سمجھنا چاہیئے جو ستاروں سے گلیکسی سے بھی محیط ہے کائنات سے محیط ہے ہم یہ نہ سمجھ سکیں تو ہمارے عقول ناقصہ کا قصور ہے۔ یہی مقصر ہیں ورنہ ان کے انوار ہماری سوچوں سے ماورٰی ہیں

ان کا دنیا میں آنا رہنا ظاہر رہنا، غائب رہنا سب کچھ سمجھ سے بالاتر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ انوار حجؑ کی پیدائش کے بارے میں کچھ عرض کروں لفظ ''پیدا'' کے معنی دیکھ لیں۔ فارسی میں کہتے ہیں ،، پیدا خواہم کرد ،، میں تلاش کرلوں گا۔ جو چیز مل جائے موجود ہو اور ڈھونڈ لی جائے۔ ظاہر ہو جائے۔ اس پہ لفظ پیدا استعمال ہوتا ہے

انسانی تقاضوں سے پیدا ہونا ان کے لیئے سوچنا بھی محال ہے مناسب نہیں ۔خود آئمہ نے فریاما

☆نحن معاشر الاوصیاء لا نکمل فی البطون ولا یقاس بنا احد من الناس

فرمایا ہمیں ہیومن پراسس (Human Process) کے تحت نہ سمجھیں جیسے عام لوگوں سے عورتیں حاملہ ہوتی ہیں ۔خبردار ہمیں کسی ایک شخص پر بھی قیاس نہ کریں ۔ ہماری پیدائش ولادت بشر سے نیچرل ڈیمانڈ سے ابو ہے ماورٰی ہے ۔ ہمارے نور کی آمد دنیا میں اس طرح ہوتی ہے جس طرح آسمان سے وہی نازل ہوتی ہے

کیونکہ وجود حجت عجل اللہ فرجہ الشریف قرآن کا وجود حقیقی ہے

دیکھئے قارئین !

علماء کے مسلمات میں سے ہے کہ ہر چیز کے چار وجود ہوتے ہیں

ا-وجود ذہنی ۲-وجود ملفوظی ۳-وجود مکتوبی ۴-وجود حقیقی

اللہ نے فرمایا ہے کہ مثالوں سے عقول انسانی پر حقائق نفس کرو۔اس لئے مثال پیش کرتا ہوں

یہ آپ کے سامنے منبر لگا ہوا ہے۔اب آپ نے آنکھیں بند کرلیں

تصور میں اسے دیکھا ایک وجود ذہن کی سکرین پر ابھرا بالکل اسی طرح منبر ہے۔ ایک وجود ہے جو ذہن میں محفوظ ہے۔ یہ وجود ذہنی ہے اس وجود ذہنی کی کیفیات و اقسام وحصول پر بھی کبھی بات ہوگی

تو یہ تھا وجود ذہنی جو ذہن میں ابھرا۔اب آپ سب مل کر کہیں ''منبر'' دیکھا ! یہ

ایک وجود آپ کی زبان سے نکل کر فضا کی لہروں میں ارتعاش پیدا کرتا ہوا ہوا کے دوش پہ روانہ ہو گیا

یہ اس منبر کا وجود ملفوظی ہے اب ایک بچہ ہے تختی پکڑی ایک صاحب سے قلم لیا اور کاغذ پر لکھا ''منبر'' دیکھئے نا لکھا ہوا ہے۔ منبر غور سے پڑھئے ٹھیک ہے منبر ہے مگر کہاں ہے؟ جناب کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔تو تحریری شکل اس کا وجود مکتوبی ہے

اب وجود حقیقی یہ ہے جو آپ کے سامنے ٹھوس مادی شکل میں موجود ہے

علامہ فاضل مقداد علیہ الرحمہ، علامہ حلی علیہ رحمہ کی کتاب شرح (شرح باب مادی عشر) میں لکھتے ہیں یہ جو موجود ہے یہ قرآن جو ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ قرآن کا وجود مکتوبی ہے۔حقیقی نہیں۔ کیونکہ قرآن کسی شکل میں کتابت طباعت فورڈنگ بائیڈنگ کے مراحل سے گزر کر ہم تک نہیں پہنچا۔اس کی نزولی شکل یہ نہیں ہے اس لئے یہ قرآن اصل کا وجود مکتوبی ہے اصل قرآن تو ☆انزلنا معھم الکتٰب کا مصداق ہوتا ہے اس کی نورِ رجحت کے ساتھ معیت ہے جب سے وجودِ تب سے کتاب، ایک نقطہ ابھی میرے ذہن میں آیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ الفاظ ہیں ہم نازل کرتے ہیں ان کی معیت میں کتاب

معیت بتا رہی ہے دونوں ایک ہی جگہ سے آ رہے ہیں ایک ہی طرح آ رہے ہیں۔ ایک ہی طرح نازل ہو رہے ہیں یہ ناممکن ہے کتاب نازل ہو اور یہ پیدا ہوں انسانوں کی طرح

مثلاً میں ایک دوست کو خط لکھتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ اس خط کے ساتھ فوٹو بھی بھیج رہا ہوں۔ اب جس طرح خط جائے گا فوٹو بھی اس طرح جائے گا۔جن مراحل

سے خط گزرے گا فوٹو بھی انہی مراحل سے گزرے گا تو یہ بتایا جا رہا ہے کہ انوار حجت اللہ ہی قرآن کا وجود حقیقی ہیں ۔قرآن کا وجودِ ذہنی تصور قرآن وجودِ ملفوظی تلاوتِ قرآن وجود مکتوبی ۔عبادت قرآن وجود حقیقی کہاں گیا۔ یا اس کے وجود حقیقی سے انکار کر دیا جائے یا ماننا پڑے گا قرآن کا وجود حقیقی انوار حجت اللہ ہیں جو مجسم قرآن ہیں

اسی لئے حدیث ثقلین جو معروف حدیث ہے☆انی تارك فی کم الثقلین کہ تم میں دو بھاری اور ہم وزن چیزیں چھوڑ رہا ہوں ۔کتاب اللہ اورعترت گویا ایک چیز کے پہلو کی طرف اشارہ ہےاور پھر واضح کی کہ لن ینصرتاً کہہ کر بتایا کہ یہ آپس میں جدا ہونے والی چیزیں نہیں ۔ایک ہی جسم کے دو نام ہیں آل کو دیکھنا ہو تو قرآن کو سمجھو۔ قرآن سمجھ میں نہ آرہا ہو تو آل کا مطالعہ کرو ایک ہی تو ہیں ۔گزشتہ عشرہ میرا حدیث ثقلین کے ضمن میں عرض کرتے گزرا۔قرآن اور آل برابر ہیں اس پہ دس مجالس ہوئیں ۔کیونکہ وہ موضوع مکمل نہ ہو سکا تھا اس لئے چند باتیں دیگر عرض کر کے مقصد پر آنا چاہتا ہوں کہ قرآن اور آل لازم وملزوم ہیں ۔ لازم کی دو اقسام ہیں ۔ لازم وجودی ۔ لازم ماصیتی لازم وجودی یہ ہے کہ جیسے پانی اور نمی کا ساتھ ہے ۔ سیاہ اور سیاہی کا ساتھ ہے کہ ناممکن ہے کہ سیاہ ہو اور سیاہی نہ ہو۔یعنی جب تک موجود کا وجود رہے گا ملزم ساتھ رہے گا

لازم ماصیتی ایک اور ایک دو گویا دو کے وجود واحد میں دو ایک موجود ہیں چاہے نظر آ رہے ہوں یا نہ آ رہے ہوں ۔موجود ہیں ۔ ۸ کے عدد میں آٹھ ایک موجود ہیں یہ ماہیئت ہے ۔ اسی طرح قرآن اگر ایک نقطہ ہی کیوں نہ بن جائے آل

موجود ہے۔ اگر پورا قرآن بن جائے تب بھی آل محمدؐ نور رجعت موجود کہ یہ جدا ہوتے نہیں ''ب'' کا نقطہ ہو علی علیہ الصلوات والسلام حجت عصر بن کر نقطہ ہائے بسم اللہ ہے۔ تفصیل اجمال ہو تو علیؑ مع القرآن والقرآن مع علی علیہ الصلوات والسلام کہہ کر بتا دیا کہ یہ جسم وروح کا رشتہ ہے جسم قرآن ہے روح حجت ہے

اگر جسم نازل ہوگا تو روح بھی ہوگی۔ اگر جسم پیدا ہوگا تو روح بھی پیدا ہوگی۔ تو یہ موجود قرآن اصل کا وجودِ مکتوبی ہے۔ اصل کے بارے میں ہے سورہ بروج میں ارشاد ہے

☆بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ()فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ (بروج22-21)

کہ قرآنِ حقیقی تو لوح محفوظ میں ہے۔

سورہ واقعہ میں ارشاد ہوا جو قرآن کا چھپنواں سورہ ہے۔

☆ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ (77)فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ (78)لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (79)تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ (80)

کہ قرآنِ کریم تو ایک پوشیدہ کتاب میں ہے۔ جسے تطہیر والوں کے سوا کوئی مس کر ہی نہیں سکتا۔ آخر اللہ کا نازل کردہ ہے۔ اس کے وجود مکتوبی کے بارے میں اللہ نے اعلان فرمایا

☆قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَن يَأْتُواْ بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ (بنی اسرائیل 88)

کائنات کے جن وانس جمع ہو کر کوشش کریں اس کی مثل نہیں لا سکتے تو کائنات اس قرآن کے وجودِ مکتوبی کی مثل نہیں لا سکتے۔ وجود حقیقی کی مثل کون لا سکتا ہے

وجود مکتوبی سے وجود حقیقی افضل ہوتا ہے۔ یہ قرآن تعارف کراتا ہے انوار حجت متعارف ہوتے ہیں۔ یہ مداح ہے وہ ممدوح ہیں۔ یہ تحریر ہے وہ اصل ہے۔ یہ جسم ہے وہ روح ہیں۔ بالحاظ ذات نور حجت قرآن سے بلند ہے کیونکہ نور حجت وارث قرآن ہے اور وارث ورثے سے افضل ہوتا ہے۔ ورثہ مفضول ہوتا ہے تفضیل مفضول علی فاضل عقلاً قبیح ہے۔خود قرآن ان کی مثال میں رطب اللسان ہے تم اور

☆ثُمَّ أَوۡرَثۡنَا الۡكِتَابَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا (فاطر32)

جو مصطفیٰ ہیں وہ وارث قرآن ہیں ورثہ وارث سے بہتر نہیں ہوسکتا۔مملوک مالک سے افضل نہیں ہوسکتا یہی وجہ تھی کہ میدان صفین میں نیزوں پہ قرآن کو بلند دیکھ کر فرمایا۔ جانے نہ پائے مارو اسے یہ قرآنِ صامت ہے۔ میں قرآن ناطق ہوں۔ یہ وجود مکتوبی ہے جو اصل سے بہتر نہیں ہوسکتا

کبھی اعلان فرمایا کہ پورے قرآن کی مثل نہیں لا سکتے تو دس سورتیں بنا کر لاؤ یا ان کی مثل لاؤ کبھی فرمایا☆فَاتُوابِسُورَةٍ مِّن مِّثۡلِهٖ

چلو ایک سورہ کی مثل لاکر دکھا دو، پھر فرمایا۔ چھوڑو جی لمبی باتیں طویل ہوتی ہیں ایک آیت بنا کر لاؤ یا ایک آیت کی مثل لاؤ۔ اس میں آدم کا ذکر ہے نوح کا ذکر ابراہیم کا ذکر۔ اللہ کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اگر اللہ والی آیت کی مثل تمہارے پاس نہیں تو شیطان والی آیت کی ہی مثل لاؤ۔ کفارِ عرب بہت دانا تھے اللہ والی آیت تو ادراک سے ماورئی تھی۔ شیطان والی تو بنا لیتے جس میں شیطان کا ذکر ہوتا ایسی مثل تو اس کے سامنے بٹھا دیتے مگر اتنی بھی جرأت نہ کر سکے کہ اللہ

کے بنائے ہوئے کے مقابلے میں اپنی طرف سے بنا کر لانا کفر سے بھی بدتر سمجھا

محترم قارئین !

قرآن کریم کے سورہ النساء میں ارشاد ہے

☆أَفَلاَ يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ اخْتِلاَفاً كَثِيراً (نساء 82)

تہی داستان عقل قرآن میں تدبر سے کام نہیں لیتے کہ اللہ کے علاوہ کسی کا نازل کردہ ہوتا۔ غیر اللہ کا بنایا ہوا ہوتا۔ اس میں اختلافاتِ کثیر ہوتے

دیکھئے نا اللہ اگر بنائے اور وہ چودہ ہی کیوں نہ ہوں اختلاف نہ ہوگا۔ غیر اللہ کے بنائے ہوئے چاہے چار ہی کیوں نہ ہوں اختلاف ہوگا۔ اختلاف کی موجودگی بتا رہی ہے کہ یہ غیر اللہ کے بنائے ہوئے ہیں

کیونکہ اللہ نے ایک نور رجحت پیدا کیا ہے جسے حقیقت محمدیؐ کا نام دیا جاتا ہے اور نور مجردِ محض ہوتا ہے۔ نا قابلِ تقسیم ہوتا ہے۔ گویا نور رجحت نا قابل تقسیم حقیقت کا مالک ہے جسم بدلتے رہے نور اور حقیقت نا قابل تقسیم رہے اسی لئے فرمایا۔

☆اولنا محمدؐ اوسطنا محمدؐ آخرونا محمدؐ و کلنا محمدؐ۔

کہ اول آخر کی حقیقت ایک ہے۔ من حیث التکوین من حیث المدارج من حیث المراتب۔

ایک ہی نور رہے۔ اور قرآن اس نور کا وجودِ مکتوبی ہے

محترم قارئین !

ہر حکومت نوٹ چھاپتی ہے۔ ایک سے سو روپے تک کے نوٹ۔ نوٹ ایک کاغذ کا

ٹکڑا ہے۔ ایک آنے کے سوا اس کی کوئی قیمت نہیں۔ مگر ایک سو روپے کا نوٹ ہے۔ اس سائز کا اسی قسم کا ہے۔ بحیثیت کاغذ کے تو دونوں برابر ہیں۔ تو صاحبان اس کی وجہ یہ ہے کہ گورنمنٹ نے اسے چھاپا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ اس نے اس قیمت کا سونا اپنے خزانے میں محفوظ کر رکھا ہے کوئی حکومت نوٹ چھاپ نہیں سکتی جب تک اس کی قیمت کا سونا خزانے میں موجود نہ ہو گویا یہ نوٹ اس سونے کا ایک چیک ہے جب چاہو گورنمنٹ سے اس کی قیمت کا سونا نکلوا لو

اس پر وزیر خزانہ کے دستخط ہیں۔ تو اس قرآن کی اس مکتوبی شکل کی اتنی قیمت ہے کہ پوری کائنات سے بہتر ہے تو صاف ظاہر ہے اس کی قیمت کی کوئی شے اس کے خزانے میں ضرور موجود ہے۔ ورنہ یہ تو الفاظ ونقوش واعراب وحرکات کا مجموعہ ہے قیمت تو اس کی وہ ہے جو اس کا حقیقی وجود اللہ کے خزانے میں موجود ہے۔ اور وہی وارث قرآن ہے۔ اور یہ اس کا ورثہ ہے

دیکھئے صاحبان!

☆ان الحسینؑ کان یقرء القرآن یوماً ایک دن تاجدار کربلا علیہ الصلوات والسلام قرآن کی تلاوت میں مصروف تھے کہ دیکھا سید کونین کی بڑی شہزادی صلوات اللہ علیہا تشریف لا رہی ہیں جونہی ردا پہ نگاہ پڑی

☆وضع القرآن علی الارض و قام لھا اجلالاً قرآن کو زمین پر رکھ دیا اور تعظیم کو کھڑے ہو گئے

ایک طرف قرآن کا وجودِ مکتوبی ہے۔ دوسری طرف وجودِ حقیقی کی آمد ہے۔ ایک طرف ورثہ ہے دوسری طرف وارث ہے

فاضل کے سامنے مفضول کی تعظیم فاضل کی توہین سوئے ادبی شمار ہوتی ہے۔ حجتِ عصر تاجدارِ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے عمل سے ثابت کر دیا کہ قرآن ہمارا ورثہ ہے ہم وارث ہیں اور وارث ورثہ سے بہتر ہوتا ہے افضل ہوتا ہے

محترم قارئین!

بنی عباس کے دور میں ایک بہت بڑی بحث ہوئی سینکڑوں لوگ مارے گئے۔ کوئی نہ سمجھ سکا نہ سمجھا سکا کہ قرآن حادث ہے یا قدیم گویا حادث ہے تو مخلوق ہے اگر قدیم ہے تو خالق ہے سینکڑوں جانیں تلف ہوئیں۔ عقول گرداں ہوئے نہ سمجھ میں آنا تھا نہ آیا۔ بس آج تک یہاں بھی فیصلہ نہیں ہو سکا کہ نورِ حجت حادث ہے یا قدیم۔ یعنی دونوں صفات میں آج تک برابر ہیں

تو آیئے اصل موضوع پر سورہ طٰہٰ جو بیسواں سورہ ہے اس میں ارشاد ہے

طٰه()مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى (طٰہٰ1)

قرآن نازل ہوا۔ نزولِ قرآن کو ماننے والو اس کے وجود مکتوبی کو نازل شدہ ماننے والو وجود حقیقی کے نزول سے کیوں انکار کرتے ہو؟ بھلا یہ قرآن کسی کتاب کے بطن سے پیدا ہوا ہے جواب دو؟ نہیں نہیں یہ قرآن نازل ہوا ہے

کہاں نازل ہوا ہے ☆ فانه نزله علی قلبك یہ تو قلبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ نازل ہوا ہے اور پھر وجود ملفوظی پہن کر قرآن ہوا تو اس طرح نورِ حجت نازل ہوتے ہیں کسی شکم سے پیدا نہیں ہوتے۔ پھر ایک ساتھ نازل ہوا ہے؟ اور قرآن قرآن ہے۔ نور۔ نور ہے مجرد محض جسم لا یتجز، یہ تقسیم کیسے ہو گیا کہ کبھی کچھ نازل ہوا کبھی کچھ نازل ہوا تو اللہ نے وضاحت فرمائی سورہ بنی اسرائیل پندرہواں پارہ

☆وَقُرْآناً فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيلًا

(بنی اسرائیل 106)

کہ قرآن کو وقفے وقفے سے اور تھوڑا تھوڑا کر کے اس لیے نازل کیا گیا کہ لوگ ہر حصے سے کما حقہ مستفیض ہوں۔ پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

نور نا قابلِ تقسیم کا مختلف اوقات میں نزول کا فلسفہ بتایا جا رہا ہے کہ نور واحد کا چہاردہ حصوں میں اجسام میں یکے بعد دیگرے نزول عوام کے استفادے کے پیش نظر ہے

ان کا ظہور انوار ہوتا ہے۔ نزول اجلال ہوتا ہے۔ ولادت نہیں ہوتی۔ قرآن کی طرح آسمان سے نازل ہوتے ہیں

میری رندانہ باتیں اگر کسی کے گوش سماعت پر گراں ہوں تو معذرت چاہوں گا

محترم قارئین!

حکماء کے نزدیک دو عالم ہیں نمبر ا، عالم خلق، نمبر ۲، عالم امر

عالم خلق وہ ہے کہ بتدریج پیدا ہوا۔ آہستہ آہستہ۔ مختلف مراحل سے گزر کر تکمیل سے ہمکنار ہوا مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے

☆خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ (ہود7)

کہ زمین و آسمان چھ دنوں میں خلق ہوئے ان کی تکمیل پر پانچ دن صرف ہوئے۔ اک دم نہیں بنے۔ بتدریج عالم وجود میں آئے ہیں اس لئے یہ عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں

اللہ نے جس مخلوق کو لفظ کن سے فیکون تک پہنچایا ہے۔ ارادہ ہوا اور بن گئی۔

بتدریج نہیں ۔اک دم بن گئی ۔جس کی تکمیل پر سیکنڈ کا وقت بھی صرف نہیں ہوا۔ وہ مخلوق عالمِ امر سے تعلق رکھتی ہے اسے امری مخلوق کہا جاتا ہے۔ جیسے ارواح انبیاءکو اللہ نے ''کن'' سے پیدا کیا ہے۔ یہ امری مخلوق ہیں

آج کچھ مفکرین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بمشکل امری مخلوق سمجھتے ہیں ۔تسلیم کرتے ہیں مگر بڑی مشکل سے

حالانکہ یہ مافوق الامر ہیں عالم خلق سے عالم امر جتنا بلند ہے یہ عالم امر سے اتنے بلند ہیں ۔دیکھئے نا حادث کی دو اقسام ہیں ۔قدیم کی بھی دو اقسام ہیں

نمبرا...... حادث ذاتی' نمبر۲...... حادث زمانی ۔

نمبرا......قدیم ذاتی ،نمبر۲ ......قدیم زمانی

قدیم ذاتی اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے اور قدیم زمانی محمد و آل محمد علیہم الصلوات والسلام کے سوا کوئی نہیں ۔ کیونکہ تخلیقِ موجودات سے یعنی مخلوق امری اور مخلوقِ خلقی کے نقطہ تخلیق سے زمان کی تخلیق ہے۔ وقت بھی خلق ہوا ہے اور اس مخلوق کی تخلیق سے قبل جو وقت صورتِ عدم میں تھا۔ اسے دھر کہتے ہیں یعنی زمانہ اور دھر میں یہی فرق ہے کہ خالق اور مخلوق تک جو عرصہ ہے اسے دھر کہتے ہیں اور مخلوق کی تخلیق سے قبل ہو وہ قدیم زمانی ہوئی یا نہیں

اور حق تو یہ ہے کہ یہ دھر سے بھی قبل ہیں ۔ یہ لفظ قرآن میں صرف دو مرتبہ آیا۔ اس پر بھی کبھی بحث ہو گی ۔ ایک دو تقاریر سے یہ باتیں سمجھ میں نہیں آسکتیں اس لیے تفصیل سے کبھی گفتگو ہو گی

تو میں بتا رہا تھا کہ انوار حجج امر مخلوق سے بھی مافوق ہیں ۔یعنی یہ نور لا یتجز مافوق

الامر ہے

ماتحت الامر کی پیداوار نہیں ۔ یہ تو صاحب الامر ہیں صاحب خلق نہیں ۔ جب زمانہ پیدا ہوا تو یہ صاحب الزمان ہو گئے ۔ امری مخلوق کی تخلیق بھی دیکھ لیں تاکہ فرق سمجھ میں آ سکے ۔ مثلاً جناب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت دیکھیں

ایک امری مستور بیٹھی ہے ۔ عالم امر کی مقدس ہستی مصروفِ عبادت ہے ۔ ان کے قریب روح الامین ایک فرشتہ ایک ملک بشری سراپا اوڑھ کر کھڑا ہے ۔ ایسا بہروپ بھر کر کھڑا ہے کہ خدا کو بھی کہنا پڑا

☆ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيّاً (مریم 17)

کہ وہ بالکل بشر کی طرح کھڑا تھا

ہو بہو بشر تھا اور مادر عیسیٰ علیہ السلام نے جھکی جھکی آنکھوں سے دیکھا واقعی بشر ہے ۔ یقیناً بشر ہے ۔ امری مستور عالمِ امر کے ایک فرد کو پہچاننے میں مصروف ہے اور پہچان لیا کہ یہ یقیناً بشر ہے ۔ جب یقین ہو گیا تو ڈر گئیں ۔ عالم امر کی مقدس مستور ایک نوری کو لباس بشر میں دیکھ کر ڈر گئی پہچان نہ سکی ۔ یہ نور ہے یا بشر ۔ دہریت کی ہلکی ہلکی آنچ پر پکنے والے اذہان ذرا غور کریں ۔ جب لباسِ بشر میں نوری آتے ہیں تو امری مخلوق بھی نہیں پہچان سکتی

یہ نوری لباسِ بشر میں آیا کیوں ہے؟ ایک امری مخلوق کو ایک امری مستور کو بیٹا دینے ، بیٹا بھی عام بیٹا نہیں ۔ امری بیٹا ۔ روح اللہ ۔ مسیح جیسا فرید روزگار بیٹا دینے آیا ہے

نجدیت کے زنگ خوردہ ذہنو ! ایک نوری بیٹا دے رہا ہے ۔ بیٹا بھی نبی روح اللہ

امری تو کیا جو ما فوق الامر ہیں، صاحبانِ امر ہیں وہ اولاد نہیں دے سکتے ؟
اب مادرعیسیٰ علیہ السلام پوچھتی ہیں مجھے تو بیٹا دے گا تو کیسے؟ تو جبریل نے کیا کہا؟
☆ ونفخ فی جیبھا
گریبان میں پھونک ماری۔ گویا ہیومن پراسس(Human Process) بہت پیچھے رہ گیا، حرکت ثباتیہ کو پیچھے چھوڑا جا رہا ہے اس کا ردعمل چند ساعات میں ہوا جناب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی
دیکھا قارئین! امری مخلوق کی ولادت ما فوق البشریت ہے یا نہیں
جب امری مخلوق کی ولادت ما فوق البشریت ہے تو صاحب الامرؑ کی پیدائش ظہور انوار نزول اجلال کیسے ماتحت البشریت ہوسکتا ہے، امری مخلوق کی تخلیق گو ما فوق البشریت ہے لیکن وسیلے کی پھر بھی ضرورت ہے۔ یہاں روح الامین وسیلہ بنا مگر جو ما فوق الامر ذات ہیں ان کیلئے وسیلے کی ضرورت نہیں۔ یہاں تو جبرائیل کی پھونکا پھونکی سے کام نہیں چل سکتا۔ یہ تو نزول قرآن ہے۔
☆فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ (بقرہ 97) کا مصداق ہے
سب سے اول یہ نور جس مقدس ہستی کو شرف مادری عطا فرمانا چاہتا ہے اس کا انتخاب کر کے قرآن کی طرح قلب مادر پہ نازل ہوتا ہے۔ جس طرح قلبِ رسالت پناہ پر قرآن کا وجودِ مکتوبی وملفوظی جلوہ ساماں تھا۔ اسی طرح جب وجود حجت قلبِ مادری میں کروٹیں بدلتا تھا۔ جتنی امہاتِ الائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہن ہیں سب کے یہ اقوال موجود ہیں کہ ہم جب قرآن کی تلاوت کرتے تھے تو دل میں کوئی واضح الفاظ میں تلاوت کرتا تھا۔ گویا ادھر نور حجت دل میں کروٹیں بدلتا

تھا۔ ادھر والدہ کے لب سے یٰسین طٰہٰ جاری ہو جاتا۔ کبھی سورہ قدر کروٹیں بدلتی ، کبھی سورہ دھر ہونٹوں پہ مچل جاتی

یہ انور نہ علقہ ، نہ مضغہ ، نہ جنین ، گویا ہر مرحلے میں کامل ہر مرحلے میں مکمل۔ اس لئے فرمان آئمہ ہے

☆نحن معاشر الاوصیاء لانحمل فی البطونِ

کہ ہم ہیومن پراسس (Human Process) سے ماوریٰ ہیں

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ لوگو تم ہماری پیدائش (ظہور انوار) پہ مغز نہ کھپاؤ۔ ہمارا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ ہماری والدہ محو نماز ہوتی ہیں اور ہم دائیں طرف نازل ہوتے ہیں

کائنات کی نگاہ نزول آئمہ سے مطلع نہیں ہوسکتی۔ یہ تو قرآن ناطق کا نزول ہے۔ قرآن صامت ہی کوئی سمجھ کر بتائے کہ کیسے نازل ہوا؟

اس چیز کو اللہ نے واضح فرمایا

☆وَقُرْآناً فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيْلا

(بنی اسرائیل 106)

کہ باری باری آنے سے متحیر ہونے کی ضرورت نہیں یہ تو استفادہ کیلئے ایک کتاب حق کے ابواب دکھائے جارہے ہیں

دیکھئے نا حضرات گرامی !

جب تاجدار کربلا علیہ الصلوات والسلام کا ظہور انوار ہوا تو ام ایمن والدہ اسامہ بن زید نے جا کر تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی

بڑی خوشی خوشی آ کرعرض کی ۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆هينا لك علىٰ مولودِ المبارك الاحوال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نواسے کی مبارک ہو۔سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔فوراً میرے پاس لاؤ۔ ہاتھ باندھ کے عرض کی آقا چند منٹ انتظار فرمائیں ۔آپ کی شریعت کے مطابق ابھی غسل ولادت نہیں دیا۔ میں طاہر کرلوں ابھی حاضر کرتی ہوں

سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیور بدلے ۔جلال اِلٰہی رخسار پر شفق زاریاں کرنے لگا۔ بروئے مشیت پرور پر کجی آئی ۔ڈانٹ کرفرمایا

☆انتِ تطهری له من طهره الله

یہ آیہ تطہیر کا ملخص ہے نچوڑ ہے......تو ہے اسے پاک کرنے والی ! جا یوں ہی لے آ

جو☆لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُون کا مصداق ہوا سے طہارت کی کیا ضرورت

اب دیکھئے حضرات گرامی !

میں بتارہا ہوں کہ انوار حجت قرآن کا وجود حقیقی ہیں ۔اب فرمایئے یہ قرآن مجید قبل از تنزیل بھی موجود تھا یانہیں

حضرات قرآن قبل از تنزیل بھی قرآن ہی تھا۔اس کے سارے وجود بعینہٖ قرآن تھے ۔اورموجود تھے۔ رحمت تھے ہدایت تھے۔ وجود حقیقی بھی اسی طرح قبل از اظہار موجود تھا یعنی وجود حجت اللہ کا نزول ہوتو یہ نہ سمجھیں کہ آج ہی عدم سے وجود میں آئے ہیں ۔بس یوں سمجھ لیں کہ تھا تو ازل سے مگر نازل اب ہوا ہے۔ واقعہ خضر علیہ السلام کو دیکھیں جوکئی سال پہلے میں خود پڑھ چکا ہوں ۔ بچے بچے کو یاد ہے صرف مثال کیلئے عرض کررہا ہوں ۔ یاددہانی مطلوب ہے کتب بتاتے ہیں

☆زار خضر خمسة مرةٍ بعلی بن الحسین علیه الصلوات والسلام

کہ خضر علیہ السلام نے پانچ مرتبہ امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام کی زیارت کی کتب میں یہی تعداد ہے ورنہ درِ دولت پہ شاید ہزاروں مرتبہ آئے ہوں گے۔مگر پہلی مرتبہ کب آئے؟

☆لما کان لہ الولادة جمع الناس من المضافاتِ و النواحی

۳۶ ہجری دورِ امیر علیہ الصلوات والسلام ہے جب آپ نے کمانِ حکومت سنبھالی۔ جناب سید الساجدین علیہ الصلوات والسلام کی دنیا پہ آمد ہوئی۔گرد و نواح کے ہزاروں لوگ جمع ہوئے۔کس لئے؟...... تبریك علی باب الحسین علیه الصلوات والسلام

شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے درِ دولت پہ مبارک پیش کرنے کو ہزاروں آدمی حاضر ہوئے کہ اے تاجدارِ کربلا علیہ الصلوات والسلام دستار کے وارث کی آمد مبارک ہو

☆جاء فیه رجل" ان میں ایک آدمی آیا اور آ کر دراطہر پہ آواز دی

☆یا بقیة الآل هینالك علی ولدِ مبارك الاحوال

اے بقیہ آلِ محمد علیہ الصلوات والسلام دستار کے وارث کی آمد مبارک ہو

☆هل لی من اذن ان أری جمال المتعال

کیا اللہ کے حسنِ مجسم کو دیکھنے کی مجھے بھی اجازت ہے

پوچھا کسی در پہ نا جانے والے تو یہاں کیسے آ گیا۔عرض کی اس در کے سوا بھلا جانے کو کوئی در ہے

آقا زیارت کیلئے حاضر ہوا ہوں کیونکہ ان کی زیارت گو یا اللہ کی زیارت پہ زیارت کرنے کے مترادف ہے

حرم اطہر میں پردہ ہوا مستورات پس پردہ تشریف لے گئیں۔ اجازت لے کر حضرت خضر علیہ السلام خانہ اطہر قصر شہنشاہِ شہادت میں داخل ہوئے۔ نگاہیں پیوندِ زمین متحرک لبوں سے صلوات نچھاور کرتے ہوئے گھوارہ جنباں کے قریب آئے گھوارے کو بوسہ دیا۔ پھر شہزادے پر جھکے۔ پیشانی پہ بوسے کی مہر ثبت کی۔ مسکرا کر کہا

☆مرحبا لك ايها الطفل الصغير السعيد

خوش آمدید اے کمسن نونہال، اے غنچہءِ تطہیر سعادت، اے کمسن بچے۔ اتنا کہنا تھا کہ شہزادے کے معصوم چہرے پر شفق پھوٹی ☆فتبسم السجادؑ وهم بالكلام اس نے دیکھا شہزادے کے گل پرور لبوں پہ معنی خیز تبسم پھیلا۔ غنچہ نواز ہونٹوں پہ رازدارانہ مسکراہٹ آئی

اور شہزادے نے بولنے کیلیۓ رحمت مزاج ہونٹ موزوں کیئے کہ جناب خضر علیہ السلام کے جسم میں کپکپی طاری ہوئی رنگ رخسار زرد ہونے لگا قدموں میں رعشہ پڑ گیا جسم لرزنے لگا۔ ہیبت اور رعب طاری ہوا کہ پورا جسم سن ہو کر رہ گیا۔

شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے یہ کیفیت دیکھی تو دوڑ کر گھوارے کے قریب آئے

☆فوصب الحسين عليه الصلوات والسلام قائماً و وضع يداه علىٰ فيه

آ کر بیٹے کے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھ دیا تاکہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں نہ کہیں جناب خضر علیہ السلام اجازت لے کر روانہ ہوئے۔ اصل موضوع یاد ہے نا؟ کہ قرآن قبل از تنزیل بھی ہدایت ہے

اب خضر علیہ السلام روانہ ہوئے ایک صحابی جو تمام کاروائی دیکھ چکے تھے جناب خضر علیہ السلام کے پیچھے ہو لئے۔ جب شہر سے باہر آئے تو اس صحابی نے آواز دی اعلیٰ

حضرت کچھ میری بھی سنتے جائیں ۔آواز پر قدم رکے ۔ پوچھا کیا بات ہے
عرض کی تمہیں اس مولود مبارک کی قسم سچ سچ بتاؤ تم کون ہو اور اس شہزادے کو
آپ نے کیا کہا اور وہ کیا کہنا چاہتے تھے اور تمہارا رنگ کیوں متغیر ہوا
جناب خضر علیہ السلام نے فرمایا ۔ بہت بڑی سوگندی ہے کہ چھپا نہیں سکتا ۔ سن
میں خضر نبی اللہ ہوں ۔ مجھے اللہ نے دریاؤں پہ موکل فرمایا کافی عرصہ میں نے
دریاؤں پہ حکومت کی ۔ ایک دن میں نے اللہ کے حضور شکوہ کیا ۔ میرے خالق
ایک مدت سے نماز با جماعت سے محروم ہوں ۔ تیرا فرمان ہے ایک نماز ماہ کی
عبادت منفرد سے بہتر ہے ۔ اور میں اس نماز سے محروم ہوں
اللہ نے انتظام فرمایا ☆ارسل الی الامام اور میری طرف ایک امام کو بھیجا
☆وھو علی علیہ الصلوات والسلام وہ علی علیہ الصلوات والسلام تھے
☆صلیة خلفه مدةحتی هو مولود الی الکعبة
میں کافی عرصہ ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا ۔ تا اینکہ وہ جناب کعبے کو قبلہ بنانے
تشریف لائے ، لیکن ان کی جگہ امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوات والسلام تشریف لائے میں ان کے
پیچھے نماز ادا کرتا رہا
☆حتی جاء ظھورہٖ علی عالم الوجود...... کہ انہوں نے بھی عالم وجود کو
زینت بخشی ۔ پھر ان کی جگہ شہنشاہِ کربلا علیہ الصلوات والسلام تشریف لائے وہ میرے امام
نماز ہوئے
☆حتی جاء ظھورہ علی عالم الامکان تا اینکہ وہ بھی عالم امکان میں
تشریف لائے میں پھر تنہا رہ گیا ☆ثم ارسل الی السجاد علیہ الصلوات والسلام

صلیت خلفه مدة پھر یہی جناب تشریف لائے ایک مدت ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا

☆حتی جاء یوم ظھورہٖ الی دار الحسین علیہ الصلوات والسلام۔انہوں نے امام مظلوم علیہ الصلوات والسلام کے گھر اطہر کو زینت بخشی اور میں حاضر ہوا

☆وخاطبه ایھا الطفل الصغیر السعید اور میں نے اس طرح مخاطب کیا کہ اے کمسن اور نیک بخت بچے مرحبا۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ ان کے چہرے پہ ناگواری کے آثار ظاہر ہونے لگے اور کہنا یہ چاہتے تھے کہ تو نے دریاؤں پہ حکومت کی ہے۔کبھی بہتے ہوئے پانی کی روانی میں تو اپنا چہرہ دیکھ لینا کبھی کسی آئینے میں اپنا منہ تو دیکھ لیتا۔ بچہ کہتا ہے

تیری جبیں پر ابھی تک میرے نشاں قدم محراب سجود کی طرح چمک رہے ہیں

محترم قارئین !

وجود حجت قبل از نزول اجلال بھی انبیاء کو نمازیں پڑھاتا ہے یعنی قرآن کی طرح قبل از تنزیل بھی قرآن قرآن ہے۔ حجت حجت ہے۔ ہادی ہادی ہے۔امام امام ہے۔سمجھ نہ آئی ہو تو ایک اور مثال بھی پیش کرتا چلوں۔صاحب کامل الزیارۃ نے حضرت امام صادق علیہ الصلوات والسلام سے ایک حدیث نقل کی ہے۔اس کا ایک چھوٹا سا حصہ پیش کرتا ہوں

ذہن میں رہے قرآن قبل از تنزیل بھی قرآن ہے۔ جب تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردار مدینہ مقام او ادنی پہ پہنچے تو وہاں بہت کچھ دیکھا۔

لیکن پردہ وحدت سے آواز آئی۔اے میرے حبیب تم پر اور تمہاری آل پر بہت

سے مصائب آئیں گے لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے نورِ آخری مظہر کو میں منتقمؑ بنا کر بھیجوں گا۔ جو دنیا کو اس طرح عدل وقسط سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و جور سے پر ہو گی۔ اولین و آخرین کا انتقام ہو گا۔ تمہیں وہ کچھ دوں گا کہ خود تم راضی ہو جاؤ گے

ہاں دیکھو میں نے اس نورِ منتقمؑ کو اپنے خزانہ قدرت میں محفوظ رکھا ہوا ہے☆انا له لحافظون میں اس کی حفاظت کا خود بیڑا اٹھا چکا ہوں۔ ہاں اگر دیکھنا چاہتے ہو تو دکھا دوں۔ عرض کی خالق۔ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ آواز آئی

☆فقيل لی ارفع راسك اچھا تو ذرا سر اٹھا کر دیکھئے☆فرفعت رأسی پس جب سر اٹھایا تو☆فنظرت الی رجلٍ میری نگاہیں ایک جوان مرد پر جا ٹھہریں ☆من احسن الناس صورةً پوری کائنات کا حسن سمٹ کر ایک جوانی میں سما گیا تھا۔ ہونٹوں کو دیکھا تو مجھے سوچنا پڑا

لاکھ کلیاں سر فردوس نچوڑی ہوں گی

ان میں کوثر کا بھی میٹھاس ملایا ہو گا

کتنے یاقوتوں کے پگھلانے سے سرخی لے کر

ان تیرے ہونٹوں کو خالق نے بنایا ہو گا

حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چشم زلیخائی سے یوسفِ آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کو مسلسل دیکھ رہے تھے۔ انہماک سے، استغراق سے دیکھ رہے تھے اور بیٹے کی طرف باہیں پھیلا کر کہا۔ تجھے دیکھتا ہوں احساس ہوتا ہے یہ حسن یہ جوانی یہ نورانیت۔ ع

میں سوچتا ہوں کہ خالق نے کس صفائی سے

میرے خیال کو جسمانیت میں ڈھالا ہے

☆واطیبھم ریحاً اس کے جسم اطہر سے ایک ایسی خوشبو آرہی تھی کہ مقام ''اوادنیٰ'' کے نوری درودیوار مہک اٹھے تھے

☆والنور یسطع من بین عینیہِ و من فوقہٖ و من تحتہ ......

اورحسن و شباب کے مرقع جمیل کی نرگسی آنکھوں کے درمیان جلوہ جمال اِلٰہی کا مظہر بن کرنور ذات خلوتِ عرش کو جگمگا رہا تھا

اوراس کے جملہ جہات سے انوار اِلٰہی کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔فرمایا میں کافی دیراس کے حسن کے دلنواز نظاروں میں محو رہا کافی دیر بعد سوچا آخر ہے میرا ہی مظہر کیوں نہ اسے بلاؤں

یہ لمحہ بھر کی قربت جوحرارت دے گی اس سے انتقام کی امید قوی ہوگی اور مصائب کی شدت کم ہوجائے گی بس ☆ فدعوتہ فاقبل الی مسکرا کے فرمایا۔بیٹے ذرا میرے قریب آؤ۔حجت آخرعجل اللہ فرجہ الشریف انداز دلربائی سے بڑھے

☆و علیہ ثیاب النور و سیما کل خیرٍ

قامت موزوں پہ نور سے تیارشدہ ایک لباس تھا کہ ہرتارنور رطور کا مضحکہ اڑا رہی تھی۔منجملہ حسن کائنات جد اطہر کے قریب آئے اتنے قریب آئے کہ جیسے اللہ نے اپنے حبیب کو باربار فرمایا اُدنُی مِنّی اورقریب اورقریب آؤ جی نہیں بھر رہا اور قریب آؤ۔بس اسی طرح اللہ کے فقرے حبیب نے دھرائے۔ بیٹے اورقریب آؤ۔☆حتی قبل ما بین عینی ...... رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے

اتنے قریب آئے کہ فرطِ محبت سے بڑھ کر میری پیشانی چوم لی
اللہ کی قسم جی چاہتا ہے دل سے یہی آواز تمنا بن کر نکلتی ہے ان مقدس ذوات کے رہنے کیلئے عرش ہی زیبا ہے یہ بد بخت دنیا ان کے رہنے کیلئے کہاں موزوں ہے عرش جیسے مقدس اور نورانی ماحول میں بمعہ خاندان ہمیشہ شاد رہتے۔ دکھ درد نام کی کوئی چیز بھی نہ دیکھنا پڑتی۔ ہاں یہی منظر ایک مرتبہ پھر بھی دیکھنے میں آئے گا۔ آنکھیں ترس رہی ہیں پروردگارِ عالم یہ منظر جلد دکھائے

محترم قارئین!

معراج کا واقعہ قبل از ہجرت کا ہے اور رجعتِ آخر کا نزول اجلال ۲۵۵ھ ہجری میں ہوا۔ دوسو پچاس ساٹھ سال قبل از نزول اجلال جد اطہر سے ملاقات بتا رہی ہے کہ یہ بھی قرآن کی طرح قبل از تنزیل قرآن تھے۔ اور ہیں کیونکہ قرآن کا یہ وجود مکتوبی ہے اور وجود حقیقی وجودِ حجت اللہ ہے۔

............☆☆............

باب ہشتم

تاریخ ۵ محرم الحرام ۱۳۹۷ ہجری

اَلحُجَّةُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

محترم قارئین !

مجھ سے پہلے ابھی ایک صاحب کچھ علماء اہل تشیع کے خلاف دشنام طرازی فرما رہے تھے۔ کچھ علمائے سرگودھا کا ذکر تھا۔ کچھ علمائے ملتان وغیرہ کیلئے نازیبا الفاظ ادا ہو رہے تھے۔ یہ باتیں زیبا نہیں ہیں۔ ہمارے پاس فضائل آل محمد علیہم الصلوات والسلام کیا کم ہیں کہ ہم تبرے بازی سے داد لیں۔ گالی دے کر داد لینا، دشنام دے کر مجمع کو اچھالنا، فحش الزامات لگا کر واہ واہ کروانا۔ اس ماحول کے شایاں نہیں۔ یا تو یہ کہہ دیں کہ محمد و آل محمد علیہم الصلوات والسلام کے فضائل ہمارے پاس نہیں رہے اب صرف شکایت اور تنقید ہی ذریعہ حصول داد و تحسین رہ گئی ہے

ہر شخص کا معیار اپنا ہے کوئی سلمانؑ بن رہا ہے تو کوئی ابوذرؒ بھی رہنے دیں۔ سبھی پر شعورِ سلمانؑ فارسیؒ تھوپا تو نہیں جا سکتا۔

اگر کسی کی معرفت اتنی بڑھ گئی ہے کہ سلمانؑ کی حدوں کو چھو لیا ہے تو اس دولت کو چھپانا چاہیئے۔ جیسے سلمان فارسیؑ نے کیا تھا۔ غیروں کی بات چھوڑیں۔ ابوذرؒ سے

بھی اپنے حالات کو چھپایا، نہ کہ ابوذرؓ کی معرفت کی کمی پر اسے نازیبا الفاظ سے نوازا جن حضرات کو وہ برا بھلا کہہ رہے تھے ان کی دو حالتوں میں سے ایک ضرور ہے یا ان کا شعور اتنا ہے۔ مقام معرفت یہی ہے جسے خلوصِ نیت سے وہ اپنائے ہوئے ہیں (لیکن شرط خلوص ومحبت ہے) تو وہ پھر قابل رحم ہیں نہ کہ قابل ملامت۔ انہیں گالیاں دینا ہرگز مناسب نہیں۔ وہ ذات چاہے گی تو ان کا معیار بلند فرما دے گی۔ معرفت کسبی تو ہے نہیں عطا ہوتی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ عمداً فضائل سے انکار کرتے ہیں اغراض دنیاوی کے پیش نظر جان بوجھ کر توہین خدا ورسولؐ کرتے ہیں، نام ونمود مال ودولت کیلئے حبِ دنیا کے ارکان ستہ میں سے کسی کے پیش نظر وہ محمد وآلِ محمد علیہم الصلوات والسلام کی عظمتوں سے انکار کرتے ہیں تو انہوں نے خدا ورسول کو عمداً اپنا دشمن بنا لیا۔ وہ اپنا اتنا نقصان کر چکے ہیں کہ اس سے بڑا نقصان ان کا کوئی غیر نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس صورت میں بھی کسی کو ان پر زبان درازی کا حق نہیں پہنچتا۔ وہ تو پہلے ہی عذاب عظیم وعذابِ الیم خرید چکے ہیں۔ بہر حال ان پر برسر منبر دشنام طرازی مناسب نہیں ہے۔ اور انہیں بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ گالی گلوچ پر اتر آئیں۔ اگر کوئی محبت میں آ کر غلو کا مرتکب ہوتا ہے تو المحب لا یلام کے تحت کوئی محبّ قابلِ ملامت نہیں ہے بہر حال منبر کی فضا کو ذاتیات سے پاک رکھنا چاہیئے

محترم قارئین!

حجت وہ ہے جو قرآن کا وجود حقیقی ہے۔ یہی ہے نا میرا موضوع۔

قرآن قرأت سے ہے یعنی ☆ مقرٌ لسان الله یعنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

نطق معجز بیاں سے جو کچھ جو حصہ جتنا بیان میں آیا وہ ہے قرآن
اور کتاب ہے کتابت سے جو کچھ زبانِ سرورؐ سے سن کر لکھا گیا وہ ہے کتاب یعنی
قرآن وجود ملفوظی ...... کتاب وجود مکتوبی۔
یہ دو جدا جدا حقیقتیں ہیں۔ اس لئے اللہ نے انہیں علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے مگر یاد
رہے کہ کتاب کے دو وجود ہیں، ایک کتاب وجودِ ملفوظی کے بعد لکھی گئی ایک وجود
ملفوظی سے قبل لکھی گئی
وجود ملفوظی سے قبل جو کتاب ہے اس کا تذکرہ بھی خالق نے سورہ الواقعہ میں کیا
ہے۔ جو قرآن کا چھپنواں سورہ ہے

☆ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ (77)فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ(78)لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (79)

یہ قرآن تو ایک پوشیدہ کتاب میں ہے۔ یعنی یہ لباس ملفوظی یہ جامہ الفاظ تو یہ مجموعہ
اصوات والفاظ و معانی۔ قرآن تو کتاب مخفی سے پڑھا جا رہا ہے۔ وجود ملفوظی
میں بدلا جا رہا ہے۔ ایک اور مقام پہ فرمایا

☆وَمَا كَانَ هَـذَا الْقُرْآنُ أَن يُفْتَرَى مِن دُونِ اللّهِ (یونس 37)

قرآن غیر اللہ کا بنا ہوا ہے ہی نہیں کسی کی اختراع نہیں

☆وَلَـكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ

مگر یہ تو گزشتگان کی تصدیق کیلئے ہے اور یہ قرآن ہے کیا آیت جاری ہے

☆وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لاَ رَيْبَ فِيهِ

یہ قرآن کیا ہے۔ یہ تو تفصیل ہے اس کتاب کی جس میں شک ہی نہیں ہے
دیکھا قرآن اور کتاب دو مختلف الوجود حقیقتیں ہیں لیکن وہ کتاب کہاں ہے آخر وہ

ہے کہاں موجود؟ یہ بھی تو سمجھ میں آئے جو بلا شک کتاب ہے جس کی تفصیل یہ قرآن ہے وہ کہاں ہے؟۔ تو اس کا جواب خود خالق نے سورہ بروج میں فرمایا۔ جو قرآن کا پچاسواں سورہ ہے۔ فرمایا وہ کتاب کہاں ہے؟ تو سنو اور غور سے سنو وہ کتاب ہے

☆فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ...... وہ کتاب لوحِ محفوظ ہے

جب اس لوح کا نام ہی لوحِ محفوظ ہے۔ اللہ کی حفاظت میں ہے تو اس کا مطالعہ کون کرسکتا ہے۔ وہی کرسکتا ہے جو وارث کتاب ہو

☆ثُمَّ أَوۡرَثۡنَا الۡكِتَابَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا (فاطر 32)

کا مصداق ہو۔ وارث وارث ہی ہوتا ہے چاہے بچہ ہی کیوں نہ ہو شاید اس بات کو واضح کرنے کیلئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

☆كان الحسن يطالع اللوح المحفوظ فى زمن رضاعته

علامہ ابن حجر عسقلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حسن عام لوگوں کی طرح نہیں اس کی حقیقت کائنات سے جدا ہے۔ کم از کم اتنا سمجھ لو کہ دور رضاعت (جب دودھ پیتے تھے) اس دور میں مطالعہ لوح محفوظ کرتے تھے۔ اور کتاب ہے ☆فی لوحِ محفوظ یعنی لوح محفوظ میں ہے کتاب اور کتاب میں کیا ہے؟

☆وَمَا مِنۡ غَائِبَةٍ فِیۡ السَّمَاءِ وَالۡأَرۡضِ إِلَّا فِیۡ كِتَابٍ مُّبِيۡنٍ (نمل 75)

گویا اولین وآخرین کے غیوب زمین وآسمان کے غیب ہر خشک وتر سے کتاب محیط ہے اور کتاب سے لوح محفوظ محیط اور لوح محفوظ سے وارث کتاب ولوح محیط ہے اسی لئے تو اللہ نے سورہ یٰسین میں فرمایا ہے

کہ ہر چیز سے امام مبین محیط ہوتا ہے۔ غور کیجئے قارئین! کہ کتاب مبین اور امام مبین مشترک ہے مگر حقیقت ایک ہے۔

جس طرح قرآن کا یہ ظاہری وجود وجود حقیقی نہیں اسی طرح انوار حجت کا بھی ظاہری وجود وجود حقیقی نہیں ہے۔ دونوں کا ظاہر ہدایت کیلئے ہے۔ ورنہ حقیقت دونوں کی ایک ہے

اب علم غیب پہ بات کرنے والے خود سوچتے جائیں کہ کل غیوب پر کتاب مطلع ہے اور کتاب پر لوحِ محفوظ مطلع ہے اور لوح پر وارث کتاب مطلع ہے یا الجبرے کے قاعدے کے مطابق پہلا کلیہ رد کر دو یا آخری کو تسلیم کرو۔ یعنی الف برابر ب اور ب برابر ج گویا الف برابر ج۔ یہ بھی مسلمہ ہے کہ مفہوم و تحریر و الفاظ ہمیشہ قرطاس و لوح سے قبل ہوتے ہیں۔ گویا حقیقت قرآن لوح محفوظ سے قبل ہوگی۔

اسی لئے تو حقیقی قرآن نے اعلان کیا تھا کہ "الحجة قبل الخلق" حجت ہر خلق سے قبل ہے۔ کچھ لوگوں نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ایک پورے سورہ کو بکری کھا گئی تھی اچھا قرآن ہے اور حفاظت

موجودہ قرآن جو ہے ہمارا اس پر کامل ایمان ہے۔ اس کا ایک ایک حرف ہدایت ہے مگر اس کا وجود حقیقی وجودِ حجت ہے جو اس قرآن کا وارث ہے اور یہ ورثہ ہے وارث کو چھوڑ دیا جائے تو ورثہ سے تمسک سود مند نہیں ہوسکتا

دیکھئے نا قارئین! اختصار کے ساتھ ایک مثال دوں

ایک دن امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام ایک مجمع میں فرما رہے تھے کہ لوگو! دیکھو یہ چھڑی جو میرے ہاتھ میں ہے تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ ایک شخص اٹھا اور

بڑھ کر چھڑی کو چوما، آنکھوں سے لگا کر رونے لگا، کئی بار بوسے دیئے، جب وہ چلا گیا تو سرکار نے فرمایا

یہ شخص واللہ جنت کا مستحق نہیں ہے۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا

اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھڑی کو بوسے دیئے ہیں تعظیم کی ہے مگر دستارِ رسالت کے وارث کو سلام تک نہیں کیا۔ یہ جہنم کا مستحق نہیں تو کون ہے؟

وارث کو چھوڑ کر ورثہ کی عزت کرنا سود مند نہیں ہے۔ کتب غیبت میں سید حسنی کے خروج کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اگر وقت ملا تو میں تفصیل سے بیان کروں گا۔ لیکن اپنے دعویٰ کی دلیل میں ایک حصہ پیش کرتا ہوں

حدیث مفضل ابن عمرو کتبِ غیبت میں معروف حدیث ہے مفضل صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام کا صحابی ہے۔ اس کے بارے میں سرکار کا مشہور فرمان ہے ☆المفضل و کسلمان فی زمان جدنا کہ مفضل ہمارے دور میں ایسے ہے جیسے ہماری جدِ طاہر واطہر کے دور میں سلمان فارسیؓ تھے۔ باقی حدیث بہت طویل ہے۔ صرف ملخص اتنا بیان کرتا ہوں کہ حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کے خروج سے قبل سید حسنی خروج کریں گے۔ ان کا لشکر ایک لاکھ سے متجاوز ہوگا اور جب کوفہ کے باہر امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے لشکر کے روبرو ہوں گے تو سید حسنی آقا سے معجزات طلب کریں گے اور صدور معجزات کے بعد چار ہزار افراد ایسے ہوں گے جن کے گلے میں قرآن حمائل ہوں گے بآواز بلند کہیں گے ☆ھذا سحر عظیم کہ یہ عظیم جادوگر ہے۔ امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ان کے قتل کے احکام صادر فرمائیں گے

فرمایا۔ یا مفضل عرض کی جعلت فداك قربان جاؤں۔ فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ

وہ خاک وخون میں غلطان زمین پہ تڑپ رہے ہیں اور قرآن ان کی گردنوں میں موجود ہیں اور وہ زمین پہ اپنے خون میں لوٹ رہے ہیں

فرمایا۔ ہمارے آخری فرزند کے اصحاب بارگاہ امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف میں عرض کریں گے آقا اجازت دیں تو ان کی گردنوں سے قرآن نکال لیں

فرمایا۔ مفضل تمہیں معلوم ہے کیا جواب ملے گا۔ عرض کی آپ فرمائیں۔ مسکرا کر فرمایا کہ ہمارا قائم عجل اللہ فرجہ الشریف حکم دیں گے قرآن ان کی گردنوں میں رہنے دو کہ یہ قرآن ان کیلئے حسرت بن جائیں۔ عبرت بن جائیں۔ کہ انہوں نے وارث قرآن سے انکار کیا ہے اور ورثہ کو سینے سے لگا رکھا تھا

گویا وارث کو چھوڑ کر ورثہ سے تمسک رکھنا باعث حسرت وعبرت ہے۔ کیونکہ قرآن کا وجودِ حقیقی وجودِ حجت ہے۔ اس لئے صاحب بحار الانوار لکھتے ہیں۔ حجت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف تشریف لائیں گے تو پہلا امتحان ہی قرآن ہوگا

☆یظھر للناس کتاباً جدیداً و ھو علی الکافرین صعب شدید

کہ لوگوں کیلئے جدید کتاب لائیں گے جو کافرین کیلئے مشکل ترین امتحان ہوگا۔ یعنی برداشت سے باہر ہوگا

امام محمد باقر علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کثیر سرکار زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے قرآن سے انکار کردے گی

فرماتے ہیں قائم عجل اللہ فرجہ الشریف ان کی گردن مارنے کا حکم دیں گے اور باقی اصحاب سے کتابِ جدید پہ بیعت لیں گے۔ یہ وہ کتاب ہوگی جو بعد از وجود ملفوظی وجود مکتوبی میں آئی تھی یعنی صحف امیر المومنین علیہ الصلوات والسلام

اب ثابت ہو چکا کہ وجود حقیقی وجودِ حجت ہے۔ بلکہ نورِ حجت ہے اس پر کبھی مفصل بحث ہو گی لیکن اس مختصر بحث سے اتنا تو سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ قرآن، کتاب، ذکر، فرقان وغیرہ مختلف الوجود اور متفق نور ہے۔ جس کا اسم گرامی ہے حجت اللہ بالغہ اور بتایا جا رہا ہے کہ وجود حجت کی دنیا پہ آمد نزول قرآن کی طرح ہے

کیا قرآن محتاج والدین ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اپنے صاحب پر نازل ہوتا ہے اور یہ قبل از نزول اجلال بھی مکمل و کامل و اکمل اور بعد از ظہور انوار بھی کامل و اکمل ہوتا ہے، اسی طرح انوار حجت بھی محتاج والدین نہیں۔ ابوالبشر اگر والدین کے بغیر پیدا ہو جائیں تو تعجب نہیں۔ اور نورِ حجت کو والدین کے بغیر اللہ پیدا کر دے تو کیا قادر نہیں ہے۔ قادر تھا لیکن اس میں یہی مصلحت تھی کہ انہیں لوگ سب دیکھنے کے باوجود لباس معاشرت اور پھر فطری تقاضے دیکھنے کے باوجود خدا کہہ رہے ہیں۔ لوگوں نے ان کا بچپن اور لڑکپن دیکھا۔ جوانی دیکھی۔ ادھیڑپن دیکھا۔ ضعیفی دیکھی مگر جب بھی خوارق پہ نگاہ کی تو کسی کے امام نے بھی کہہ دیا کہ مر گیا شافعی مگر یہ پتہ نہ چل سکا کہ اللہ رب ہے یا علی علیہ الصلوات والسلام میرا رب ہے۔

یہ مراحل نہ ہوتے تو کائنات کا کوئی شخص ایسا نہ ہوتا جو ان کو اللہ نہ مان لیتا۔ دیکھئے نا حضرات ہر شخص کے دو فریق ہوتے ہیں۔ دوست یا دشمن آل محمد علیہم الصلوات والسلام کے بھی دو طرح کے فریق ہیں دوست یا دشمن۔ ان کے فضائل پہ غور کریں۔ دشمن نے ان کے فضائل چھپائے۔ دشمنی اور حسد کی وجہ سے، ان کے دوستوں نے بھی فضائل کو چھپایا تقیہ کر کے۔ اب دونوں فریق فضائل کو چھپانے میں مصروف ہیں مگر پھر بھی اتنے فضائل ضرور بچ گئے، اتنے فضائل پھر بھی پہنچ گئے کہ لوگوں کو

ان کے خدا ہونے کا شک ہوتا ہے۔فضائل کو چھپانے کی کوشش میں دوست دشمن دونوں شریک ہیں مگر جو تھوڑے سے عوام کے سامنے آئے ہیں وہ بھی اتنے ہیں کہ ان کی الوہیت ثابت کر دیتے ہیں۔اگر یہ والدین کے بغیر ہی پیدا ہو جاتے تو پوری کائنات ان کے خدا کو چھوڑ کر انہیں خدا مان لیتی

اس لئے اب محمدؐ و آل محمد علیہم الصلوات والسلام نے ان کی دنیا پہ آمد کو والدین کے تحت فرمایا ہے مگر پھر بھی والدین میں سے والدہ پر نور رجت کا نزول قرآن کی طرح تھا۔

ہیومن پراسس(Human Process) کے تحت نہ تھا

لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ جس ذات پہ نور رجت کا نزول اجلال ہوتا ہے اس میں ایک تو مناسبت ہوتی ہے پوٹنشلی (Potentially) یعنی باطنی طاقت، اس میں اس نور کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔کیونکہ یہ نورِ حقیقت قرآن ہے۔اگر وجود مکتوبی بھی غیر مناسب چیز پر نازل ہو جائے تو برداشت نہیں ہوسکتا مثلاً سورہ حشر میں ارشاد ہے

☆لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً (حشر 21)

کہ اگر قرآن پہاڑوں جیسی سخت جان چیز پر بھی نازل ہوتا تو دھجیاں اڑا دیتا۔ کیونکہ ان میں متحمل قرآن مکتوبی وملفوظی ہونے کی صلاحیت نہیں۔ان میں مناسبت نہیں اس لئے ریزہ ریزہ ہو جاتے

تو جہاں نورِ رجت جو قرآن کا وجود حقیقی ہے وہ نازل ہوگا تو اس نزول سے قبل اس شخصیت میں صلاحیت موجود ہے۔نور کے متحمل ہونے کی استعداد ہے۔نور سے مناسبت ہے تبھی تو نزول نور ہو رہا ہے اور نور رجت جسے شرف مادری عطا فرمائے

کسی کی کیا جرأت کہ ان کے مراتب پہ نگاہ ڈال سکے۔
مطلع ولایت کے گیارہویں شمس ضحٰی کی پھوپھی پاک ہیں جو خاندان تطہیر کی بزرگ ترین مستور ہیں ایک امام کی بیٹی، ایک کی بہن، ایک کی پھوپھی کتنے عظیم رشتوں میں مربوط ہیں وہ، گویا سیدہ کونین صلوات اللہ علیہا کی چادرِ تطہیر کی واحد وارث ہیں کتنے بڑے اعزاز حاصل تھے انہیں
جب قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کی والدہ گرامی عبدالرحمٰن ناصر حاکم افریقہ، فاتح سسلی کے دور میں یونان سے بغداد آئیں تو کنیز بن کر آئیں وقت نہیں ہے ورنہ واقعہ لقمان بن بشیر مفصل پڑھنے کے قابل ہے چلو پھر کبھی (تفصیل کیلئے ہماری کتاب معدن العصمت دیکھیں)
جب یہ گلشنِ شمعون کی مقدس کلی تقدیس قصر یشوعا دامن عیسٰی کی مسیحائی کا ملخص صحن تطہیر میں وارد ہوئیں تو کنیزی کا لباس زیب تن تھا اور سب سے پہلے معظّمہ خاتون جو بزرگ مستور تھیں اور سیدہ کونین کی چادر کی وارث تھیں امام حسن عسکری علیہ الصلوات والسلام کی پھوپھی تھیں یہ ان کے ہاں تشریف لائیں
ملکہ روم شہزادی یونان کا یہ دستور تھا کہ جب امام کی پھوپھی تشریف لاتیں تو یہ چند قدم چل کر سلام عرض کرتیں جب وہ مسند کو شرف بخشتیں تو یہ شہزادی ان کی نعلین ہاتھوں پہ لیتی۔ موزے خود اتارتیں جب اس شہزادی نے افق حجت کے گیارہویں خورشید کے حرم کو زینت بخشی تو پہلی مرتبہ جب سیدہ کونین کی دختر تشریف لائیں تو اس شہزادی نے اپنے دستور کو قائم رکھا
چند قدم چل کر سلام عرض کیا۔ معظّمہ خاتون نے پیشانی پہ بوسہ دیا۔ جب انہوں

نے مسند کو زینت بخشی تو اس شہزادی نے قدموں سے نعلین علیحدہ کرنے کو ہاتھ بڑھائے تو معظّمہ خاتون نے جھک کر ہاتھ پکڑ لئے سر پہ بوسہ دے کر فرمایا

اب تو کنیز نہیں بلکہ میرے امامِ زمانہ علیہ الصلوات والسلام بیٹے کی زوجہ ہے ام الحسنین صلوات اللہ علیہا کی بہو ہے اور پھر ہمارے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کی ہونے والی ماں ہے۔ اب تو تو اس مقام ارفع پہ فائز ہے کہ ہمیں مناسب لگتا ہے کہ ہم تمہاری نعلین درست کریں کیونکہ تو قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کی والدہ ہے

اب تو اس قابل ہے کہ بتول کی بیٹی تمہاری نعلین درست کرے اب بتایئے یہ مرتبہ یہ عزت کیسی ہے۔ جملہ کتب غیبت نے انہیں معظّمہ خاتون سے روایت کی ہے کہ میں اپنے بھتیجے اپنے امام سے ملنے کیلیئے ان کے حرم میں پہنچی

چودہ ماہِ شعبان کا دن تھا۔ ۲۵۵ ہجری یوم الخمیس تھا۔ خاندان تطہیر کا دستور تھا کہ سارا سال روزے سے رہتے تھے

بی بی فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے قصر امامت میں گزارا جب شام ہونے لگی سورج نے محرابِ مغرب میں رکوع کیا تو میں نے اجازت چاہی کہ گھر لوٹ جاؤں۔ میرے امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام بیٹے نے فرمایا

پھوپھی اماں جی چاہتا ہے۔ آج افطار ہمارے ہاں کیجئے۔ پوچھا بیٹے چہرے پہ مسرت کے آثار ہیں اور افطار کی دعوت کچھ معنی خیز لگ رہی ہے

مسکرا کر فرمایا منہ میٹھا ہو تو بتاؤں۔ کہا بیٹے یہ بھی کوئی بات ہے۔ کائنات تمہاری نعلین کے صدقے میں چل رہی ہے مگر کیا بات ہے، فرمایا پھوپھی اماں آج دنیا میں اسے آنا ہے جو نور ذوالجلال ہے، کردگارِ حسن و جمال ہے۔ جو مرکز پرکارِ

آمال ہے۔ جو سرمایہ آل ہے۔ جو ذات یزداں خصال ہے۔ جو انبیاء کا لاج پال ہے۔ محمدؐ کا عکس لازوال ہے اور میرا لعل علیہ الصلوات والسلام ہے

معظّمہ خاتون کے رخ پہ مسرت کی شفق نے لالہ زاریاں کیں اور پھر کچھ توقف کے بعد عرض کی اے میرے امام زمانہ بیٹے کائنات میں جب نزول نور حق ہوتا ہے تو آثار قبل از نزول ضرور ہونے چاہیں۔ مگر مجھے ذرا بھر بھی آثار نظر نہیں آتے۔

فرمایا بجا ہے آثار ہوتے ہیں مگر بشریت سے ماوریٰ ہوتے ہیں۔ کبھی قیصر و کسریٰ کے کنگرے گر جاتے ہیں۔ کبھی دریا ساوا خشک ہو کر بتاتا ہے۔ کبھی آتش کدے سرد ہو کر اعلان کرتے ہیں۔ آسمان خوشیاں نچھاور کرتا ہے۔ معادن گواہر اگل دیتے ہیں مگر جسے یہ انوار شرفِ مادری دیتے ہیں۔ وہاں آثار کہاں۔ فرمایا بجا ہے

ماضی میں تو یہی ہوا کبھی قیصر و کسریٰ کے کنگروں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ آتش کدوں نے گلزار بن کر نسیم نارو جناں کی آمد کا اعلان کیا ہے۔ کبھی وادی سماوا میں ایسے بحر رواں ہوئے کہ بحر ہزج میں قصائد بن گئے

اچھا بیٹے مبارک ہو۔ ہمارے منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کی آمد تو ہو رہی ہے نا اس کے بعد معظّمہ کائنات سین صلوات اللہ علیہا حرم شہنشاہِ سر من علیہ الصلوات والسلام کے پاس آئیں۔ قریب آ کر بیٹھ گئیں۔ شہزادی نے پوچھا آقا زادی آج آپ مجھے بغور دیکھ رہی ہیں التفاتِ منفرد سے نواز رہی ہیں، نگاہ خاص سے دیکھ رہی ہیں۔ رخ انور پہ مسرت صلوات پڑھ رہی ہے، آنکھوں میں شفقتِ مادری کروٹیں لے رہی ہے ہر فقرے میں مامتا کی لوریاں پنہاں ہیں، وجہ معلوم نہیں

مسکرا کر فرمایا کہ آخر تو ہمارے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کی ماں ہے۔ اور آج اس کی دنیا

میں آمد ہے

شہزادی نے پوچھا کہ ماں ہونے کا شرف کسے بخشیں گے مسکرا کر فرمایا تمہیں ابھی تک احساس بھی نہیں ہوا کہ ہمارے فرزند کی ہونے والی والدہ تم ہو۔

شرم وحیا سے آنکھیں بوجھل ہوئیں، شرم کی سرخی چہرے پر شفق زار ہوئی، پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں مسکرانے لگیں، ہونٹوں پہ تبسم پھیل گیا، سر اطہر پہ ردا کے دامن کو درست فرما کر عرض کی

آپ کا ہر فرمان بجا ہے مگر مجھے حیرت ضرور ہے۔ گو میں صحنِ مریم کی پروردہ ہوں، خلوت کدہ مریم کی بادِ نسیم ہوں، مگر جناب مریم کے قریب روح الامین تو آئے تھے۔ گریبان میں پھونک تو ماری تھی۔ مگر مجھے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی نگاہِ کرم کے سوا کسی چیز نے مس تک نہیں کیا۔ بھلا میں کیسے آپ کے فرزند کی ماں بن سکتی ہوں۔

شہزادی نے مسکرا کر فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ انوار حجت نے کئی بار اعلان فرمایا کہ

☆نزھونا عن حظوظ البشریه

یہ انوار بشریت کے جملہ تقاضوں سے ماورئی ہے فرمایا کہ مریم جن کی نعلین برداری پہ فخر کرے، عصمت مریم جن کے پسینے سے جنم لے، مریم جن کی چادر عصمت پہ نگاہیں نہ جما سکے، جنت کی فضا جس کے آنچل سے مستعار ہو، طوبیٰ کی بالیدگی جس کے تقدس کے نقش کفِ پا کو مس نہ کر سکے اس کیلئے آثار کی کیا ضرورت ہے۔ آثار کے نہ ہونے پہ تعجب کیسا؟ شب نیمہ شعبان وارد ہوئی

لیلیٰ شب نے اپنے کاکل پریشان کو مشاطگی فطرت کے بعد موتیوں سے مرصع کیا۔ کہکشاں نے اپنی ساڑھی کے چاروں پلو گوٹہ کناری سے موزوں کیئے، سلمیٰ

اوقات نے لمحات کے پھولوں کو چن چن کر سہرے تیار کرنا شروع کئے، موج بادنسیم پر عطرآفرینیوں نے بادبان کھول دیئے، ہوا کے جھونکے اشجار کے پتوں کی پیٹتی ہوئی تالیوں کی دھوم پر رقص کرتے ہوئے محوخرام رہے تا اینکہ صبح مسرت نے اپنے نقابِ زربفت کو چٹکی میں لیا، صبح کاذب نے صدق دل سے تہجد کا وقت بتایا۔تو سیدہ کونین کی بیٹی مہیائے نماز تہجد ہوئی۔

معظّمہ کائنات کے ساتھ بہو نے بھی تکبیرۃ الحرام ادا کی۔ بعد از نماز تہجد ملکہ کائنات نے امام زمانہ بیٹے کو اطلاع دی

بیٹا ابھی تک نہ کوئی آثار ہیں نہ علائم۔ بلکہ بہو محوخواب ہیں۔امام علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا، عمہ محترمہ میرے بیٹے کا ایک نام پاک ہے۔الفجرؑ ذرا طلوع فجر تو ہونے دو۔طلوع فجر کا عین وقت ہوا

ام القائم عجل اللہ فرجہ الشریف نے نماز صبح ادا کی۔ پیشانی مشرق پہ صبح صادق مسکرارہی تھی۔ اچانک مزاج گرامی میں گرانی محسوس ہوئی۔گویا صبح صادق نے قول امام کی صداقت کا اعلان کیا

کتب میں ہے کہ جب تاجدارِ مدینہ پر وحی کا نزول ہوتا تھا تو آثار وحی ہوتے تھے وہ کیا تھے۔جسم میں کپکپی طاری ہوجاتی۔ ہلکا ہلکا پسینہ شروع ہوجاتا۔ایک غنودگی کا عالم طاری ہوتا۔فرماتے۔☆ ذملونی ذملونی د ثرونی

مجھے چادر دینا کملی دینا

بس یہی کیفیت سیدہ کونینؑ کی بہو کی ہوئی جسم میں کپکپی طاری ہوئی، ایک غنودگی سی پیدا ہوئی، ہلکا ہلکا پسینہ آنا شروع ہوا۔گویا قرآن نازل ہورہا تھا

معظّمہ کائناتؑ نے بڑھ کر بہو کو سینے سے لگا لیا اور سورہ حمد کی تلاوت شرع کر دی۔
دائیں طرف سے آواز آئی ☆یا عمه اِنا انزلنا پڑھیں
انہوں نے انا انزلنا کی تلاوت شروع کر دی۔ اچانک معظّمہ کونین صلوات اللہ علیہا اور ملکہ ثقلین صلوات اللہ علیہا کے مابین ایک حجاب آ گیا۔ایک پردہ درمیان میں حائل ہو گیا
معظّمہ کائنات فوراً امام بیٹے کے کمرے میں تشریف لے گئیں اور عرض کی بیٹا بہو اور میرے درمیان ایک پردہ آ گیا ہے۔ مجھے بہو نظر نہیں آ رہی۔ سرکار نے مسکرا کر فرمایا پردے والا ہمیشہ سلامت رہے۔اب پردے سے باہر آ چکا ہے
انہوں نے آ کر دیکھا بہو محو نماز ہیں اور سجدے میں سر ہے اور دائیں طرف اللہ کی حجت بالغہ رب الارض قریب ہی سجدے میں سر رکھے ہوئے ہیں۔انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند ہے۔ایسا نور ساطع ہے کہ کوہ طور کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں
بی بی فرماتی ہیں کہ میں نے قریب جا کر دیکھا کمسن شہزادے کا سجدے میں سر ہے اور آواز آ رہی ہے
☆اشهد ان لااله الاالله وحده لا شريك له و اشهد ان جدى رسول الله و اشهد ان ابى امير المومنين
لوگ کہتے ہیں کہ شہادتِ ثالثہ جزوکلمہ وآذان واقامت نہیں۔ اگر کوئی مولوی وہاں بھی ہوتا تو ضرور عرض کرتا امامِ زمانہ آقا یہ آخری شہادت نہ دیں ورنہ یہ جزوکلمہ بن جائے گی ...... اگر یہ بدعت ہے تو یہاں بھی فتویٰ لگا کر ذرا کفر خرید لو۔
یہ تو ایک بات درمیان میں آ گئی تھی۔
جب تین شہادتوں کو مکمل فرما لیا تو پھر فرداً فرداً آئمہ کا ذکر فرمایا اور جب اپنے نام

پر پہنچے تو فرمایا

☆اللھم انجزلی وعدك و اتمم لی امری وثبت و طأتی و املاء الارض بی قسطاً وعدلا

معظّمہ کائنات نے جب حجتِ آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کو دیکھا تو بڑھ کر سینے سے لگا لیا ادھر حجرے سے آواز آئی

یا عمہ محترمہ میرے لعل کو میرے پاس لائیں

شہزادی معصوم کو اٹھا کر تاجدارِ سرمن کے قریب لائیں۔ امام علیہ الصلوات والسلام نے بڑھ کر لختِ جگر کی تعظیم کی۔

باپ بیٹے کی نگاہیں چار ہوئیں۔ مسکراہٹوں کے تصادم سے کائنات منور ہوئی۔ آنکھوں آنکھوں میں صدیوں کی داستانیں بیان ہوئیں نظروں کی زبان نے رازوں کو قوتِ پرواز دے کر بیان کی سرحد میں لاکھڑا کیا

سرکار نے بیٹے کو ہاتھوں پہ لیا، نورعلیٰ نور کی تصویر کھنچ گئی، ملکوت سما نے غرفوں سے جھانکا، ہجوم ملکوت میں سے کوئی بھی مکمل سراپا نہ دیکھ سکا، کسی کو صرف ہاتھ نظر آئے کسی کو آنکھیں نظر آئیں، کوئی صرف چہرہ دیکھ سکا، کوئی پہلو کی زیارت کر سکا۔ رش کی وجہ سے مکمل سراپا کوئی نہ دیکھ سکا

جس نے ہاتھ دیکھا کہا سبحان اللہ بس شہزادہ کیا ہے ید اللہ ہے، جس نے پہلو دیکھا کہا ماشاء اللہ معصوم کیا ہے جنب اللہ ہے، جس نے آنکھیں دیکھیں عین اللہ کہا۔ جس نے خوش قسمتی سے چہرہ دیکھا تو کہا اللہ اللہ یہ وجہ اللہ ہے

جبرائیل نے ذرا قریب سے دیکھا تو سجدے میں گر کر کہا

اجی کیا بات ہے

کس کس عضو بدن کو اللہ سے منسوب کروں۔ کون کون سے اعضا کو اللہ سے نسبت دوں۔ کچھ کہنے کو جی تو کرتا ہے مگر اللہ سے ڈرتا ہوں

امام علیہ الصلوات والسلام نے لخت جگر کو ہاتھ پہ اٹھایا۔ اپنی زبان ان کے منہ میں دے رہے تھے۔ امامِ وقت امام وقت کو زبان دے رہا تھا کہ آج سے کل کائنات کا شہنشاہ مطلق العنان تو ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے اللہ کی لسانِ صادقہ ذرا رطب اللسان ہو جا۔

محترم قارئین!

صحف آدم سے آغاز ہوا، الواح انبیاء مزامیر داؤد، کتب ابراہیم غرض ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے صحیفے تلاوت ہوئے، قرآن ختم ہوا۔ ماضی حال مستقبل کے واقعات الفاظ کی شکل میں غنچہ مزاج لبوں سے نکل نکل کر لوحِ کائنات پر ثبت ہو رہے تھے گویا ایک عظیم مؤرخ مستقبل کی تاریخ مرتب کر رہا تھا

کائنات کی تقدیر لکھی جا رہی تھی۔ کونین کا مقدر موزوں ہو رہا تھا۔ ہستی کی قسمت استوار ہو رہی تھی۔ قدرِ الٰہی کو قضا سے ہم آہنگ ہونے کے انداز بتائے جا رہے تھے۔ احکام صادر ہو رہے تھے

طلوع فجر سے یہ سلسلہ جاری ہوا۔ طلوع شمس نہ ہوا تھا کہ سبھی کچھ ہو بھی چکا، اس تھوڑے سے وقت میں اتنا کچھ ہو بھی چکا اور وقت بھی جامد رہا۔ زمان کے سانس رک گئے، زمان کی نبض ڈوب گئی۔ ارے جس کے اختیار میں مکان و زمان ہوں وہ صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف نہیں تو کیا ہے۔

یہ اسمِ گرامی ایسا ہے کہ کئی تقاریر مانگتا ہے ویسے ایک سو اسی اسمائے حسنہ ہیں جس پر کبھی وقت ملا تو کچھ عرض کروں گا

محترم قارئین !

نورِ رجعت آخر جب لباس بشر میں ظاہر ہوا تو آسمانوں کے دریچے کھل گئے ، خالق کا حکم ہوا اے ملکوتِ سما اے کروبیاں ، اے قدسیانِ خلوتِ سما آٹھ حاملانِ عرش کے علاوہ سبھی ملکوت شہنشاہِ سرمن کے درِ دولت پر تبریک کیلئے حاضری دیں ۔ پھر کیا تھا ☆ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (فجر22) کی تصویر سامنے آ گئی ۔نزول ملکوت شروع ہوا صفیں باندھ کر پرے باندھ کر فرشتے آنا شروع ہوئے ،کبھی ملکوت بدر آئے ،کبھی ملکوت کربلا آئے ، جس منتقم عجل اللہ فرجہ الشریف کو عرش کی بارہ دریوں میں محوخرام دیکھا تھا انہیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا تھا ، ہر ملک یہی سوچ رہا تھا کہ اگر اللہ شکل انسان کو اپنا لیتا تو یقیناً اسی صورت میں ظاہر ہوتا ، اللہ اگر ہیکل بشر میں جلوہ گر ہوتا تو اتنا ہی حسین ہوتا۔ ہر قدسی آنکھوں کی جھولیاں پھیلائے ،چشم کو کاسئہ گدائی بنائے ، جلوہ حسن کی زریں اشرفیاں لینے کو بڑھا ، منعم عصر نے خزائن حسن سرعام لٹانے شروع کیئے شہنشاہ کائنات حسن عسکری علیہ الصلوات والسلام نے ایک ملک کو قریب بلایا اور اپنے خلف صالح کو اس کے سپرد فرمایا اس نے پروں پہ لیا فرمایا آخر صاحب معراج کی شبیہ ہے روزِ اول ہی معراج کیلئے جانا مناسب ہے ، روح الامین نے شہزادے کو سینے سے لگایا اور پرواز کی وغاب الی السماء اور آسمان کی وسعتوں میں گم ہوگیا ، ماں کی ممتا تڑپ گئی ۔ آقا یہ میرے لختِ جگر کو کس کے حوالے کر دیا ہے ۔ فرمایا میں نے اپنا لعل اس کے سپرد کیا ہے کہ مادرِ موسیٰ نے موسیٰ جس کے

سپرد کیا تھا۔عنقریب واپس آئے گا اور ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی

جب عرش سے شبیہ صاحب معراج واپس آئے تو ماں نے بڑھ کر سینے سے لگا لیا

دائیں شانے پہ بوسہ دیا عجیب لطف محسوس ہوا غور سے دیکھا تو لکھا تھا

☆ جَاء الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً (سورہ بنی اسرائیل 81)

جب حق آ جائے تو باطل کہاں جم سکتا ہے باطل ویسے بھی بھاگنے والا ہوتا ہے

محترم قارئین ! شہنشاہ سرمن نے اپنے خواص کونور رجعت کی آمد کی خوشخبری دی چند

گرامی نامے تحریر ہوئے۔ایک خط اپنے نائب خراساں احمد بن اسحاق کوتحریر فرمایا

اوراس میں لکھا ۱۵ شعبان ۲۵۵ ہجری بروز جمعہ بعد از طلوع فجر قبل از طلوع شمس

اس کی دنیا میں آمد ہوئی ہے جس کے بارے میں خالق نے فرمایا ہے

☆قُل فَانُتَظِرُواُ إِنِّیُ مَعَكُم مِّنَ الُمُنتَظِرِیُن (یونس 20)

تم بھی انتظار کرو اور میں بھی اس کے انتظار کرنے والوں کے ساتھ منتظر ہوں

جناب احمد بن اسحاق کے پڑوس میں ایک عیسائی منجم رہتا تھا۔انہوں نے جا کر علی الصبح

اس کی کنڈی کھٹکھٹائی۔وہ باہر آیا پوچھا حضور کبھی نہ آنے والے آج کیسے تشریف لائے

فرمایا ایک بچے کا زائچہ بنوانا تھا اسی لئے حاضر ہوا ہوں اس نے مسکرا کر کہا یہ بھی

کوئی بات ہے ابھی چند منٹوں میں لیجئے ،کاغذ قلم لے کر قریب بیٹھ گیا جملہ کوائف

پوچھنے شروع کئے

پوچھا تاریخ ولادت؟	فرمایا	۱۵ شعبان
پوچھا وقتِ ولادت؟	فرمایا	بعد از طلوع فجر وقبل از طلوعِ شمس
سن ولادت کیا ہے؟	فرمایا	۲۵۵ ہجری

پوچھا روز ولادت؟ فرمایا جمعۃ المبارک

اس نے زائچے کی لکیریں کھینچیں، بارہ خانے موزوں کئے، تقویم سے سیاروں کے گھر کو دیکھا، بارہ بروج میں سیاروں کو رکھا، منازل قمر شرطین بطین پہ نگاہ کی۔ سب سے پہلے شمس کو دیکھا جو ہر سیارے پر سعادت کی کرنیں نچھاور کرتا نظر آیا زحل جیسے منحوس ستارے کو میزان میں عین شرف میں پایا۔ قمر سے پوچھا میرے چاند تو کہاں ہے کس خانے میں ہے؟۔ چاند نے زبان تقویم سے بتایا کہ سرطان کے پچیسویں درجے پر ہوں۔ رقاصۂ فلک سے پوچھا زہرہ تو کہاں ہے؟ جواب ملا اپنے بیت الشرف میں مصروفِ تلاوت ہوں۔ جلاد فلک دبیر فلک عطارد و مریخ و مشتری اپنے اپنے مقام پر ناممکنات کی پوزیشن میں نظر آئے، دیکھا مولود کا برج کیا ہے؟ زائچہ مسکرا کر بولا بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے برج تو جدی ہے مولود آخر جد اطہر کی شبیہ ہے، برج بھی جدی نہ ہو تو کیا ہو۔ جملہ درجات کو لکھ کر نجومی نے دیکھا آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی ہیں، کہیں سعد ستاروں کا قران ہے کہیں تربیع بن رہی ہے، کہیں تسدیس۔ نجومی سر جھٹک کر احمد بن اسحاق کی طرف دیکھتا ہے کتاب ٹھپ سے بند کر دیتا ہے۔ احمد بن اسحٰق پوچھتے ہیں کیا بات ہے۔ کہتا ہے آپ جیسی شریف النفس شخصیت پر مجھے گمان نہ تھا کہ آپ بھی غلط بیانی سے کام لیں گے۔ فرمایا کہ کیسی غلط بیانی؟ اس نے کہا میں کچی گولیاں نہیں کھیلا حضور سن لیں اس وقت پوری کائنات میں کوئی بچہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ پوچھا کیسے پیدا نہیں ہو سکتا عرض کی نہیں ہو سکتا میں جو کہہ رہا ہوں نہیں ہو سکتا۔ نہ تمہارے عقیدے کے مطابق کوئی بچہ پیدا ہو سکتا ہے نہ ہمارے عقیدے کے مطابق۔

فرمایا کچھ بتاؤ بھی۔نہیں ہوسکتا نہیں ہوسکتا کی رٹ لگا رکھی ہے۔کہتا ہے حضور تمہارے عقیدے سے بچہ اس لئے پیدا نہیں ہوسکتا کہ تم بتاؤ تاجدار انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا دوبارہ پیدا ہوسکتے ہیں۔کہا۔نہیں۔عرض کی اس وقت سوائے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی پیدا ہو نہیں سکتا یا وہ پیدا ہو جو عین سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو ہمارے عقیدے کے مطابق نصاریٰ کے مسلک کے لحاظ سے اس لئے کوئی پیدا نہیں ہوسکتا کہ یہ تاریخ یہ دن یہ وقت اور یہ ستاروں کی حالت ایسی ہے کہ اگر خداوندِ یسوع مسیح علیہ سلام کا باپ رب ذوالعز الذی لایرام دنیا میں پیدا ہونا پسند کرتا تو یقیناً اسی تاریخ کو پیدا ہوتا اور یہ محال ہے، اب تو بتا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟

جناب احمد بن اسحاق سلام اللہ علیہ نے بڑھ کر فوراً اس کا منہ چوم لیا۔مسکرا کے فرمایا بے شک تو نے سچ کہا ہے واللہ اس تاریخ کو عیسیٰ کے خداوند نعمت کی آمد ہوئی ہے۔

وہ بیچارہ نجومی یہی نہ کہتا تو اور کیا کہتا اور علمِ اکتسابی کا یہ بھی کمال ہے کہ مقامِ حجت کو اور نہیں تو ستاروں کے ذریعے پہچان رہا ہے۔آج کے مسلمانوں سے وہی بہتر تھا کہ اتنا تو مان رہا ہے کہ مسیح کے خداوندِ نعمت کی آمد ہے ورنہ اپنے کہلانے والے تو جانے کیا کیا کہہ رہے ہیں۔

............☆☆............

باب نہم

﴿حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف﴾

تاریخ ۶ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ ہجری

اَلحُجَّةُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

محترم قارئین !

میں آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف گامزن ہوں اور مختلف طریقوں سے مقام حجت واضح کرنے میں مصروف ہوں خدا کرے آپ میری منزل تک پہنچ سکیں۔ اگر آپ کے اذہان و افکار کی ڈار میرے ذہن کی معیت میں پرفشاں رہی تو معراج نہ ہو تو بات نہیں

اب اپنی منزل کی طرف ایک اور قدم بڑھیں۔ کل کی تقریر میں میں نے بتایا تھا کہ قرآن کا وجودِ حقیقی نورِ حجت ہے آج بتانا چاہتا ہوں اللہ کے اسماء حسنیٰ کا وجود حقیقی نورِ حجت ہوتا ہے۔ گویا حجج طاہرین کے وجود اللہ کے اسمائے مجسم ہیں۔ حجت مجسم اسم اللہ ہیں

☆ وَلِلّهِ الأَسمَاء الحُسنَى فَادعُوهُ بِهَا وَذَرُواْ الَّذِينَ يُلحِدُونَ فِي أَسمَآئِهِ سَيُجزَوْنَ مَا كَانُواْ يَعمَلُون (اعراف 180)

یعنی اللہ کیلئے بہترین نام ہیں خوبصورت اسماء ہیں جب اللہ کو پکارنا ہو تو انہی کو

پکارو اور دفعہ کرو ان لوگوں کو جو اسماء اللہ سے الحاد کرتے ہیں ان ناموں سے ملحد ہو گئے ہیں تم انہیں چھوڑ دو ہم ان کے اعمال کی اس الحاد کی خود سزا دیں گے

یہاں لفظ جزا بمعنی سزا آیا ہے جیسے قرآن میں ایک مقام پر ہے ☆ ومن یعمل سوءَ یجز به یعنی جو برے اعمال لائے گا ویسی جزا پائے گا یعنی سزا پائے گا

تو دیکھئے قارئین! اللہ فرما رہا ہے جو میرے اسماء سے ملحد ہو جائے ناموں کا منکر ہو گا یعنی ذات اور ہے اور منکر اسم اللہ اور ہے، ثابت ہوا کہ اسم اور مسمّٰی دو جدا جدا حقیقتیں ہیں نام اور ذات دو جدا جدا چیزیں ہیں کیونکہ اسم معرِف ہوتا ہے یعنی تعارف کرتا ہے اور مسمّٰی مُعَرَّف ہوتا ہے یعنی متعارف ہوتا ہے یعنی اسم مسمّٰی کی پہچان کرواتا ہے معرفت کرواتا ہے یعنی نام سے ذات کی پہچان ہوتی ہے جیسے ☆ اعرفوا الله بالله یعنی اللہ کو اللہ سے پہچانو۔ اس میں لفظ اللہ دو مرتبہ آیا ہے پہلی مرتبہ لفظ اللہ ذات کیلئے آیا ہے اور دوسری مرتبہ اسم کیلئے۔ ترجمہ یوں ہو گا کہ اللہ کی ذات کو اس کے اسم اللہ سے پہچانو یعنی ذات کا عرفان اسم اللہ سے کرو

ثابت ہوا کہ اسم اور ذات، نام اور ذات دو جدا جدا حقیقتیں ہیں اللہ فرما رہا ہے کہ میرا صرف اسم نہیں بلکہ کافی اسماء ہیں اور حسین نام ہیں خود اسماء الحسنٰی میں لفظ حسین بتا رہا ہے کہ یہاں اسماء مجسم کی بات ہو رہی ہے

حکماء کا وضع کردہ کلیہ ہے کہ ہر چیز کے وجود چار ہوتے ہیں وجود ذہنی۔ وجود ملفوظی۔ وجود مکتوبی۔ وجود حقیقی

یہ بات ہر شخص جانتا ہے جو ذہن میں آتا ہے وہ حقیقت سے ابعد ہوتا ہے بعید ترین ہوتا ہے اصل سے دور ہوتا ہے۔ تو تصور میں لفظ اللہ آیا تو وجودِ حقیقی سے اس کا

دور کا رشتہ ہوگا تو ثابت ہوا یہ اسم کا وجودِ حقیقی نہیں، وجود ملفوظی ہے تو اس کا صدور ہی بتا رہا ہے کہ یہ حادث زمانی ہے جب تک نہ بگڑے بن نہیں سکتا مثلاً آپ اللہ زبان سے ادا کریں۔ جب تک نوک زباں پر اَل رہے گا لاہ نہیں آئے گا آ ہی نہیں سکتا یعنی جب تک اس کا جزو اول فنا نہ ہو معدوم نہ ہو جزو ثانی ادا ہو نہیں سکتا تو جو وجود مکتوبی ہے تو یہ بھی اسم کا وجود حقیقی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اپنے وجود میں آنے کیلیئے محتاج محض ہے۔ کاغذ محتاج قلم کا، قلم محتاج سیاہی کی، سیاہی محتاج حرکت قلم کی، حرکت قلم محتاج انسانی انگلیوں کی، یوں سمجھ لیں کہ وجودِ ملفوظی محتاج محض ہے اور جو محتاج محض ہو وہ اللہ کے کسی اسم کا وجود حقیقی ہو نہیں سکتا۔ اور ذات اسم کا وجودِ حقیقی ہو نہیں سکتی کیونکہ اسم و مسمٰی ایک حقیقت ایک چیز ہو نہیں سکتے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسما اللہ کا وجود حقیقی انوارِ حجت اللہ ہیں

حضرات گرامی میں آپ کے اذہان پر عقول پر کافی دباؤ ڈال رہا ہوں اگر شکستہ پر افکار کا احساس مانع پرواز نہ ہوتا تو طائرانِ عقول کو ساتھ لے کر عرش کے دلنشین غرفوں میں بٹھا کر ان پر علم و عرفان کی گہر باریاں کرتا۔ بہر حال جتنا ہو سکے میرا ساتھ دیں

میں عرض کر رہا تھا کہ اسم کی تعریف ہی یہی ہے کہ وہ ذات کی پہچان کرواتا ہے اور پہچان ہوتی ہے ''برہان سے'' اور برہان کی دو قسمیں ہیں برہان لُمّی اور برہان اِنّی۔ برہان لُمّی ہے مؤثر سے آثار کو سمجھنا، ذات سے اسم کو سمجھنا، سورج سے کرنوں کا تعارف ہونا۔ ذات سے صفات کو سمجھنا، اور برہان اِنّی ہے صفات سے ذات کو سمجھنا، آثار سے مؤثر پہ دلیل لانا۔ نام سے ذات تک پہنچنا اسی لئے

عرب کہتے ہیں

☆البعرۃ تدل علی البعیر مینگنی اونٹ کی دلیل ہے۔اور اونٹ مینگنی کی دلیل نہیں ہے۔☆برھان لِمی خدا الله الا لھه کیلئے محال ہے کہ اس کی ذات پہلے سمجھ آئے اور اس کے آثار بعد میں پہچانے جائیں۔تاجدار نجف علیہ الصلوات والسلام اللہ کی ذات کے بارے میں فرماتے ہیں۔☆یا من لا یعلم ما ھو الا ھو اے وہ کہ کوئی نہیں جانتا کہ تو کیا ہے مگر تو یعنی تیرے اپنے سوا تجھے کوئی جان ہی نہیں سکتا اللہ عزوجل کیلئے صرف براہین انیہ ہیں کہ مخلوق اس کے آثار سے اسے پہچانتی ہے۔روشنی بتاتی ہے چراغ ہے، مشاہد کائنات بتاتے ہیں کہ خالق ہے، صنعت بتا رہی ہے کہ صانع ہے، تعمیر بتا رہی ہے کہ معمار ہے، تصویر بتا رہی ہے کہ مصور ہے لیکن حضرت انسان کا غیر تو اسے نام سے پہچانتا ہے مگر نام ذات کو کن آثار سے پہچانتا ہے؟ آپ لوگ جعفرؑ کو نام سے پہچان رہے ہیں مگر جعفرؑ کا نام جعفرؑ کی ذات کو خود ذات سے پہچانتا ہے

ثابت ہوا کہ نام کیلئے ذات کو پہچاننے کیلئے آثار کی ضرورت نہیں صرف ذات ہی کافی ہے۔اس لئے دعائے صباح میں انوار حجت نے ذات واحد کو خطاب فرمایا۔

☆یامن دل علیٰ ذاتہٖ بذتہٖ

اے ہمارے باری اے وہ ذات کہ جس نے ہمیں اپنا عرفانِ ذات اپنے آثار سے نہیں اپنی ذات سے کروایا ہے کہ ہم نے تجھے آثار سے بلکہ ذات سے پہچان لیا ہے

کیونکہ اللہ کے اسماء مجسم ہیں اسی لئے یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ہم آثار ذات ہیں ☆بنا عرف الله اللہ ہم ہی سے پہچانا گیا ☆ولولا نحن ما عرف الله اگر ہم نہ ہوتے تو ذات خدا پہچانی ہی نہ جاتی کیونکہ ہم معرف ہیں تعارف ہیں ذات کا لیکن ☆ولولا الله ما عرفنا اور اگر ذات نہ ہوتی تو اسماء کہاں پہچانے جاتے اللہ نہ ہوتا تو ہم کہاں پہچانے جاتے دیکھئے ناصاحبان یہ ہوسکتا ہے کہ اسم نہ ہو مگر ذات ہو، مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ ذات نہ ہو اور اسم ہو۔ تو ذات لازم اسم ملزوم، ذات مقدم ہے اسم مؤخر، ذات فاضل ہے اسم مفصول ہے، ذات فاعل ہے اسم فعل ہے۔

ایک رندانہ خیال بھی بتاتا چلوں وہ یہ ہے کہ فعل مصدر ہوتا ہے قلندرانہ استنباط دیکھیں۔ فتویٰ نہ لگا دینا، مصدر کی تعریف یہ ہے کہ سب اس سے بنیں وہ کسی سے نہ بنے۔ عربی دان حضرات گواہی دیں گے فعل ہوگا تو فاعل بھی ہوگا اور مفعول بھی خلق ہوگا تو خالق بھی اور مخلوق بھی۔ تو یہ ٹھہرے مصدر یعنی خلق اگر نہ ہو تو خالق اور مخلوق دونوں نہیں بن سکتے، خالق بھی اس سے بنا ہے اور مخلوق بھی۔ اتنا تو سبھی جانتے ہیں کہ کائنات ان کیلئے بنی ہے، یہ نہ ہوتے تو نہ آسمان ہوتے، نہ زمین، نہ کائنات ☆لولاك لما خلقت الافلاك یہ تو ہر شخص تسلیم کرتا ہے مگر میں رندانہ خیال سے کہتا ہوں کہ اللہ کو اللہ بھی انہی انوار نے بنایا ہے

بچہ بچہ جانتا ہے کہ اللہ نے ان کے نور کو اپنے نور سے مشتق فرمایا اور خلوت کدۂ توحید میں سجا دیا، دس ہزار سال سے نوے ہزار سال تک کی روایات ہیں کہ اتنا عرصہ اللہ نے انہیں دیکھا اور ان کے انوار سے انبیاء کے ارواح تخلیق ہوئے

بزرگ علماء اس روایت کو بکثرت پڑھتے تھے بیان کرتے تھے اور بڑے دلچسپ انداز میں پڑھتے تھے کہ ان کے پسینے سے ارواح انبیاء کس طرح وجود میں آئے میں عرض کرر ہا تھا کہ اللہ کو اللہ انہی انوار نے بنایا ہے، جب اللہ نے حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جو نور لا یتجز تھا) کے پسینے سے ارواحِ انبیاء خلق فرمائے تو سوچا کہ اب یہ تو بن گئے ہیں ہدایت اور میرا عرفان انہیں کون کروائے بس یہی سوچ کر اللہ نے ارادہ کرلیا کہ اسی نورِ واحد کو انبیاء کی تعلیم کیلئے بھیجے پھر خیال آیا دیکھئے یہ بھی مجھے پہچانتا ہے یانہیں۔ ذرا میں تو پوچھ لوں کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو تو اللہ نے اس نور سے مخاطب ہوکر فرمایامن انا میں کون ہوں؟ نورِ مسرور نے فرمایا
☆اللھم انت اللہ نے فرمایا آج تک میری ذات کا کوئی اسم نہ تھا میری ذات ناموں سے اجل تھی کیونکہ نام ہوتا ہے تعارف کیلئے جب متعارف ہونے والا ہی نہ تھا تو تعارف کیسا۔ تو نے آج اللہ کہا ہے تو آج سے میں اپنی ذات کیلئے نام موزوں کرتا ہوں آج سے میں اللہ ہوں۔ تعارف لفظی انہی کی ایجاد ہے

محترم قارئین!

غیر محسوس کی طرف نفس انسان کی توجہ محالِ عقلی ہے، ذاتِ باری ہے غیر محسوس تو اس کی طرف نفس کی توجہ محال عقلی تھی، اس لئے اللہ نے اپنے اسما کو مجسم کر کے محسوس بنایا کہ محسوس کے ذریعے غیر محسوس کی طرف توجہ ہو سکے اس کا عرفان ہو سکے۔ مثال دیکھئے۔ ایک عالم ہے اس کا وجود نور علم سے معمور ہے مگر غیروں کیلئے اس کا علم غیر مفید ہے جب تک اس کا اظہار نہ ہو، اس کے وجود میں علم کا موجود ہونا قطعاً مفید نہیں جب تک مرحلہ اظہار میں نہ آئے۔ جب تک علم وجود میں ہے

غیر کیلئے غیر محسوس ہے، اظہار ہوا تو قرطاسِ محسوس پہ ابھرا، تب دوسروں کیلئے نفع بخش ہوا، جب اللہ نے مخلوق کے استفادہ اور نفع کو سامنے رکھا تو غیر محسوس کو محسوس کی ضرورت پیش آئی اور اپنے نام پسند کیئے، جب مجموعہ اسماء کو مجسم کیا تو نور رجحت بن گیا، مخلوق کے استفادہ کیلئے اسماء کو مجسم کیا گیا، جب اسماء مجسم ہوئے تو صفات پر محیط ہو گئے۔ اسی لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

☆نورنا محیط بالعظمة و نور علیؑ محیط بالقدرة و نور ابنتی محیط بالعصمة و نور سبطنا الاکبر محیط با لحلم و نور سبطنا الاصغر فکان محیط بالحیوٰة

کہ میرا نور صفتِ اعظم پہ محیط ہے، جناب علی علیہ الصلوات والسلام کا نور صفتِ قادر و قدیر پہ محیط ہے، نور رسیدہ کونین صلوات اللہ علیہا اللہ کی صفت عصمت پر محیط ہے اور نور حسن علیہ الصلوات والسلام صفت حلیم پر محیط ہے اور نور حسین علیہ الصلوات والسلام صفاتِ حی و قیوم پر محیط ہے۔ گویا یہ صفاتِ توحیدہ کے مظاہر ہیں، اللہ کی ہر صفت ہے غیر محسوس، مجسم ہو تب سمجھ میں آئے متعارف ہو۔

ذرا جسمِ انسان کو دیکھ لیں یہ مظہر روح ہے اور روح چاہے جسم سے کروڑ درجے بہتر ہو مگر جسم روح سے محیط ہے، روح طائر ہے جسم آشیانہ ہے، اور خود اللہ سورہ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے

☆وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاء (بقرہ 255)

کہ کوئی اس کے محیط ہو نہیں سکتا اس کا کوئی احاطہ کر نہیں سکتا ہم بھی خاموش رہتے اگر استثنا متصل نہ ہوتا، اللہ فرماتا ہے اس کا کوئی احاطہ کر نہیں سکتا مگر اللہ جسے چاہتا

ہے وہ اس کا احاطہ کر لیتا ہے۔اس لئے نور حجت نے اعلان فرمایا

ان الامام وکر لارادۃ اللہ کہ امام کا وجود اللہ کے ارادوں کا آشیانہ ہوتا ہے یوں سمجھ لیں جب اسم مجسم ہوا تو جسم صفت سے محیط ہو گا چودہ کا جسم اللہ کا آشیانہ ہے اللہ مظروف ہے یہ ظرف ہیں

اب دوستو! یا اللہ کو محدود کر دو یا ان کی حد بندی چھوڑ دو، اب جتنا ظرف کو بڑھاؤ اتنا ہی مظروف بڑھے گا۔ پھر غلو کیسا!

شکستہ پا ادراک دامن گیر ہیں ورنہ افق معرفت پہ غواصیاں کرنے کا مزا آتا۔

اللہ کے اسماء حسنٰی انوار حجت ہیں کہ اسم تعارف کرواتا ہے مسمّٰی کا۔ بھلا ان سے زیادہ اللہ کا تعارف کس نے کروایا ہے۔ یہ اللہ کے حسین نام ہیں حسن و قبح کا تعلق محسوس سے ہوتا ہے اور اسم بالذات خود غیر محسوس ہے

اس پر کبھی تفصیلی بحث ہو گی علم و ادراک وغیرہ اور حسیات سے اس پہ دلائل دے کر واضح کروں گا

یہ انوار اسماء اللہ حسنٰی ہیں آثار اللہ واضح ہیں انہی کی معرفت اللہ کی معرفت ہے، انہی کو پکارنا ہے، انہی کی محبت اللہ کی محبت ہے، انہی کا ذکر اللہ کا ذکر ہے، انہی کے گھر بیوت اللہ ہیں، انہی کا دشمن دشمن خدا ہے، انہی کے افعال اللہ کے افعال ہیں، انہی کے احکام اللہ کے احکام ہیں، انہی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، انہی کی حکومت اللہ کی حکومت ہے، جہاں اسم آ گیا گویا وہاں ذات آ گئی کوئی کسی کو اللہ کی قسم دے رہا ہے تو یہ اسم کی قسم نہیں بلکہ اسم کے ساتھ ذات آ گئی ہے

تو اللہ نے قرآن میں بتایا کہ جب حجتِ آخر ظاہری حکومت کریں گے دنیا کو عدل و

انصاف سے بھر دیں گے تو ان کی حکومت کو اللہ نے اپنی حکومت کہا ہے

☆اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (الحج 56)

یہی دن تو اللہ کی حکومت کا دن ہے جس میں اس نے ان کے مابین فیصلہ سنانا ہے کیونکہ نائب کا فعل منیب سے منسوب ہوتا ہے حکومت حجت اللہ آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کی ہوگی اور حقیقتاً اللہ کی حکومت ہوگی کیونکہ اللہ ان کا فاعل بالتسخیر ہے جیسے روح جسم کی فائل بالتسخیر ہوتی ہے۔ اعمال جسم روح سے منسوب ہوتے ہیں سورہ عنکبوت جو ۲۹ واں سورہ ہے ارشاد ہے

☆مَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ (عنکبوت5)

یعنی جو اللہ کے دیدار کی حسرت لئے بیٹھے ہیں ان کیلئے خوشخبری ہے کہ اللہ کا مقرر کردہ وقت آنے والا ہے۔ ملاقات کا جو اللہ نے وقت دے رکھا ہے وہ قریب ہے

محترم قارئین!

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ عزوجل کبھی کھلی کچہری لگائے گا وہ کسی بھی شکل میں اپنا دیدار کرواسکتا ہے، مرئیات میں آنے والا خود اللہ ہی نہیں۔ کیونکہ غیر مرئی سے جب مرئیات میں آئے گا تو تغیر واقع ہوگا تغیر ہوا تو حادث ہوا، حادث ہوا تو قدیم نہ رہا اور قدیم نہ رہا تو اللہ کیسے ہوگیا۔ ماننا پڑے گا کہ اللہ کے کسی نمائندے نے کھلی کچہری لگانا ہے اور اللہ کی نیابت میں دیدارِ الٰہی کروائے گا جس کا ہر فعل اللہ سے منسوب ہوگا۔ اس کا دیدار اس کا لقا اللہ کا دیدار ہے

تو اللہ نے جو ملاقات کا وقت دیا ہے کیا وہ قیامت ہے کہ قیامت کے دن یہ دیدار

ہوگا ؟ نہیں بلکہ قبل از قیامت ہے جسے اللہ نے ساعتہ کا نام دیا ہے یہ کلیہ تو آپ کو دیا ہے ناکہ کسی بھی زبان کے بالکلیہ دو الفاظ ایسے نہیں ہوتے جو ایک ہی معنی کے ہوں ہم معنی ہوں اسی طرح قیامت بھی عربی اور ساعتہ بھی عربی اور مطلب ایک ہونا ممکن ہے، تو اس کی وضاحت سورہ انعام میں ہے جو چھٹا سورہ ہے

☆قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُواْ بِلِقَاء اللّهِ حَتَّى إِذَا جَاء تۡهُمُ السَّاعَةُ بَغۡتَةً قَالُواۡ يَا حَسۡرَتَنَا عَلَى مَا فَرَّطۡنَا فِيۡهَا وَهُمۡ يَحۡمِلُونَ أَوۡزَارَهُمۡ عَلَى ظُهُورِهِمۡ أَلَا سَاء مَا يَزِرُونَ (انعام 31)

یقیناً وہ لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے اللہ کے دیدار کو جھٹلا دیا۔ یہاں تک کہ دیدار کا وقت یعنی ساعتہ اچانک آ پہنچا۔ تو دونوں نے حسرت سے کہا ہائے افسوس کہ ہم نے اس کے بارے میں کتنا غلط سوچا تھا اور پھر کیا ہوگا کہ ان کے وبال (اوزار) پشت پر اٹھائے ہوں گے۔ اللہ فرماتا ہے کتنا برا ہے وہ شخص جو یہ اٹھائے ہوگا اب دیکھئے کہ اللہ نے جو وقت دیا ہے اسے ساعتہ کا نام دیا ہے اور اچانک اس وقت نے آنا ہے اسے لسانِ قرآن کس نام سے تشخیص فرماتی ہے تو سورہ عنکبوت ہی میں واضح فرمایا ہے

☆وَالَّذِیۡنَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُوۡلَئِكَ يَئِسُوا مِن رَّحۡمَتِیۡ وَأُوۡلَئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيۡم (عنکبوت 23)

یعنی جو آیات اللہ سے کفر کرتے ہیں انکار کرتے ہیں یا آیات اللہ کے دیدار سے منکر ہیں وہ گویا اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں تو کچھ ذوات نے خود فرمایا ہے نحن آیت اللہ ہم ہیں آیت اللہ، کہیں کسی ذات نے اعلان فرمایا انا ایۃ اللہ

الکبریٰ کہ میں اللہ کی بڑی آیت ہوں۔ تو کوئی ذات ایسی ضرور ہے جس کو قرآن اللہ کہہ کرنشاندہی کروارہا ہے جس کا دیدار اللہ کا دیدار ہے
کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عجل اللہ نہ کہو اگر امامِ زمانہ حجت اللہ عصر عجل اللہ فرجہ الشریف تشریف لائیں گے تو عذاب بن کر آئیں گے۔ اور اپنے لئے عذاب کی دعا کہاں جائز ہے، یعنی ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی آمد کی خروج کی دعا نہ کرو کیونکہ وہ عذابِ الیم ہے اور دعائے عذاب جائز نہیں، اسی آیت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ جو حجت آخر کی آمد سے انکار کرتا ہے کفر کرتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ گویا یہ بتایا جارہا ہے کہ خروجِ امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف خود اللہ کی رحمت ہے نہ کہ عذاب اور جو اس کے منکر ہیں کیونکہ رحمت سے مایوس ہیں ان کیلئے عذاب الیم اور دشمن خدا کیلئے طلبِ عذاب قرآن سے ثابت ہے۔ اس آیت میں کچھ لطیف باتیں ہیں جن کی طرف اشارہ کروں گا کیونکہ ☆الکنایة ابلغ من التصریح
دیکھئے حضرات کہنے والا کہتا ہے متکلم کہہ رہا ہے کہ جو آیات اللہ اور ان کے دیدار کا منکر ہے (یعنی آیات اللہ اور لقا متکلم کے غیر ہیں) بس وہی میری رحمت سے مایوس ہیں، سمجھے! متکلم اللہ ہے اور لقاء اللہ کسی اور کو بتا رہا ہے۔ لفظ لقا تقریباً ۲۱ مرتبہ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس سے مراد یعنی منکرین لقا اللہ سے مراد کافر ہیں یا مسلمانوں میں سے ہیں کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ کفارِ مکہ قیامت کے منکر تھے اس لئے یہ آیات نازل ہوئے گویا ان کا تعلق کفار سے ہے نہ کہ مسلمانوں سے، اور لقا اللہ سے مراد بھی قیامت معاد کی بات ہے نہ کہ قبل از قیامت ایسا ہے جس کی یہ بات ہے، تو اس کا جواب بھی تفصیلاً لکلِ شی کی مصداق

کتاب نے دیا ہے سورہ کہف جو اٹھارہواں سورہ ہے اس میں ارشاد ہے

☆أُولَـئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْناً (کهف 105)

یعنی جو آیات اللہ اور ان کے لقا سے انکار کر گئے یہ وہ طبقہ ہے کہ جن کے اعمال حبط ہو جائیں گے اور پھر قیامت کے دن ان کیلئے کوئی میزان نہیں ہے، حبط اعمال بتا رہا ہے کہ ان کے دامن میں نیک اعمال ہوں گے نماز روزے کی موجودگی پائی جاتی ہے۔ حبط کیا ہے۔ اسے مثال سے پیش کروں۔ دودھ ہے طاہر اس میں ایک قطرہ نجاست کا گر گیا۔ دودھ کی خوبیوں سے کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر قابلِ استعمال اس لئے نہیں کہ ایک قطرہ نجس پڑ گیا

اب نماز، روزہ، حج، زکواۃ وغیرہ کی عظمتوں سے انکار نہیں کیا جا رہا ہے صرف یہ بتایا جا رہا ہے کہ نا قابل جزا ضرور ہو سکتے ہیں یعنی خوبیاں، اعمالِ حسنہ تھے، موجود تھے، واقعی تھے، تبھی تو حبط ہو رہے ہیں، نہ ہوتے تو حبط کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ جائداد ضبط کرنے کی ضبطی کی دھمکی اسے دی جاتی ہے جس کی جائیداد ہو تو ثابت ہوا یہ صاحبان اعمال صالحہ مسلمان ہوں گے، فروعات کے قائل ہی نہیں ان پر عمل پیرا بھی ہوں گے، صرف انکار جو کفر ہے اس کے ایک نجس قطرے نے جملہ اعمال کو نا قابلِ جزا بنا دیا پھر قیامت کا علیحدہ ذکر بتا رہا ہے کہ ساعۃ اور قیامت مختلف الوقت حقیقتیں ہیں

سورہ یونس ہی میں اللہ نے وجہ انکار لقا اللہ پہ بھی روشنی ڈالی ہے فرمایا

☆إِنَّ الَّذِينَ لاَ يَرْجُونَ لِقَاءنَا وَرَضُواْ بِالْحَياةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّواْ بِهَا

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ آیَاتِنَا غَافِلُوْن (یونس 7)
کہ انکار کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے گھٹیا زندگی کو پسند کرلیا حیاتِ دنیا پر اکتفا کرلیا اور اسی پر مطمئن ہوگئے اور آیات اللہ سے غفلت برت لی
یعنی اللہ ہمیں احساس دلا رہا ہے کہ امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے غفلت کی وجہ دنیاوی زندگی پر اکتفا کرنے کا انجام عذاب الیم ہے حقیقت یہ ہے سامعین کہ ہمیں اس دور میں اپنے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوتی۔ دینی امور علماء نے سنبھال لئے ہیں اور دینی امور میں احتیاج امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ان لوگوں نے ختم کردی ہے اور دنیاوی امور کیلئے ہمارے سیاسی راہنما ہمارے لئے کافی ہیں اب کون حجت عصر کی ضرورت محسوس کرے۔ ہمارا کوئی کام ایسا نہیں ہے جو حجت خدا کی وجہ سے رکا ہوا ہو، حالانکہ اس غفلت کو وفا نہیں کہا جاسکتا ہم کسی بھی معاملے میں امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے رجوع کرتے ہی نہیں تو کیا اس کا انجام عذابِ الیم کے سوا ہوسکتا ہے۔ بیمار ہوئے تو ڈاکٹر کے پاس کوئی مقدمہ ہوگیا تو کسی راہنما کے پاس، کوئی مسئلہ الجھ گیا تو عمامہ وعبا کے پاس جاکر مطمئن ہوگئے
سید علی بن طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ اگر ہم ظالمین کی دولت باطل پر راضی نہ ہوتے تو حجت اللہ ایک لمحہ بھی حجابِ غیبت میں نہ رہتے
میں واضح کر رہا تھا کہ اسماء اللہ سے کچھ ذوات اقدس مراد ہیں۔ جیسے لقاء اللہ سے کوئی شخصیت مراد ہے۔ یہ ترکیب لفظی بتا رہی ہے کہ اللہ سے منسوبات کی بات ہورہی ہے جیسے☆ وناقة الله وسقیاها میں اللہ کی ناقہ سے کوئی منسوب من اللہ ناقہ ہے☆ وید الله فوق ایدیهم میں ید اللہ سے کوئی خاص فرد مراد ہے یا

منسوب من اللہ ہاتھ ہے☆تَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ سے کوئی خاص ذات مراد ہے جیسے بیت اللہ سے کوئی خاص مقام مراد ہے☆فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰه سے کوئی مقدس ہستی مراد ہے☆هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ سے کوئی خاص فرد مراد ہے یعنی اگر ہم فرض کر لیں کہ یہ آیات حقیقی معنی میں وارد ہوئے ہیں اس آخری آیت ہی سے پرکھ لیں کہ اس سے ذات مراد ہے یا اللہ کا مخصوص چہرہ ہے

ہر شے فنا ہے مگر وجہہ نہیں تو اس طرح سے تو اللہ بھی خود بلکہ اس کا سارا جسم فنا ماننا پڑے گا سوائے چہرے کے۔صرف چہرہ اس کا بچ جائے گا اور باقی سارا اللہ فنا ہو جائے گا (نعوذ باللہ) صاف ظاہر ہے اللہ کا چہرہ کوئی خاص نور ہے ،کوئی خاص وجود ہے جو مجسم وجہہ اللہ ہے

☆نفخت فيه من روحی سے مراد کوئی خاص روح مراد ہے☆يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ سے کوئی خاص ذات مراد ہے کوئی ساق اللہ ہے جو منسوب من اللہ ہے اور یکشف بتا رہا ہے کہ فی الحال وہ حجاب میں ہے۔اسی طرح آیات اللہ سے کچھ ذوات مراد ہیں ،لقاء اللہ سے کچھ شخصیات مراد ہیں ،اسماء اللہ سے کچھ انوار مراد ہیں۔

یہ جملہ آیات جو میں سرسری طور پر پیش کر گیا ہوں ایک پوری تقریر کی متقاضی ہیں چلو اس آیت پر نگاہ کرتے چلیں جو تفاسیر میں الجھ کر رہ گئی ہے یعنی

☆يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ (قلم42)

کہ اللہ اپنی پنڈلی سے حجاب ہٹا لے گا پنڈلی سے پردہ کھول دے گا اور سجدے کیلئے

بلائے گا اور کفار سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اس آیت کے لفظی معنی تقریباً یہی ہیں۔ اس میں تشریح طلب لفظ ہے''ساق'' ساق یعنی پنڈلی اسی سے کچھ لوگوں نے اللہ کی پنڈلی تجویز کر لی اور ابھی آگے بڑھے تو اس اللہ کی پنڈلی کو جہنم میں بھی جھونک دیا (نعوذ باللہ)

حضرات گرامی!

ہر لفظ ترکیب میں معنی بدل لیتا ہے مفہوم بدل جاتا ہے اسی ساق ہی کو دیکھیں۔ جیسے ہے ☆ساق الشجرہ درخت کی پنڈلی یعنی''تنا'' ساق العرش عرش کی پنڈلی یعنی عرش کے پائے ساق القلم قلم کی پنڈلی یعنی وہ حصہ جو انسان کی گرفت میں ہوتا ہے اور قلم کو چلانے، لکھنے کیلئے انسان کا وسیلہ ہوتا ہے تو پھر ساق اللہ سے اللہ کے گوشت اور ہڈیوں سے مرکب پنڈلی یا نور جو مجرد عن المادہ ہوتا اس کی اور اعصاب مادیہ کی مرکب پنڈلی ہو سب طرح کی پنڈلی تصور کرنا کفر ہے

☆یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَن سَاقٍ میں اگر یکشف نہ ہوتا اور پھر یہ آیت یہیں ختم ہو جاتی تو کچھ امکان رہتا۔ مگر یہ آیت آگے بڑھ کر اپنی مرادات کی طرف اشارہ کرتی ہے دیکھئے قارئین! اللہ نے اعلان فرمایا۔

☆اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ (الحج 56)

کہ وہ وہی دن ہے جب اللہ ان کے فیصلے چکائے گا۔ تو مطلب یہ ہے کہ حق کی حکومت ہوگی، تخت عدل آراستہ ہوگا، اس پہ کوئی خاص ذات متمکن ہوگی اور فیصلے کرے گی۔ اور وہی ذات اولین و آخرین کے مقدر کا فیصلہ فرمائے گی مگر فیصلہ تب ہوتا ہے سزا تب عائد کی جاتی ہے جب جرم ثابت ہو، پہلے جرم ثابت کیا

جائے گا پھر فیصلہ ہوگا، جرم ثابت کئے بغیر فیصلہ سنانا خلافِ عدل ہے، یہاں نہ وکیل، نہ بحث، نہ جرح، نہ گواہ۔تو اللہ نے جرم ثابت کرنے کے طریقہ کار کو بتایا کہ ایک ایک کو بلانے کی زحمت نہ اٹھائی جائے گی، نہ نامۂ اعمال کی پڑتال پر وقت کا ضیاع ہوگا فوراً فیصلہ ہو جائے گا کہ کافر کون ہے اور مومن کون ہے،تو اللہ نے بتایا کہ سمجھ لوسوچ لو

☆يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ (قلم42)

کہ جب اور جس دن اللہ ساق اللہ کو پردہ غیب سے باہر بھیجے گا تو وہ ذات سب کو اپنے سجدے کی دعوت دے گی یاد رکھو کفار سجدہ کر ہی نہیں سکتے وہاں کرنا چاہیں بھی تو نہیں کر سکیں گے

فرشتوں کو روح اللہ کے حضور جھکانے والا ابنائے آدم کو ساق اللہ کے حضور جھکا کر قدسیانِ ارض سے ابالسۂ انسانی جدا فرمائے گا کیونکہ آدم کی اولاد کی شکل میں اولادِ آدم میں ابلیس کی اولاد موجود ہے سورہ بنی اسرئیل میں ارشاد ہوا

☆وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ......الخ (بنی اسرائیل 64)

کہ ابلیس بھی اولادآدم میں شریک ہے ایسے ابلیس جو بطن بنات حوا سے پیدا ہوں گے انہیں اولادِ آدم سے ساق اللہ کے سجدوں سے تشخیص کیا جائے گا۔اولین و آخرین کو تخت عدالت کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا تمہیں پہچانا جا رہا ہے۔ دلائل چھوڑو، بحث ،جرح بند کرو، اعمال کی کتابیں ''ٹھپ'' دو پس حجت آخر کو سجدہ کرو۔مومنین کی پیشانیاں فوراً جھک جائیں گی اور وہ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے آج ہمارے عقائد کی درستگی پر مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے۔

کفار کوشش کریں گے مگر پیٹھ اکڑ جائے گی، ریڑھ کی ہڈی آہنی میخ کی طرح سیدھی رہے گی، حکم ہو گا کہ جو سجدے میں ہیں انہیں مزا لینے دو اور جو سجدہ نہیں کر سکے انہیں اوندھے منہ جہنم میں جھونک دو

کوئی شخص میری رندانہ باتوں پہ فتویٰ نہ لگا دے، میں ملنگ آدمی ہوں، اللہ نے آدم کے سجدے کا حکم دیا قدسیوں کو۔ کیا وہ حکم سجدہ ربوبیت یا سجدہِ الوھیت ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ سجدہِ تعظیم تھا حضرات! یہاں بھی خالق یہ حکم نہیں دے گا کہ انہیں اللہ سمجھ کر سجدہ کرو بلکہ حکم ہو گا کہ جس نسبت سے بیت اللہ کی پتھریلی دیواروں کو سجدہ کرتے تھے اسی نسبت سے ساق اللہ کے حضور جھک جاؤ یہ اللہ نہیں منسوب من اللہ نور ہے جو حجت اللہ ہے، لقاء اللہ ہے، بقیۃ اللہ ہے، اسم اللہ ہے، وجہ اللہ ہے اس میں ایک نسبت نہیں بہت سی نسبتیں ہیں۔

............☆☆............

باب دہم

﴿حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف﴾

تاریخ ۷ محرم الحرام ۱۳۹۷ ہجری

اَلحُجَّۃُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

محترم قارئین!

کل کی تقریر میں میں واضح کر رہا تھا کہ وجودِ حجت اللہ کا اسم مجسم ہوتا ہے کیونکہ صفاتِ الٰہی اپنی کثرت تعداد کے ساتھ خدائے لم یزل کے ساتھ نہیں ہیں۔ یہ اسماء یہ صفات بہ ایں صورت واصوات وحروفِ تہجی و تقطیع و وجود سمیت اللہ کے ساتھ اگر تسلیم کر لئے جائیں تو ایک نہیں بہت سے قدیم ماننا پڑیں گے جو شرک ہے کتب کلامیہ ان بحثوں سے مملو ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسے آئمہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی صفاتِ سلبیہ سے عرفان حاصل کرو نہ کہ صفاتِ ثبوتیہ سے، گویا صفاتِ ثبوتیہ کا مطلب ہی سوالبِ صفات ہے

اللہ قادر ہے، عجز کی نفی کرو یعنی قادر ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ عاجز نہیں ہے، ان الفاظ کے ساتھ یعنی لفظ قادر کے حروف تہجی کے ساتھ وہ قادر نہیں ہے ورنہ الفاظ وحروف کی قدامت بہت سے قدیم جنم دے گی

یعنی اللہ سے نقص کی نفی ہی عرفانِ توحید ہے اور اسماء ذریعہ عرفان ہیں کہ اللہ ان

ناموں سے پہچانا جاتا ہے، اس کا عرفان ہوتا ہے، اسماء اس کے ذات پر دلالت کرتے ہیں۔ دلالت دو طرح کی ہے دلالتِ لفظی اور دلالتِ وجودی۔
اسمائے اِلٰہی اس کی ذات کی دلالتِ لفظی کرتے ہیں۔ اور انوار حجت دلالتِ وجودی کرتے ہیں کیونکہ غیر محسوس کو سمجھا نہیں جا سکتا اس لئے عالم محسوس میں انوار حجت نے اللہ کی دلالت کی اور جس نے انہیں دیکھا اللہ کا عرفان حاصل ہو گیا اس لئے انہوں نے خود اعلان فرمایا ☆بنا عرف الله کہ ہم ہی سے اللہ کا عرفان ہوسکتا ہے
قرآن نے غیر محسوس کو محسوس سے سمجھانے کیلئے ایک اصطلاح بیان کی ہے اسے کہتے ہیں مثل
فن کا فنکار میں موجود ہونا غیر کیلئے مفید نہیں ہوسکتا اسی لئے اللہ نے غیر کے استفادہ کے پیشِ نظر اپنے صفات کو مجسم فرمایا اور ان اجسام کو مظہر صفات بنایا تاکہ غیر محسوس مثل سے سمجھایا جا سکے۔ کیونکہ خود خالق اللہ عز وجل بھی غیر محسوس ہے اس لئے اس نے اعلان فرمایا کہ مجھے سمجھنے کی سعی لا حاصل نہ کریں کہ اس کی ذات ☆لیس کمثله شئیءَ کی مصداق ہے البتہ ☆وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىَ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ(60) سورہ نحل ہے اس کے بعد سورہ روم میں فرمایا ☆وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَى فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ کہ اللہ کیلئے زمینوں اور آسمانوں میں مثل اعلیٰ موجود ہے جسے اللہ نے خود بنایا ہے ورنہ کوئی اپنی طرف سے کسی کو اللہ کی مثل نہیں بنا سکتا جیسے قرآن میں ☆فَلاَ تَضْرِبُواْ لِلّٰهِ الأَمْثَال (نحل74) یعنی غیر محسوس (اللہ) کیلئے اپنی طرف سے محسوس کی مثالیں پیش نہ کرو، اللہ کے عرفان کیلئے اپنی

طرف سے امثال نہ گھڑو بلکہ جنہیں اللہ نے اپنے لئے اپنے عرفان کیلئے اپنی مثل قرار دیا ہے وہی کافی ہے گو میں امثل اور مثل میں فرق نہیں سمجھتا لیکن علما کی زبان میں کہہ رہا ہوں

مَثَل اشتراکِ صفات کا نام ہے اور مِثل اشتراک ذات کا نام تساوی فی جزو ہے مَثَل اور تساوی فی کل ہے، مِثل ایک صفت ہی اگر مشترک ہو جائے تو مَثَل بن جاتا ہے اسی لئے اللہ نے اپنی مِثل کسی کو نہیں کہا، ہاں مَثَل اس نے خود فرمایا ہے۔ اللہ نے عیسیٰ کو آدم کی مثل کہا ہے گویا ایک صفت مشترک ہے کہ باقی صفات کا اشتراک نہیں کلی اشتراک نہیں ہے

علمائے تورات کو اللہ نے کَمَثَلِ الحَمار کہا ہے کہ گدھے کی مثال ہیں اینٹیں لاددو یا کتابیں ایسی ایک صفت کے اشتراک سے مثل بن گئے اور جملہ صفات کا اشتراک ہو تو اسے مثل الاعلیٰ کہتے ہیں، ذات کا نہیں صفاتِ کلی کے اشتراک کا نام مثل الاعلیٰ ہے۔ اور مثل الاعلیٰ کو اتنا تو ضرور ہونا چاہئے کہ اگر سبھی فرقے نہ سمجھیں تو کم از کم ایک فرقہ تو ایسا ہو جسے یقین ہو جائے کہ یہ عین اللہ ہے سبھی لوگوں کو نہ سہی کسی کے امام کو تو شک ہو جائے کہ علی رب ہے یا اللہ رب ہے، یہ اپنی طرف سے نہیں بتا رہا بلکہ کتاب عیون اخبار الرضا علیہ الصلوات والسلام میں ہے امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کو تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انت المثل الاعلیٰ کہ تم اللہ کی مثل الاعلیٰ ہو صرف ان کی ذات نہیں بلکہ امام علی نقی علیہ الصلوات والسلام کی زیارت کا فقرہ ہے

☆السلام علیٰ ورثۃ الانبیاء والمثل الاعلیٰ

صرف یہ دو ذوات نہیں بلکہ آ قا ضامنِ غربا شہنشاہِ خراسان فرماتے ہیں

☆نحن کلمة التقویٰ و سبیل الھدیٰ والمثل الاعلیٰ

فرمایا ہم میں سے ہر فرد اللہ کی مثل اعلیٰ ہے اور انہی سے عرفان توحید ہوسکتا ہے بلکہ ان کی معرفت ہی اللہ کی معرفت ہے

اگر آثار سمجھ آ جائیں تو مؤثر خود بخود سمجھ آ سکتا ہے لیکن نیچر لسٹ naturalist حضرات نے شواہد کائنات کو ذریعہ عرفان بنایا مثلاً جوش ملیح آبادی کہتے ہیں

اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی — ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کیلئے

مگر کائنات ہی کو سمجھنا محالِ عقلی ہے

میں بیر نٹنڈ رسل کے حوالے سے بات کروں گا وہ کہتا ہے کہ ''یہ کائنات اتنی وسیع و بسیط و عریض ہے کہ اسے سمجھنا محال ہے''۔ مثلاً ہماری کہکشاں جیسی اربوں کہکشائیں تلاش کی جا چکی ہیں مگر ان کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ لیکن ان کہکشاؤں میں ہماری کہکشاں کی حیثیت ایسی ہے جیسے سمندر میں ایک قطرہ ہو۔ ہماری کہکشاں اتنی بڑی ہے کہ اگر انسان ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانا چاہے اور ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ (جو روشنی کی سپیڈ ہے) کے حساب سے اس رفتار سے پرواز کرے تو انسان کو دوسرے سرے تک پہنچنے کیلئے کئی لاکھ سال درکار ہیں تو اتنی بڑی کہکشاں بھی ان کہکشاؤں کے سامنے قطرے کے برابر ہے

اس کہکشاں (گلیکسی) یعنی نظام کوکبی میں کروڑوں نظامِ شمسی ہیں اس شمسی نظاموں کے سامنے ہمارا نظامِ شمسی ایسا ہے جیسے صحرا میں ایک ذرہ ہو۔ اور اس ہمارے نظامِ شمسی میں ہماری زمین کی حیثیت ایسی ہے جیسے ایک چھوٹا سا خال

(تل) ہو پھر اس زمین پر تین حصے پانی ہے اور ایک حصہ خشکی ہے جسے ربعِ مسکون کہتے ہیں۔ اس ربع مسکون میں انگلینڈ کو تلاش کرو انگلینڈ میں لندن کو ڈھونڈیں لندن میں میری سٹریٹ اور پھر میرا گھر تلاش کریں میرے گھر کے بہت سے کمرے ہیں ان میں سے میرا کمرہ تلاش کریں اس کمرے میں چودہ کرسیاں پڑی ہیں ایک پر میں بیٹھا ہوں اب خود فیصلہ کریں کہ اس کائنات کے سامنے انسان کی کیا حیثیت ہے۔ اس کائنات کے سامنے انسان کا وجود ایسا ہے جیسے ہے ہی نہیں بقول علامہ اقبال کائنات ابھی تک تکمیل کے مراحل سے گزر رہی ہے

ڈاکٹر شا بھی کہتا ہے کہ کائنات میں ابھی سلسلۂ تخلیق جاری ہے کہکشائیں بن رہی ہیں۔ انسان پوری کائنات کے حدود اربعہ کا عرفان بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ آئن اسٹائن سے کسی نے پوچھا کہ کیا تم خدا کے قائل ہو؟ اگر قائل ہو تو بتاؤ خدا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ابھی تو میں اَن وِژن ایبل (Unvisionable) غیر مرئی جراثیم پہ تحقیق کررہا ہوں پھر ان کی زبان سیکھوں گا، جب ان کی زبان سیکھ گیا تو انسان کے سر کے بال کی جڑ کے قریب بیٹھے ہوئے کسی جرثومے سے پوچھوں گا بیٹے کہاں بیٹھے ہو؟ تو وہ جواب دے گا کہ میں ایک ایسے تناور درخت کے تنے کی کھوہ میں بیٹھا ہوں جس کی شاخیں آسمان کو چھو رہی ہیں اور جڑیں تحت الثریٰ میں ہیں۔ اگر اسے یہ بتا دیا جائے کہ تم ایک انسان کے سر کے ایک بال پر آ بیٹھے ہو اور اس جیسے لاکھوں بال ایک سر پہ ہیں اور یہ سر پورے جسم کا 1/10 حصہ ہے اور اس انسان جیسے سات ارب انسان اس دنیا پر آباد ہیں تو وہ یقیناً ہمیں پاگل سمجھے گا

ہماری حیثیت اس کائنات کے سامنے اس سے بھی گئی گزری ہے۔ اتنی بڑی

کائنات کو انسان کیسے سمجھ سکتا ہے، جب کائنات ہی سمجھ نہ آ سکے تو مؤثر کیسے سمجھ آ سکتا ہے۔

یہاں ایک بات ذہن میں آ رہی ہے کہ نورِ حجت ہے روحِ کائنات اب خود سوچیں روح کبھی جسم کے کسی حصے سے غافل ہو سکتی ہے جسم سو رہا ہے اور ایک مچھر غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کاٹ لیتا ہے۔ روح جسم کو بیدار کئے بغیر ہاتھوں کو حکم دیتی ہے، کٹنے والی جگہ پر فوراً ہاتھ پہنچ جاتے ہیں گویا جسم کو معلوم ہو یا نہ ہو روح ہر حصے سے واقف ہوتی ہے اور محافظت کرتی ہے نور امامِ امانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اس کائنات کے ہر سیل ہر خلیے سے ہمہ وقت آگاہ رہتا ہے کیونکہ جب روح نہیں سوتی تو روحِ کائنات کو کیسے نیند آ سکتی ہے؟

تو اتنی بڑی کائنات کی موٹی موٹی چیزیں ہی سمجھنا محال ہیں پھر اس کی ہر چیز کی ماہیت کو سمجھنا اور کیمیکل تجزیات کرنا کتنا مشکل ہے

اس مشکل کو حل کرنے کیلئے حکمانے ،، قاعدہ نظالتی ،، وضع کیا ہے یعنی کل کائنات کا ایک جزو انسان ہے جو کچھ کل میں ہوگا وہ جزو میں ضرور ہوگا مثلاً سمندر میں آپ دیکھنا چاہتے ہیں کہ نمکیات کتنے فی صد ہیں تو ایک قطرہ لے کر تجزیہ کر لیں ایک قطرے میں جتنے فی صد نمک ہوگا کل سمندر میں اسی تناسب سے ہوگا۔ اسی طرح جو کچھ پوری کائنات میں ہے وہ پوری کائنات کی ہر چیز انسان میں اسی تناسب سے موجود ہوگی ۔ اس پہ بہت سی احادیث بھی ہیں انسان کو عالم اکبر ام الکتاب وغیرہ کا خطاب انہی وجوہ پر دیا گیا ہے

ثابت ہو گیا کہ کائنات کی ہر چیز اسی تناسب سے فی صد کے حساب سے انسان

میں موجود ہے ورنہ یہ نہ کہا جاتا ☆من عرف نفسه فقد عرف ربه کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا گویا نفس کے عرفان کو میٹر بنایا گیا ہے، عرفان کا پیمانہ نفس ہے یعنی قطرہ کا تجزیہ کرلو سمندر سمجھ میں آ جائے گا

اب وہ کون سی طاقت ہے جو قطرے سے سمندر تک ہر چیز میں اعتدال کو قائم رکھتی ہے جو فارمولا پانی کا ہے کوئی جز بڑھ جائے پانی پانی نہ رہے نمک دو ایسی چیزوں کا مرکب ہے جو علیحدہ علیحدہ زہر قاتل ہیں جب خاص ترکیب پا جائیں تو نمک کھانے والے پر نمک حلالی کرنا فرض ہے۔ اس ترکیب کو مسلسل قائم کون رکھتا ہے۔ وہ ایک نور ہے جو اپنی توانائی سے نورانی توانائی سے ہر چیز پر محیط ہے۔ اور ہر چیز میں الیکٹرک رو کی طرح دوڑ رہا ہے۔ ایک سیکنڈ کیلئے اگر سلسلہ منقطع ہو جائے تو کائنات تباہ ہو جائے

مثلاً بلب ہے، ہیٹر ہے، فریج ہے، ٹی وی ہے، ٹیوب ویل ہے، ہر چیز اپنے اپنے کام میں مصروف ہے، ہیٹر گرم کر رہا ہے، فریج ٹھنڈا کر رہا ہے، ائرکنڈیشنر ٹھنڈا کر رہا ہے، افعال ہر چیز کے مختلف ہیں اور کارفرما ایک ہی چیز ہے، کہیں آگ اگل رہی ہے، کہیں برف جما رہی ہے، مگر ہے وہی برقی رو، اسی طرح امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا نور ہر چیز میں کارفرما ہے، سورج حرارت اگل رہا ہے، پہاڑوں پہ برف جم رہی ہے، شموس واقمار گردش کر رہے ہیں، اسی طرح تفصیل کے گریبان میں جھانکتے جائیں

اسی لئے اس ذات نے اعلان فرمایا کہ الحجة مع الخلق کہ نور رجعت ہی کائنات میں کارفرما ہے

یہی وجہ ہے کہ جب ظاہراً تخت حکومت سنبھالیں گے تو اس بات کا اثر پوری کائنات پر مرتب ہوگا ہر شے متاثر ہوگی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

☆یفرح به اهل السماءِ و الارض و الطير والو حوش و الحيان فى البحر

کہ اہل سما خوش ہوں گے، اہل زمین خوش ہوں گے، طائرانِ ہوا خوش ہوں گے، مچھیاں دریاؤں میں جشنِ مسرت برپا کریں گی، قبور میں فوت شدہ مومنین کے اجسام میں یہ مسرت یہ نشاط اسی خوشی کا سرور سرائیت کر جائے گا

آیہ استخلاف میں اللہ نے ابدی حکومت دینے کا وعدہ فرمایا اور پھر خود وحدت اپنے رسول کو حکم دیتی ہے اے میرے حبیبؐ اے معنی طٰہٰ و یٰسین اے رحمت اللعٰلمین تم یہی دعا کرو

☆قُل رَّبِّ إِمَّا تُرِيَنِّى مَا يُوعَدُونَ () وَإِنَّا عَلَى أَن نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَادِرُونَ (مومنون 95-93)

اے رسول دعا کرو کہ اے اللہ جب تو اپنے عہد کو پورا کرے جس دن ترا وعدہ پورا ہو تو مجھے ایفائے عہد میں ضرور شریک رکھنا

دراصل خالق دعائے تعجیل فرج کو اس حسرت کو سنت بنانا چاہتا ہے

ورنہ اول سے آخر تک ایک ہی نور ہے یک سرے مو فرق نہیں ایک ہی شجرِ طیبہ ہے

محترم قارئین!

اگر اس شجر طیبہ کو درخت ہی سمجھ لیا جائے تو تکمیل شجر کب ہوتی ہے؟ جب چیز اول آخر میں نظر آئے۔ اول بیج بویا اس سے تنا، پتے، شاخیں، پھول، پھل نکلے مگر پھل جب پک کر تیار ہوا تو اس میں سے وہی بیج نکل آیا۔ یہ ایسا سرکل ہے کہ معلوم

نہیں ہوسکتا کہ شجر اول ہے یا بیج، تو اس شجرہ طیبہ کی تکمیل بھی اسی طرح ہے۔ جو سراپا نور اول کا وہی حجت آخر کا، جو نام نور اول کا وہی حجت آخر کا، جو کنیت نور اول کی وہی حجتِ آخر کی، گویا جو نور اول تھا جب لباسِ آخر زیب بدن کر کے آئے گا تو شجر طیبہ مکمل ہو جائے گا

جملہ کتب گواہی دیتی ہیں کہ اشبه و الناس برسول اللهصلى الله عليه وآله وسلم

رسول اکرم سے سب سے زیادہ مشابہہ ہیں ہمارے امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ظاہری مشابہت نہیں خَلقاً وّ خُلقاً و منطقاً جیسی تخلیق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ویسی ان کی۔ جیسا خلق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ویسا ان کا۔ جملہ جہات سے مکمل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

محترم قارئین!

جملہ کتب غیبت نے لکھا ہے کہ یہ صرف شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں چند باتوں میں دیگر انبیاء کی بھی شبیہ ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

☆فی القائم عجل الله فرجه الشريفسنة من سبعة انبياء

ہمارے لخت جگر میں سات انبیاء کی صفات موجود ہیں۔ سات انبیاء سے مشابہہ ہیں۔

فرمایا سب سے اول شبیہ یوسف علیہ السلام ہیں عرض کی آقا کس جہت سے شبیہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ تو فرمایا

☆غيبة كغبية يوسف يجعل الله بينه و بين الخلق حجاباً يرونه ولا يعرفونه...... کہ ان کی غیبت یوسف علیہ السلام کی غیبت سے مشابہ ہے اور اللہ ان کے

اور عام مخلوق کے مابین حجابات حائل فرما دے گا لوگ دیکھیں گے لیکن پہچان نہ سکیں گے

حضرات گرامی ! اگر آپ پسند کریں تو شباہت یوسف علیہ السلام پہ تھوڑی سی روشنی ڈالتا چلوں

جب جناب یوسف علیہ السلام غائب ہوئے لوگوں کی نگاہوں پہ ایسے پردے پڑے کہ نہ عوام میں سے کسی نے پہچانا۔ نہ ان کے کسی شیعہ نے پہچانا۔ کسی دیکھنے والے نے نہ پہچانا، سبھی دیکھ رہے تھے، بچہ تھا، لڑکپن، جوانی، ادھیڑپن، سبھی مراحل دیکھے کوئی نہ پہچان سکا۔ خود بھائیوں نے دیکھا ساتھ کھانا کھایا مگر پھر بھی کوئی نہ پہچان سکا، گھر والے اہل بیت ہی نہ پہچان سکے، تا اینکہ خود پہچان کروائی

یہاں بھی یہی ہے کہ لوگ دیکھیں گے، زیارت کریں گے، شرفِ ہمکلامی ہوگا مگر جب تک پہچان نہ کروائیں گے کسی کی کیا جرأت کہ پہچان سکے۔

دوسری وجہ تشبیہ ادھر یوسف علیہ السلام کے منتظرین ہجر وفراق میں آنکھیں سفید کئے بیٹھے ہیں، ادھر صاحب حکومت کر رہے ہیں، شہنشاہِ مطلق العنان بنے بیٹھے ہیں۔ یہاں بھی یہی کیفیت ہے کہ منتظرین محوِ انتظار ہیں، شب و روز منتظرین کی آنکھوں کے ساغر آنسوؤں سے لبریز ہیں، ادھر شہنشاہِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف (ہمیشہ سلامت رہیں) جزائر خضرا پہ حکومت فرما رہے ہیں۔ یعنی واقعہ بتاتا ہے کہ جب تک ظاہر نہ ہوں چاہے ہم حکومت اور شاہی کا ہی کیوں نہ سن لیں حلقہءِ ہجر وفراق سے باہر نہیں آنا چاہیئے

پھر اہلِ کنعان نے جناب یوسف علیہ السلام سے مدد طلب کی، اپنے شیعوں کی ظاہر

بظاہر امداد فرمائی مگر پہچان نہ کروائی اور امداد فرماتے رہے۔ یہاں بھی یہی کیفیت ہے کہ مومنین کی امداد قدم قدم پر فرما رہے ہیں اور کوئی پہچان بھی نہ سکا۔
انہی چند وجوہ سے یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دی جا رہی تھی ورنہ نورِ حجت اللہ جو نورِ سرورِ کونین ہے اس کے مقابلہ میں مقام یوسفِ کنعان تو مقام عبد و غلام ہے ان کا نور تو ویسے بھی پہچان سے بلند ہے کون پہچانے؟ کس حلیے سے پہچانے؟ کیونکہ اس نور کا مخصوص کوئی حلیہ، شکل وصورت ہے ہی نہیں بشر سے مشاکلت تو تب سے ہے جب سے تخلیقِ بشر ہوئی جب بشریت تھی ہی نہیں تو ان کی شکل کیا تھی؟ بلکہ حدیث میں وارد ہے خلق الله آدم علی صورته کہ اس نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت عطا فرمائی اپنی صورت پہ خلق فرمایا کیا اللہ کا کوئی مخصوص حلیہ ہے؟
یہی انوار ہیں جو وجہ اللہ ہیں، جنب اللہ ہیں، ید اللہ ہیں، اذن اللہ ہیں، ساق اللہ ہیں، انہی اعضا سے تو صورت بنتی ہے یہی صورت جب مکمل ہو جائے تو صورت اللہ ہے اسی پر آدم علیہ السلام کو خلق فرمایا کر اشرف المخلوقات قرار دیا۔ یہ یہی نورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو صورۃ اللہ ہے گویا بشر ان کی صورت میں خلق ہوا ہے
اس موضوع پر ایک دو مجالس کی ضرورت ہے یہاں صرف حوالہ دے رہا ہوں۔ تو یوں سمجھ لیجئے قارئین کہ ان کا مخصوص کوئی حلیہ شکل وصورت خد و خال نہیں ہیں اسی لئے فرمایا تھا کہ ☆ فانا نظهر فی کل زمان فی صورۃٍ ما شا الرحمٰن کہ ہم ہر دور میں ظاہر رہے ہیں مگر ایسی صورت میں جیسی صورت اللہ کو پسند تھی ہمارا رب جیسی شکل وصورت خال و خد میں چاہتا تھا ہمیں ظاہر فرما دیتا تھا۔ اس نور کیلئے کوئی

مخصوص شکل و صورت نہیں ہے۔ اس موضوع پہ علامہ آغا الحاج شیخ علی اکبر نہاوندی المشہدی اپنی کتاب عبقری الحسان فی احوالات مولا صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف میں چند واقعات نقل کرتے ہیں

مثلاً جابر بن عبداللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ ایک دن تاجدار انبیاء کی بارگاہ رفعت مآب میں ایک جماعت کے ساتھ میں بھی حاضر تھا اور ایک شہرہ آفاق حدیث پر بحث جاری تھی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا

☆یا علی علیک الصلوات والسلام دمك دمی لحمك لحمی ہم اسی موضوع پہ گفتگو میں مصروف تھے کہ اچانک شہنشاہِ نجف علیہ الصلوات والسلام تشریف لائے جملہ اصحاب احتراماً سروقد کھڑے ہو گئے۔ حبیب رب انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور بڑھ کر بھائی کو فرط محبت سے سینے سے لگا لیا، جونہی معانقہ ہوا اصحاب نے دیکھا کہ امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کا جسم اطہر پیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جذب ہو گیا، اس طرح جذب ہوا کہ باقی نشان تک نہ رہا۔ تنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے مسکرا رہے تھے۔ مجمعہ اصحاب پہ ہیبت طاری ہوگئی، خوف سے آنکھیں پھٹ گئیں، تعجب اور حیرت آئینہ بن گئے، کافی دیر ان میں بولنے کی سکت نہ رہی، آخر یہ جمود ٹوٹا، دھڑکنیں اعتدال پہ آئیں، نزع کی ہچکیاں زندگی کی طرف تبدیل ہوئیں، ہوش وحواس بحال ہوئے، اصحاب نے عرض کی آقا امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام کو واپس بلا لیجئے۔ سردار مدینہ مسکراتے رہے، خندہ دنداں نما سے انوار کی بارش ہوتی رہی۔ آخر اصحاب نے سوگند دی، آقا تمہیں اپنے پالنے والے کی قسم امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام کو واپس بلا لیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بس گھبرا گئے اس کے بعد فرمایا

☆ایـن قیـوم الامـلاك، ایـن مدبرالافلاك، این مبدی الکائنات، این حقیقة الموجودات، این عالم الغیب و المکاشفات، این صراط المستقیم، این الذی یـعـذب عـذاب الیـم، ایـن اسـد الله، این دمه دمی، واین لحمه لحمی، و این الذی جسمه جسمی و نفسه نفسی و نوره نوری و روحه روحی

اے قیوم املاک کہاں ہو؟ ۔ آسمانوں کی تدبیر کرنے والے کہاں ہو؟ اے کائنات کے مبدی، اے موجودات کی حقیقت کہاں ہو؟ اے غائب و ظاہر کو جاننے والے کہاں ہو؟ اے صراط مستقیم، اے ملاعین کو معذب کرنے والے کہاں ہو؟ اے اسد کردار کہاں ہو؟ اے وہ کہ جس کا خون میرا خون ہے، جس کا گوشت میرا گوشت ہے، جس کا جسم میرا جسم ہے، جس کا نفس میرا نفس ہے، جس کا نور میرا نور ہے، جس کی روح میری روح ہے خود ہی بتاؤ کہاں ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جونہی آواز سنی تو لبیک لبیک فرماتے ہوئے ظاہر ہو گئے یعنی ان کا مخصوص حلیہ شکل وصورت نہیں ہے چاہیں تو ایک دوسرے سے ایسے ملیں کہ صرف ایک ہی شکل وصورت رہ جائے ۔ جب صورت ہی مخصوص نہیں تو کسی صورت سے پہچان کی صورت پیدا کیسے ہو کہ شکل ہی جب مخصوص نہیں

جابر بن یزید جعفی جناب علی بن الحسن علیہا الصلوات والسلام کے خواص میں سے ہیں ان کی طویل حدیث سے وہ حصہ پیش کرتا ہوں جس سے میرا مدعا ثابت ہے کہ ایک دن امام زین العابدین علیہ الصلوات والسلام نے جابر سے فرمایا تم اپنے بھائیوں کو یہاں لاؤ کیونکہ ابھی ان کی معرفت نامکمل ہے ۔ میں خلاصہ عرض کر رہا ہوں ۔ جب سب جمع ہوئے تو حاضرین سے پہلا سوال فرمایا اے گروہ مومنین بتاؤ اللہ جو چاہے کرسکتا

ہے جو حکم چاہے دے سکتا ہے؟ لوگوں نے سر جھکا کر عرض کی

☆قالو نعم ان الله یفعل مایشاء و یحکم ما یرید

بے شک اللہ جو چاہے کرسکتا ہے جو چاہے حکم دے سکتا ہے ہر چیز پر قادر ہے آسمان کو زمین، زمین کو آسمان کرسکتا ہے

☆فقال علیہ السلام هل یقدر علی ابن الحسین ان یصیره صورة ابنه محمد علیہ السلام

کیا اللہ اس پر بھی قادر ہے کہ مجھے اپنے بیٹے محمد باقر علیہ الصلوات والسلام کی شکل میں بدل دے اور انہیں میری شکل میں بدل سکتا ہے؟ ☆هل یقدر محمدؐ ان یکون بصورتی...... سبھی لوگ خاموش ہو گئے، ہونٹوں پر سکوت کی مہر ثبت ہوگئی خاموشی نے لبوں پر بخیے لگا دیئے، تعجب نے زبان سے گویائی نوچ لی۔ معرفت کے اعصاب کپکپا اٹھے سبھی خاموش رہے۔ سید الساجدین علیہ الصلوات والسلام نے بڑھ کر بیٹے کے بازو کو پکڑا اور فرمایا من هذا قالو ابنك یہ کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا آقا یہ آپ کے فرزند گرامی ہیں فقال لهم من انا پھر ان سے پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ میں کون ہوں ☆قالو ابوه علی بن الحسین علیہ الصلوات والسلام

عرض کی آپ ان کے والدِ ماجد سید الساجدین علیہ الصلوات والسلام ہیں

☆قال فتکلم بکلام لم نفهم اور پھر آپ نے ایسی کلام فرمائی جسے ہم نہ سمجھ سکے، پھر دیکھا تو باپ بیٹے کی شکل اختیار کر گیا اور بیٹا باپ کی

☆فاذا محمدؐ بصورة ابیه اور محمد باقر علیہ الصلوات والسلام جناب سجاد علیہ الصلوات والسلام بن کر مسکرا رہے تھے تو سب نے فوراً سر جھکا کر کہا لا اله الاالله فرمایا

☆لا تعجبوا من قدرة الله اللہ کی قدرت پر تعجب نہ کرو حقیقت یہ ہے کہ

☆انا محمدؐ و محمدؐ انا وانا علیؑ و علیؑ انا وکلنا واحد من نور واحد روحنا من امر الله

میں محمد علیہ الصلوات والسلام ہوں ، اور محمد علیہ الصلوات والسلام میں ہوں ، میں علی علیہ الصلوات والسلام ہوں ، اور علی علیہ الصلوات والسلام میں ہوں اور ہم سبھی ایک ہیں کیونکہ ایک ہی نور سے ہیں اور ہماری روح امر اللہ ہے

ہمیں شکل وصورت سے باپ بیٹے کی تشخیص مت کرو اور پھر جب ایک پر معرفت خطبہ انشاء فرمایا تو جابر لوگوں کی کیفیت بتاتے ہیں کہ

☆خروا وجوههم سجداً و هم يقولون امنا بولاتيكم و بسركم واعلانيتكم و اقرارنا لخصايصكم

سبھی لوگ سجدے میں گر گئے اور سجدے میں پیشانیاں زمین پر رکھ کر کہہ رہے تھے کہ ہم آپ کی ولایت پر ایمان لائے ، آپ کے ظاہر و باطن پر ایمان لائے ، جو سمجھ آئے گا ظاہراً ہے اس پر بھی سر تسلیم خم ہے ، اور جو مخفی ہے راز ہے ہم اس پر بھی ایمان لائے اور آپ کے خصائص کا اعتراف کرتے ہیں

یہاں ولی تسلیم کر کے سجدہ کر رہے ہیں ، اس لئے خود امام زمانہ علیہ الصلوات والسلام بھی انہیں اس شرک سے نہیں روکتے ، شرک تو تب ہوتا جب سجدۂ ربوبیت کرتے ، یہاں سجدہ سید الساجدین علیہ الصلوات والسلام کو کر رہے ہیں اور ساتھ ہی اقرار بھی کر رہے ہیں کہ ہم آپ کی ولایت کو تسلیم کرتے ہیں کافی دیر بعد اس پر جناب سجاد زین العابدین علیہ الصلوات والسلام مسکرا کر فرماتے ہیں

☆یا قوم ارفعوا رؤسکم انتم الان العارفون الفائزون المستبصرون و

انتم کاملون البالغون

کہ اے مومنین اب سر اٹھاؤ کیونکہ اب تم عارف ہو گئے ہو مستبصر ہو گئے، کامل ہو گئے لیکن یاد رکھو

☆لا تطلعو احدا من المقصرین المستضعفین

کہ مقصرین اور ضعیف العقیدہ لوگوں کو اس سے مطلع نہ کرنا

گویا جو مومن عرفان کی بلند و بالا چوٹیوں کی طرف نگاہ کر کے سجدے میں سر رکھ کر اقرار عجز کر دے وہی کامل و فائز ہے۔ مقصر وہ ہے جو عمداً فضائل سے انکار کر دے اور مستضعف وہ ہے جس کا انکار اپنی کم علمی پہ مبنی ہو، سرکار سے محبت تو کرتا ہو مگر شعور پختہ نہ ہو کسی بات پر شک میں مبتلا ہو تو وہ بھی خلوص نیت سے ہو اور جو انکار بد نیتی پہ مبنی ہو وہ تقصر ہے، مستضعف قابلِ ملامت نہیں لیکن مقصر قابلِ ملامت ہے، خود آئمہ اطہار علیہم الصلوات والسلام نے فرمایا ہے صحیفۃ الابرار جلد دوم میں امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا

☆یا مفضل الناصبة اعدائکم و المقصرة اعدائنا

اے مفضل ناصبی تمہارے دشمن ہیں اور مقصرین ہمارے دشمن ہیں۔

☆وعرفوا حقنا وفضلنافانکروه و جحدوا وقالوا هذا لیس لهم لانهم بشر امثلنا

کہ وہ ہمارا عرفان رکھتے ہیں اور پھر فضائل سے انکار کرتے ہیں اور ہمیں اپنے جیسا بشر کہہ کر ہمارے فضائل سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ کمالات انہیں حاصل ہوں فرمایا کہ معارف کو مقصرین وغیرہ پہ ظاہر نہ کرنا

تو اب حضرات گرامی خود فرمایئے کہ اس نور کے کسی جزو کا حلیہ شکل وصورت مخصوص ہے؟ جب شکل وصورت مخصوص نہیں تو شکل سے شخصیت کی پہچان کہاں ہو سکتی ہے، امام محمد تقی علیہ الصلوات والسلام کا عسکر نامی ایک صحابی ہے اس کے دل میں ایک دن خیال آیا کہ ہم ہی اپنے آئمہ علیہم الصلوات والسلام کو اتنا بلند سمجھتے ہیں ورنہ حقیقت اس کے خلاف ہے، ابھی یہ خیال ذہن میں ابھرا ہی تھا کہ دولت سرا سے آواز آئی یا عسکر! یہ دوڑتا ہوا گیا جا کر دیکھا کہ امامِ جواد علیہ الصلوات والسلام مسند پہ جلوہ گر ہیں اور رخ انور کا رنگ ہلکا سبز ہے اس نے غور سے دیکھا تو پورے درودیوار کا رنگ ہریالی میں نہا رہا ہے۔ کہتا ہے مجھے بہت حیرت ہوئی، اچانک میرے آقا کے جسم نے بڑھنا شروع کر دیا تا اینکہ پورے کمرے میں جسم اطہر بھر گیا اور پھر رنگ اطہر ایک دم سیاہ ہو گیا گویا پوری کائنات سیاہ پوش ہوگئی، درودیوار نے قبائے ظلمات میں خود کو چھپا لیا۔ اچانک رنگ اطہر سفید ہو گیا۔ برف کے میدانوں پہ جس طرح طلوعِ آفتاب کی چکا چوند ریفلیکٹ ہو کر آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے اس طرح پورا ماحول انوار میں ڈوبا ہوا تھا، پھر رخ انور کا رنگ سرخ ہو گیا بام و در لہو میں ڈوب گئے گرد و پیش کی ہر چیز دلہن بن گئی، اور پھر رنگ اطہر سبز ہو گیا اور آہستہ آہستہ وجودِ اطہر جسمِ اقدس اعتدال پہ آنا شروع ہو گیا۔ عسکر پہ رعب و ہیبت سے غش طاری ہوا جب آنکھ کھلی تو امام عصر علیہ الصلوات والسلام کو سامنے متبسم پایا۔ فرمایا عسکر جب ہم اپنے مراتب کا اظہار نہیں کرتے تو تم شک کرتے ہو اور جب اظہار کر دیتے ہیں تو تم برداشت نہیں کر سکتے، فرمایا ابھی تو نے کچھ بھی نہیں دیکھا اور بے ہوش ہو گئے اسی لئے تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت یوسف علیہ

السلام سے مشابہہ ہے، یوسف علیہ السلام کی غیبت جسم کا مرئیات سے باہر ہونا نہیں بلکہ جب کوئی پہچان نہ سکے تو اسے بھی غیبت کہتے ہیں۔ دوست بھائی علاقائی لوگ مل رہے تھے ہاتھوں کو بوسے دے رہے تھے مگر پھر بھی نہیں پہچانا جا رہا ہے۔

اور حجت کی شان ان سے ارفع و اعلیٰ ہے حجت چاہے تو کوئی انہیں پہچان سکتا ہے ورنہ کسی کی کیا جرأت کہ کوئی پہچانے، پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ دس آدمی بیک وقت زیارت سے مشرف ہوں اور سبھی اشخاص کو ایک ہی شکل وصورت نظر آ رہی ہو

اسی طرح ایک واقعہ امام علی نقی علیہ الصلوات والسلام کا ہے کہ اپنے غلام سے فرمایا کہ تمہاری آنکھیں ہماری مطیع ہیں جیسے ہم چاہتے ہیں تمہاری آنکھیں ہمیں ویسا ہی دیکھتی ہیں اس کا بھی مظاہرہ فرمایا اور سرکار نے فرمایا کہ تم جملہ مومنین کو بلاؤ جب وہ آ جائیں گے تو ہم تشریف لائیں گے، ہم سب لوگوں کو شرفِ زیارت عطا فرما کر جب واپس لوٹ جائیں تو ان سے پوچھ لینا۔ جب آخر میں انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ آپ نے زیارت کی ہے سبھی نے اثبات میں سر ہلایا۔ تو پوچھا کیسا لباس زیبِ تن تھا ایک نے سبز بتایا، ایک نے سرخ بتایا، کسی نے سرخی مائل، کسی نے انتہائی سفید، تو کسی نے سیاہ۔ رنگ اطہر پوچھا تو سبھی نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا، کسی نے گندم گوں بتایا، کسی نے سرخی مائل، کسی نے انتہائی سفید، یہی تو مقام حجت ہے کہ جنہیں زیارت ہوتی ہے وہ بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اصل شکل و صورت یہ ہے

یہ شکل وصورت کا ہی تعین نہ ہو تو غیبت نہیں تو اور کیا ہے اسی لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ☆ یجعل اللہ بینہ وبین الخلق حجاباً یرونہ و لایعرفونہ

کہ اللہ ان کے اور مخلوق کے مابین ایسے حجاب بنا دے گا کہ لوگ انہیں دیکھیں گے مگر پہچان نہ سکیں گے، گویا پردے رویت پر نہیں ادراک پر ڈالے جائیں گے جسم کو پردوں میں نہ چھپایا جائے گا عقول پر پردے پڑ جائیں گے

محترم قارئین!

میں عرض کر رہا تھا تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

☆فی القائم عجل الله فرجه الشريف سنة من سبعة انبياء کہ ہمارا آخری بیٹا سات انبیاء کی شبیہ ہے پہلے ہیں جناب یوسف علیہ السلام، دوسرے ہیں جناب نوح علیہ السلام کہ ان سے بھی چند باتوں میں مشابہت ہے فرمایا پہلی بات کیا ہے فطول العمر کہ انبیاء میں سے جناب نوح علیہ السلام کی عمر طویل تھی 27 سو سال آپ زندہ رہے دوسری مشابہت کیا ہے فرمایا جناب نوح علیہ السلام نے نو سو سال تبلیغ کی ایک خلق کثیر آپ کے دین پر آ گئی مگر کثرت پھر بھی کفار کی تھی، عذاب کی دعا فرمائی تو کھجور کی گٹھلیاں ملیں کہ انہیں کاشت کرو جب تیار ہو کر بار آور ہوں گی تو عذاب اِلٰہی کا وعدہ پورا ہوگا، وہ کھجوریں تیار ہوئیں پھر عذاب کی دعا فرمائی حکم قدرت ہوا کہ ان کی گٹھلیاں لے کر پھر کاشت کرو جب یہ حکم لے کر امت کے پاس لوٹے تو کافی تعداد میں لوگ مرتد ہو گئے کہ اگر نبی سچا ہوتا اور اللہ بھی سچا ہوتا تو یہ وعدہ خلافی کیسی، اسی طرح نو مرتبہ دعا کی، نو مرتبہ کھجوریں کاشت ہوئیں، نو مرتبہ لوگوں کا امتحان ہوا، آخر میں جو مختصر لوگ رہ گئے تو وہ جناب نوح علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی اب اپنے رب سے عرض کرو اب چاہے ہزار مرتبہ یہ عمل دہرا دو ہم تمہیں چھوڑ کر جانے والے نہیں، بس فوراً وحی نازل ہوئی اب کشتی تیار کرو اس کے بعد

فرمایا ہمارے آخری فرزند علیہ الصلوات والسلام کے ماننے والوں کا امتحاں ہوگا

☆قال لابد للناس من ان یمحصوا ویمیزوا ویغربلوا و یستخرج فی الغربال خلق کثیر اورغیبت کے مومنین کوآزمایا جائے گا ان کی چھانٹی ہوگی اورانہیں چھانا جائے گا اور کثرت ایسے لوگوں کی ہوگی جواس چھانٹی سے خارج ہوجائیں گے☆یرتدا کثر القائلین بامامتہٖ کہ ان کی امامت کے قائل بھی اکثر مرتد ہوجائیں گے، یعنی وقت کی طوالت ایک ایسا امتحان ہے کہ جو قائلین امامت کو بھی مرتد کردے گی، جس طرح مومنین نوح شعیان نوح میں سے لوگ مرتد ہوتے رہے اسی طرح اس آخری سرکار کے شیعان میں سے لوگ ارتداد کا شکار ہوں گے اسی لیے فرمایا

☆لا والله لا یکون ماتمدون الیه اعینکم حتیٰ یشقیٰ من یشقی ویسعد من یسعد

اس کے بعد فرمایا ہمارا آخری چند باتوں میں شبیہ عیسیٰ ابن مریم ہے کسی نے عرض کی آقا وہ کن باتوں میں تو فرمایا ☆رجعة کرجعة عیسیٰ بن مریم علیه السلام کہ ایک تو ان کی رجعت جناب عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے دوسری وجہ ہے

☆فاختلا فوا الناس منه فیقال مات ولم یمت

کہ لوگ ان کے بارے میں اختلاف کریں گے اور کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ رحلت فرماگئے ہیں حالانکہ زمین حجت سے خالی رہ نہیں سکتی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفے میں لکھتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ الصلوات والسلام کے ایک فرزند تھے جو بچپن میں فوت ہوگئے اور بعد کے شیعوں نے مفروضہ امامت چلا رکھی ہے ایسے اقوال دیگر مسالک کے کتب میں ہیں جو خود مفروضہ ہیں

اس میں جہاں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی آمد کی منظر کشی کی گئی بتایا گیا کہ جب جملہ مومنین مکے میں پہنچیں گے تو ایک تیز آندھی چلے گی ایک سیاہ رنگ کا بادل چھا جائے گا کہ جس کی سیاہی کی ہیبت سے تحت الثریٰ سے گاؤ زمین کے دل کا سویرا لرز جائے گا اور اس میں سے بجلی چمک رہی ہوگی اور بجلی کے خطوط صفحہ ابر پر اس طرح مچل رہے ہوں گے جیسے موکل ابر رعد بڑی عجلت میں صفحات ابر پر دستخط کر رہا ہو، اس چمک کے تسلسل کی روشنی میں اچانک ایک شخص آسمان سے اس طرح اترتا ہوا نظر آئے گا جیسے وہ زمین پر قدم رکھ رکھ اتر رہا ہو

امام فرماتے ہیں ڈرنا نہیں وہ عیسیٰ بن مریم ہوگا وہی لمحہ آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی مسرتوں کا نقطہ آغاز ہے قلوبِ مجروح کے اندمال کا سماں ہے اور جب شہنشاہ یزداں صفات کی دنیا پہ آمد ہوگی تو ابن مریم ان کے ساتھ ہوں گے تو یہ ان کی رجعت ہے جناب عیسیٰ کی طرح اور اختلاف امت بھی جناب عیسیٰ کی طرح ہے

محترم قارئین !

جہاں تک اختیار کا تعلق ہے تو اس دور کے غلاموں نے بھی ایسی باتوں کا مظاہرہ کیا ہے کہ انہیں بھی نہ کوئی پہچان سکا ہے نہ دیکھ سکا ہے، اور رجعت بھی ان کی مثال عیسیٰ ابن مریم ہے مثلاً عمر سعد کے دور میں رشید ہجری کو دیکھیں

ایک دن عمر سعد نے اعلان کیا کہ رشید کو جو شخص پناہ دے گا اس کا خون مباح ہوگا اس کا گھر تباہ کر دیا جائے گا، ابو الآراان کا ایک دوست ایک دن چند دوستوں میں بیٹھا ہے دیکھتا ہے کہ رشید ظاہر ہوئے اور مسکراتے ہوئے اس کے گھر میں داخل ہوگئے، یہ بہت گھبرایا کہ انہوں نے تو میرا گھر برباد کروا دیا حاضرین میں

سے کوئی عمر ابن سعد کو اطلاع کرسکتا ہے یہ گھبرا کر سیدھا گھر آیا اور آتے ہی انہیں پکڑ لیا کہ یہ تو نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا گھبراؤ نہیں تمہارے دوستوں نے مجھے نہیں دیکھا صرف تم دیکھ رہے تھے، انہیں اعتبار نہ آیا پھر جا کر دوستوں سے پوچھا بھئی مجھے ابھی ابھی ایسا محسوس ہوا ہے کوئی ہمارے قریب سے گزر کر میرے گھر میں داخل ہوا ہے کیا آپ نے بھی کسی کو جاتے دیکھا ہے؟ سارے لوگوں نے کہا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے لیکن انہیں پھر بھی اعتبار نہ آیا واپس آ کر رشید کو کس کر ستون سے باندھ دیا اور سیدھے ابن سعد کے دربار میں آئے ابھی یہ بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ دیکھا رشید انہیں کے دراز گوش پر سوار ہو کر دربار میں پہنچے، اب یہ بہت گھبرائے مگر دیکھا ابن سعد نے کرسی چھوڑ دی اور بڑھ کر ان کا استقبال کیا، سینے سے لگایا، کافی دیر باتیں ہوتی رہیں اس کے بعد انہوں نے اجازت لی اور روانہ ہو گئے، ان کے جانے کے بعد عمر ابن سعد نے حاضرین سے کہا آپ لوگ محسوس نہ کریں کہ میں نے نو وارد کو اہمیت دی ہے دراصل یہ ہمارا ایک قریبی رشتہ دار تھا جو شام سے آیا تھا اس لئے پرسش احوال میرا فرض تھا، اب انہیں سمجھ آئی کہ پاک خاندان کے افراد تو کیا ان کے در والے بھی چاہیں تو پہچانے جائیں چاہیں تو نہ پہچانے جائیں اور ☆یجعل الله بینه وبین الخلق حجاباً یرونه و لایعرفونه کے مصداق بن جائیں ......تو اس در اطہر کے غلاموں کی جب یہ شان ہے تو اس پاک گھر کے مالکوں کی شان کیا ہوگی؟ ...... یہی عجز کا اقرار اصل معرفت ہے

............☆☆............

باب یازدہم

تاریخ ۸ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

اَلحُجَّةُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

محترم قارئین!

آج گیارہویں مجلس ہے اور میں عرض کرر ہا تھا کہ فی القائم عجل اللہ فرجہ الشریف سنة من سبعة انبیاء

کہ حجت آخر ہمیشہ سلامت رہیں، کبھی دکھ درد سے آشنا نہ ہوں، ان کے دشمن تباہ وبرباد ہوں، ان کے گلشن تطہیر میں ابدی بہاریں آئیں، سات انبیاء کی شبیہ ہیں۔ شبیہ یوسف علیہ السلام۔ شبیہ عیسیٰ علیہ السلام۔ شبیہ نوح علیہ السلام۔ یہ میں نے کل عرض کیا تھا۔

اب چوتھے وہ کون سے نبی ہیں کہ جن کی شبیہ ہیں حجت آخر ہمیشہ خوش رہیں

وہ ہیں موسیٰ بن عمران کلیم اللہ علیہ السلام۔ اب کسی نے عرض کی آقا کن باتوں میں حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف شبیہ موسیٰ علیہ السلام ہیں تو فرمایا

☆لطول غیبته و خفاء ولادتهٖ وتعب الشیعةِ طویل غیبت کی وجہ سے شبیہ موسیٰ ابن عمران علیہ السلام ہیں۔ یہی امام کی تعریف ہے کہ ایک فقرہ فرما دیا جب تشریح پہ نوبت آئے تو قطرہ میں سمندر کی وسعت بھری ہو...... دیکھیں اس مشابہت کی

تین جہتیں ہیں طویل غیبت، اخفائے ولادت، تعب شعیان۔ میں ترتیب میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے اخفا الولادۃ۔ ذرا دورِ فرعون کا جائزہ لیں اسے نجومیوں نے بتایا کہ تمہاری مملکت کا اختتام ہوگا بنی اسرائیل کے ایک فرد نے کرنا ہے جو اپنے وقت کا نبی ہوگا۔ صاحب کتاب ہو گا صاحب بینات ہوگا اور کلیم اللہ ہوگا۔ اب اسے فکر ہوئی کہ نور موسوی کو قبل از اشراق خاموش کر دینا چاہیے مگر یہاں نجومیوں نے نہیں بلکہ سرور کائنات حسنین کے پاک نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ

☆ولدی الحسین هذا امام ابن امام اخوا ام ابو الائمة تسعة تاسعهم قائمهم افضلهم

یہ میرا بیٹا حسین علیہ الصلوات والسلام ہے جو امام ہے امام ابن امام ہے اور امام کا بھائی ہے اور نو اماموں کا والد ہے اور نواں ہمارا قائم عجل اللہ فرجہ الشریف ہے جو سب سے افضل ہے اور اس نے زمین کو عدل و انصاف سے پر کرنا ہے جو ظلم و جور سے پر ہوگی اور فراعنہ دوراں کے علموں کو سرنگوں کرنا ہے اور وہ غریم ہے ہمارا۔ ہماری کھوئی ہوئی چیزوں اور غصب کردہ چیزوں کا وصول کنندہ ہے

اب جس طرح فرعون نے کئی اقدام کیئے اسی طرح بنی عباس نے بھی کئی قدم اٹھائے کہ کسی طرح نورِ سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکمیل نہ ہو سکے مگر واللہ متم نور کا مصداق نور ہمیشہ اللہ کی حفاظت میں رہا

امام حسن عسکری علیہ الصلوات والسلام کو کافی عرصہ نظر بند رکھا اور عقد وغیرہ کی پابندیاں عائد ہوئیں، اسی لئے والدہ قائم آل محمد صلوات اللہ علیہا حرم اطہر میں ظاہراً لباس کنیزی زیبِ

بدن کر کے داخل ہوئیں اور عقد بھی مخفی طور پر ہوا، اتنا مخفی ہوا کہ حجۃ الآخر بقیہ آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کی والدہ صلوات اللہ علیہا کے اسم پاک میں بھی تواریخ متفق نہ ہوسکیں اور تواریخ نے کم وبیش چھ نام لکھے ہیں مگر کسی کے روکنے سے بھلا تقدیر اِلٰہی یا صاحب تقدیر کی آمد رک سکتی ہے۔ چمگادڑوں کی کوششوں سے طلوع شمس متاثر نہیں ہو سکتا۔ جس طرح قتل ابن عمران کلیم اللہ علیہ السلام میں فرعون کوشاں رہا اسی طرح یہاں بھی شاخ کوششِ ناکام بار آور نہ ہوسکی، اور جس طرح فرعونی استبداد وظلم کے سامنے جناب موسیٰ علیہ السلام نے احقاق حق فرمایا اسی طرح ایک دن معتمد باللہ عباسی کو جواسیس نے اطلاع دی تھی کہ نور قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور اجلال ہو چکا ہے۔ اس نے شہنشاہ سرمن کو دربار میں دعوت دی اور بصد تعظیم وتکریم سنہری کرسی پیش کی اور بصد مکر و زور عرض کرنے لگا کہ آقا ہم سے بھی کیا پردہ، ہم آپ کے غلام زادے ہیں، سنا ہے آپ کی دستارِ فضیلت کے وارث کی دنیا میں آمد ہوئی ہے ہمیں بھی تو شرفِ زیارت حاصل ہونا چاہیئے۔ لشکروں والی سرکار نے مسکرا کر فرمایا۔ کوئی بات نہیں اگر دربارِ فرعون میں موسیٰ کیلئے اندیشہءِ آزار نہیں تو حجت کیلئے یہاں بھی مقام خطر نہیں ہے۔ اپنے غلام کو مطلع ولایت خورشید تاباں نے فرمایا جاؤ ذرا میرے لخت جگر کو یہاں لاؤ۔ کافور بہت گھبرایا کہ ایک طرف امر امام علیہ السلام ہے اور دوسری طرف انہیں دربارِ ملعون میں لے جانا خطرے سے خالی نہیں۔ یہی سوچتا ہوا گھوارے کے قریب آیا ملکوت جنبانی میں مصروف نظر آئے اس کے قدم رکے ☆الامام امام و لوکان صبیا کی مصداق ذات نے آواز دی یا کافور۔ جھک کر سرِ تسلیم خم کیا فرمایا اتنی جلدی گھبرا گئے۔ جس نے ابراہیم پہ

آگ گلزار کی، موسیٰ و ہارون کی دربارِ فرعون میں جس نے حفاظت کی، کیا وہ اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتا، ہمارا ہی نور ہے جس کی تکمیل کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، مجھے لے چلو۔ اب غلام نے حکم کی تعمیل کی بغداد کی گلیاں مہک اٹھیں ذرات نے اپنے چلوا نوارِ حجت سے پر کرنے شروع کئے۔ ہوائیں بلائیں لینے لگیں، کافور مختلف گلیوں سے گزر کر دربار میں وارد ہوا۔

کمسن امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف (ہمیشہ سلامت رہیں) نے جب والد پہ نگاہ کی آنکھیں چار ہوئیں، دونوں طرف مسکراہٹیں جلوہ نما ہوئیں، آنکھوں آنکھوں میں داستانیں بیان ہوئیں، وسطِ دربار میں جب مسکراہٹوں کا تصادم ہوا تو ایسا نور ساطع ہوا کہ دربار پر وقار کے درو دیوار لرز گئے، حاضرین کے رعب و ہیبت سے دل دھڑکنے بھول گئے، فرعونِ بغداد بید مجنوں کی طرح کانپنے لگا...... دہشت کی وجہ سے سردی کی رو جسم میں دوڑ گئی، دانتوں پہ دانت بجنے لگے، کپکپاتے ہوئے صرف اتنا کہہ سکا ھذا سحر عظیم یہ عظیم جادو ہے۔

ایک تو ان واقعات کی وجہ سے شبیہ موسیٰ ابن عمران ہیں پھر فرمایا لِطُولِ غَيبة طویل غیبت کی وجہ سے شبیہ موسیٰ ابن عمران ہیں۔ ذرا غیبت موسیٰ علیہ السلام کی اصل وجوہات پر بھی ایک نظر کرتے چلیں۔ سورہ ہود میں ارشاد ہے

☆ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاء إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ () قَالَتْ يَا وَيْلَتَى أَأَلِدُ وَأَنَاْ عَجُوزٌ وَهَـذَا بَعْلِي شَيْخاً إِنَّ هَـذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ()قَالُواْ أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللّهِ (ہود 72-71)

تفسیر عیاشی میں ہے کہ کسی نے امام صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام سے اس کی تفسیر

دریافت کی تو فرمایا

جب ابرہیم علیہ السلام ایک سو بیس برس کے ہوئے اور جوانی کی سرحدوں کو بہت پیچھے چھوڑ چکے تو اس وقت ان کی زوجہ محترمہ جناب سارا نوے برس کی تھیں خلیل الرحمٰن پر وحی نازل ہوئی کہ اللہ تمہیں فرزندِ سعید اسحاق کی آمد کی بشارت دیتا ہے۔

جناب خلیل علیہ السلام کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔خوشی خوشی گھر میں وارد ہوئے اور زوجہ محترمہ کو یہ خوشخبری سنائی تو انہوں نے عورتوں کی طرح کہا ہائے میں مرگئی ...... یہ کیسے ہوسکتا ہے...... میں ضعیفی کے اس مقام پر پہنچ چکی ہوں کہ ناقابل اولاد ہوں اور میرے شوہر تو ماشاءاللہ مجھ سے بھی گئے گزرے ہیں اور مجھ سے بھی تیس برس بوڑھے ہیں اور غیر یقینی ملے جلے تعجب سے کہا یہ بہت ہی عجیب خبر ہے یعنی ناممکنات میں سے ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اے نبی محترم کی مقدس زوجہ تو اللہ کے امر و قدرت پہ شک اور تعجب کرتی ہے؟ یہ بات خالق کو ناگوار گزری ہے۔لیکن اللہ کے امر و قدرت کو شک کی نگاہ سے دیکھنے پر خالق فرماتا ہے یہ امر ضرور پورا ہوگا اور اس شک کی سزا تمہاری اولاد کو دوں گا ایک دو سال نہیں پورے ۴۰۰ سال میں تمہاری اولاد کو تکلیف و عذاب میں مبتلا رکھوں گا......

بنی اسرائیل انہی کی اولاد ہیں، یعنی جناب اسحٰق علیہ السلام کے فرزند گرامی جناب یعقوب علیہ السلام ہیں اور انہی کا خطاب ہے اسرائیل یعنی عبد اللہ۔عبد اللہ کے معنی عبرانی میں اسرائیل ہوتے ہیں

یہاں ایک بات سامنے آ گئی ہے، حضراتِ گرامی! اللہ نے زوجۂ ابراہیم سے فرمایا تو نے امر اللہ پہ تعجب کیا امر اِلٰہی کے آنے میں شک کیا ہے، چاہے تو اہل

بیت سے ہے رحمتیں تجھ پر برستی ہیں مگر سزا ضرور دوں گا۔ یہ اور بات ہے کہ سزا تمہاری بجائے تمہاری اولاد کی طرف منتقل ہو جائے مگر جو بھی امر اللہ پہ تعجب اور شک کرے گا اسے سزا ضرور دوں گا۔ ایک نبی کی آمد پہ شک اور تعجب تمہیں بھی معاف نہیں کروں گا اور جسے صاحب الامر عجل اللہ فرجہ الشریف کی آمد پہ شک ہے اس کا کیا بنے گا، کیونکہ نبی امر اللہ ہوتا ہے اور امام صاحب الامر ہوتا ہے جو ما فوق الامر ہے تو ثابت ہوا کہ امر اللہ پہ شک اور تعجب ہو تو چاہے نبی کی بیوی ہی کیوں نہ ہو سزا سے نہیں بچ سکتی۔ نوح کی بیوی بھی اسی شک کی بھینٹ چڑھ گئی تو آج کے دور میں کسی شک کرنے والے کو کیسے معاف کیا جا سکتا ہے

محترم قارئین!

امام صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں کہ اسی سزا میں بنی اسرائیل پر فرعون کو مسلط کر دیا گیا۔ اور پھر جب فرعون کے تشدد حد سے بڑھے تو بنی اسرئیل نے اپنی قوم کے ایک عالم کو تلاش کیا جو پہاڑوں کی غاروں میں چھپا ہوا تھا اور مصروفِ عبادت تھا۔ اس سے پوچھا کہ اس عذاب میں کبھی کمی بھی آئے گی کیا کبھی ہمیں اس عذاب سے نجات بھی حاصل ہو گی؟۔ اس نے بتایا صرف اولادِ لاوی سے ایک نبی مبعوث ہو گا جس کا نام موسیٰ ہے وہی ہمارا نجات دہندہ ہے۔ انہوں نے پوچھا اب ہم کیا کریں؟۔ تو اس عالم نے کہا اب صرف دعا ہی ایک راستہ ہے۔ انہوں نے پوچھا پھر ہمیں لائحہ عمل بتا دو تا کہ ہم دعا کریں شاید نجات مل جائے۔ اس نے کہا کل آپ پوری قوم کو لے کر صحرا میں آجائیں اور مجھ سے ملاقات کریں میں لائحہ عمل بتا دوں گا پوری قوم صحرا میں پہنچی اس سے ملاقات ہوئی اس نے بتایا

کہ دعا کا طریقہ کار یہ ہے کہ کل بوڑھے بچے جوان عورتیں بچیاں سبھی کو لے کر صحرا میں آ جائیں اور چالیس شب و روز اس طرح دعا کریں کہ مرد علیحدہ ہو جائیں، عورتیں علیحدہ ہو جائیں، ماؤں سے بچوں کو جدا کر لیں، جانور بھی ساتھ لائیں، ان سے ان کے بچے جدا کر لیں، اور گریہ وزاری سے دعائے تعجیل فرج کریں

امام صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں چالیس دن رات دعا کرنے کا اثر ہوا کہ معینہ وقت سے ابھی ایک سو ستر برس رہتے تھے مگر اللہ نے جنابِ موسیٰ و ہارون علیہم السلام کو وحی فرمائی کی بنی اسرئیل کو عذاب سے نجات دلائیں۔

یہاں پہنچ کر امام صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام خاموش ہو گئے اور کچھ دیر توقف کے بعد مومنین کی طرف دیکھ کر فرمایا ھکذاانتم تمہارا معاملہ بھی اسی طرح ہے یاد رکھو بقیہءِ آل محمد حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف (سلامت ہوں) کے خروج کا وقت بھی معین ہے جیسے عذاب بنی اسرائیل کا وقت معین تھا۔ اب اگر تم بھی ان کی طرح دعا کرو گے گریہ وزاری سے دعائے تعجیل فرج کرو گے تو خروج قبل از وقت ہو گا۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ دعا نہ کرو کہ اس سے وقت میں کمی نہیں ہو سکتی۔ میں گزارش کروں گا کہ جو دعا اور گریہ وزاری پہ رحم نہیں کرتا وہ رحیم ہو نہیں سکتا اور جو رحم تو کھائے اور وقت میں کمی نہ کر سکے مقدر کو بدل نہ سکے وہ قادر کہلانے کا مستحق نہیں۔ اور جو دعا کی تعلیم دے کر بھی توفیق دعا دے کر قبول نہ فرمائے وہ رحمٰن نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ دعا سے اللہ نہ تقدیر بدل سکتا ہے نہ بدلتا ہے تو یہ وحدت پہ معترض ہونے کے مترادف ہے

امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں کہ تدبیر اگر درست ہو تو تقدیر کو بدل دیتی

ہے۔خروج قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کی تقدیر کو بدلنے کیلئے واحد تدبیر دعا ہے
خالق نے خود فرمایا ہے ادعونی استجب لکم کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔
اور شرفا کا یہ دستور نہیں کہ پہلے کہیں کہ مجھ سے طلب کرو میں دوں گا اور مانگنے پر نہ
دے مانگنے کی دعوت دے کر محروم کرنا شرفاء کی شرافت کے منافی ہے۔ جو
کائنات کا خالق ہے وہ بعد میں ایسا کیسے کر سکتا ہے

دورِ غیبت میں مومنین کا یہی فریضہ ہے کہ دعائے تعجیل فرج کریں معارف کیلئے
محنت وغیرہ درکار ہے دعا تو مفت ہے......ستم بالائے ستم یہ کہ کچھ حضرات دعا کے
خلاف دلائل فراہم کر رہے ہیں۔ اگر وقت ملا تو میں ان دلائل کا جواب عرض
کروں گا حالانکہ

☆من یتم الیتیم الذی انقطع عن امہٖ و ابیہ یتم الیتیم من انقطع عن
امامہٖ

فرمایا کہ یتیم وہ نہیں کہ جس کے ماں باپ جدا ہو گئے ہوں بلکہ حقیقی یتیم وہ ہے کہ
جس سے اس کے امام زمانہ علیہ السلام جدا ہو جائیں کیونکہ نبی اور امام زمانہ امت کے
والدین ہوتے ہیں۔ بلکہ اس پاک گھر کے مالک ہی حقیقی والد حقیقی باپ ہیں ان
کی جدائی ہی اصل یتیمی ٹھہرے گی

تو حضرات! کوئی بچہ باپ سے جدا ہو جائے اور بارگاہ ایزدی میں بصد گریہ و
زاری دعا کرے کہ میرے پالنے والے میرے والد کو جلد مجھ سے ملا دے میرے
سلگتے ہوئے دل کو باپ کے وصال کے آب حیات سے سرد فرما دے۔تو کیا یہ دعا
اسے مجرم بنا دے گی اور پھر جب ایسی پوزیشن میں ہو کہ چاروں طرف دشمن ہی

دشمن ہوں، زندگی کا خطرہ بھی ہو اور فرار کی راہیں مسدود ہوں تو کیا باپ سے ملنے کی دعا عیب بن جائے گی، عصیاں شمار ہوگی، حالانکہ زندگی اتنی قیمتی نہیں ہے جتنا دین ہے، صاحبانِ عرفان کا مسلمہ ہے کہ مال جان کا صدقہ ہے، جان عزت و ناموس کا صدقہ ہے، عزت و ناموس دین کا صدقہ ہے، جان اور مال کے تلف ہونے کے خوف سے اگر بچہ باپ کی واپسی کی دعا کرے تو کیا مجرم ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مقامِ ادب و احترم کیا ہے۔ اسی ادب اور احترام کو کچھ لوگوں نے اپنے مقصد کیلئے ہتھیار کے طور پر استعمال فرمایا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ اگر والد ایک کمرے میں چلا جائے اور یہ کہہ جائے کہ میں جب مناسب سمجھوں گا آ جاؤں گا تم انتظار کرو۔ اب اگر اسے تاخیر ہو جائے تو دستک دینا کنڈی کھٹکھٹانا سوئے ادبی ہے، یہ ہے ان کی دلیل

محترم قارئین!

اس کے دو پہلو ہیں، ویسے حسبِ معمول کمرے میں جانا اور بات ہے، قطع تعلقی کر کے کمرے میں جانا اور بات ہے، پہلی حالت میں دستک دینا سوئے ادبی اور دوسری صورت میں یعنی والد کی ناراضگی کی صورت میں معذرت اور معافی کیلئے دستک دینا عین ادب ہے

اب دیکھنا یہ ہے کہ واقعی وجہ غیبت جلال ہے یا حسبِ معمول ہے اور ہم سے خوش ہو کر غیبت اختیار کی گئی ہے

یہ غیبت خوش ہو کر اختیار نہیں کی گئی، بلکہ علی بن ابراہیم محض یارا ہوازی کا واقعہ بہت سی کتب میں موجود ہے وہ بیس سال صرف اس لئے حج کرتا رہا کہ امام زمانہ

عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت سے مشرف ہو مگر زیارت نہ ہوئی آخر ایک سال خواب میں کسی نے فرمایا اس سال حج پہ آؤ ضرور مشرف بزیارت ہو گے، وہ گئے اور جب محو طواف تھے تو ایک شخص قریب آئے اور پوچھا علی بن محض یار تم ہو تو عرض کی جی ہاں میں ہی ہوں۔ انہوں نے پوچھا یہاں کیسے آئے ہو۔ انہوں نے عرض کی میں اس ذات کی زیارت کیلئے آیا ہوں جو ذات ☆ محجوب عن العٰلمین ہے جو عالمین کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں تو جواباً اس شخص سے فرمایا کہ کون کہتا ہے کہ وہ محجوب عن العٰلمین ہیں؟ درحقیقت وہ ذات محجوب عن الظٰلمین ہیں۔ وہ تو ظالمین کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں مومنین سے تو انہیں پردہ نہیں ہے۔ اس فقرے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جسے زیارت نہیں ہوتی وہ ظالم ہے ورنہ مومن سے انہیں پردہ نہیں ہے۔ علی بن محض یار بعد میں مشرف ہوا اور وہ سرکار زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے خواص میں سے تھے...... زیارت سرمن کا ایک فقرہ ہے

السلام عليك يا ابا الامام المنتظر الظاهرة للعاقل حجة والثابته فی اليقين معرفته المحتجب عن عين الظالمين وا لمغيب عن دولة الفاسقين

اے اس ذات کے بابائے بزرگوار جو نگاہِ ظالمین سے اور دولتِ فاسقین سے پوشیدہ ہیں غائب ہیں۔ ثابت ہوا وجہ غیبت ظلم ہے چاہے جیسے بھی۔ یہاں ظالم یا ظلم کی اقسام پر بحث نہیں، شرک بھی ظلم، عدم اعتنا بھی ظلم ہے، لاپرواہی بھی ظلم ہے تو جس جس میں ظلم موجود ہو گا اس سے غائب ہوں گے۔ اب اگر کوئی اقرار جرم اور معذرت و توجہ و استغفار کیلئے دستک دے تو کیسی سوئے ادبی، پھر جس کا

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف جدا ہو گئے ہوں وہ ہے یتیم اور یتیم کا اپنے مربی کو مصائب اور خطرات میں پکارنا، بلانا، اور آزادی اور نجات از ستم کیلئے بلانا سوئے ادبی نہیں ہے

اب سوال ہوتا ہے کہ ہم پر کون سے خطرات منڈلا رہے ہیں کہ دعا کرنے کی اجازت ہو

محترم قارئین! امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے فرمایا کہ دور غیبت میں علمائے سو ہمارے یتیم شیعوں کیلئے یزید علیہ لعن سے زیادہ ضرر رساں ہیں کیونکہ یزید علیہ لعن کربلائیوں کے مال و جان کا دشمن تھا، مگر یہ ملاعین دین و ایمان کے دشمن ہیں

☆فیقبله المسلمون من شیعتنا علی انه من علومنا فضلوا و اضلوا وهم اضر علی شیعتنا من جیش یزید علی الحسین ابن علی علیهما السلام

یہ آخرت کے دشمن ہوں گے۔ جب جیش یزید جیسے بلکہ اس سے بھی بدترین دشمنی میں یتیمانِ والدِ حقیقی گھرے ہوئے ہوں اور والد خفا ہو کر کمرے میں خلوت پسند ہو جائے اور انقطاع کر لے تو پھر بھی اپنے والدِ حقیقی کے در اطہر پہ دستک دینا سوئے ادبی ہو گی؟ یا عین احترام عین ادب ہے اور دعائے تعجیل فرج دعائے نجات ہے، انہی کو تعبِ شیعان موسیٰ سے مشابہہ کہا گیا ہے

بات چل نکلی ہے تو سوچ رہا ہوں ایک آدھ اور اعتراض کا جواب بھی ہوتا جائے

محترم قارئین!

کچھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اللہ جب چاہے گا خروج ہو جائے گا اور دعائے تعجیل فرج منافی رضائے اِلٰہی ہے۔ اس کیلئے وہ بہت سے دلائل پیش کرتے ہیں

ایک آدھ حدیث بھی ہے ایک آدھ آیت بھی پیش کرتے ہیں ان پر تفصیلی بحث شاید اگلی مجلس میں کروں یہاں صرف اس بات کا جواب دینا چاہتا ہوں کہ دعائے تعجیل فرج رضائے اِلٰہی کے منافی ہے اگر وہ چاہتا تو خروج ہو جاتا کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ خروج ہو اور ہم اگر خروج کی دعا کریں گے تو صاف ظاہر ہے منافی رضائے اِلٰہی ہے کہ جو وہ نہیں چاہتا ہم چاہ رہے ہیں

حضرات گرامی!

اللہ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا کہ تبلیغ دین کریں، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء صرف لوگوں کو مومن و مسلمان کرنے کیلئے مبعوث ہوئے، ہر نبی نے یہی اعلان فرمایا کہ اے دنیا والو اللہ پر ایمان لاؤ، اللہ پر ایمان لاؤ، ان کے بھیجے ہوؤں پر ایمان لاؤ۔ ایک طرف انبیاء دعوت ایمان دے رہے ہیں۔ کفار کو ایماندار بنانے کی سعی کررہے ہیں۔ دوسری طرف خالق اعلان فرمارہا ہے۔ سورہ یونس

☆وَلَوۡ شَاء رَبُّكَ لآمَنَ مَن فِیۡ الۡأَرۡضِ کُلُّهُمۡ جَمِیۡعاً (یونس99)

(لو) کی تعریف یہ ہے کہ اگر نفی میں آئے تو اثبات کر دے اگر اثبات میں آئے تو نفی بنا دے۔ اب معنی دیکھیں اگر تمہارا رب چاہتا (یعنی نہیں چاہتا) تو پوری زمین والے ایمان لے آتے۔ سب کیلئے کلھم ہی کافی تھا مگر جمیعاً سے اس میں زور پیدا کر دیا تا اینکہ فرمایا

☆وَمَا کَانَ لِنَفۡسٍ أَن تُؤۡمِنَ إِلَّا بِإِذۡنِ اللّهِ (یونس100)

کہ کوئی بھی نفس ایمان نہیں لاسکتا جب تک اللہ کا اذن نہ ہو۔ ولو شاء اس کی منشا اور رضا کو واضح کررہا ہے اور بِاِذن الله اس کے اختیار کو واضح کررہا ہے

اگر اللہ چاہتا تو پوری دنیا مسلمان ہو جاتی (مگر وہ نہیں چاہتا) اور انبیاء چاہتے ہیں کہ لوگ ایمان لائیں اور ان کو اسلام پر جمع کرنے کیلئے جملہ اقسام کی صعوبات برداشت کیں، اب ذرا فرمایئے کہ انبیاء کی ہدایت اور پیغام ہدایت اور سعی ہدایت اللہ کی رضا کے منافی تو نہیں؟ جو دلائل اس کیلئے ہوں گے وہی دلائل اثباتِ دعائے تعجیل فرج کیلئے ہوں گے۔ دعا کا ذکر ضمناً آ گیا ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ تاجدار انبیاء نے فرمایا ہمارے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کی سات انبیاء سے مشابہت ہے۔ پانچویں نبی کو لیتے ہیں کہ جس سے مشابہت ہے وہ ہیں یونس بن متیٰ علیہ السلام جنہیں قرآن صاحب حوت کے لقب سے ملقب فرماتا ہے کون ہیں؟ صاحبِ حوت یونس بن متیٰ علیہ السلام کس وجہ سے مشابہ ہیں

☆ رجوعۃٍ من غیبۃ بشرح الشباب بعد از غیبت جب یونس علیہ السلام لوٹے تو وہ عین جوان تھے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ عالم دو ہیں عالمِ خلق اور عالم امر۔ عالم خلق بتدریج خلق ہوتا ہے اور عالمِ امر کے بارے میں سورہ القمر میں جو قرآن کا ۵۴ واں سورہ ہے اس میں ارشاد ہے

☆وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (قمر50)

کہ امر بتدریج نہیں بلکہ آنکھ جھپکنے کی تخلیق ہے یہاں نطفہ، علقہ، مضغہ، لحم، عظام، میں داخل نہیں نہ ان پر موت ہوتی ہے، نہ ضعیفی، نہ خم، جیسے روح کبھی بوڑھی نہیں ہوتی ہمیشہ ایک حال میں رہتی ہے مگر امری مخلوق تغیر پذیر ضرور ہوتی ہے اس پہ کبھی پھر بحث ہوگی۔ لیکن انبیاء ہیں تو ان پر ضعیفی، جوانی، بچپن، لڑکپن کا اظہار ضرور ہوتا ہے حالانکہ انبیاء امری مخلوق ہیں عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں ان کے علم و

اختیار میں کمی وغیرہ کا امکان نہیں ہوتا بلکہ ہر مرحلے میں مکمل و کامل ہوتے ہیں مگر جسمانی طور پر ان پر وقت کے اثرات ضرور ہوتے ہیں جیسے سورہ مریم میں جناب زکریا علیہ السلام کا قول موجود ہے

☆قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْباً (مریم 4)

کہ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی اب بڑھاپے کی وجہ سے میری ہڈیاں کمزور ہو رہی ہیں اور ضعیفی کی وجہ سے سر بھی سفید ہو چکا ہے، یعنی امری مخلوق پر وقت کا اثر ضرور ہوتا ہے

سورہ ھود میں جناب ابراہیم علیہ السلام سے ان کی زوجہ محترمہ کا قول ہے

☆ قَالَتْ يَا وَيْلَتَى أَأَلِدُ وَأَنَاْ عَجُوزٌ وَهَـذَا بَعْلِي شَيْخاً (ھود72)

کہ انہوں نے فرمایا میں انتہائی بوڑھی ہوں اور میرے شوہر بھی ضعیفی کی آخری سرحدوں کو چھو رہے ہیں

تو کیا جسمانی لحاظ سے امری مخلوق بھی وقت کے ظالم ہاتھوں سے محفوظ نہیں کیونکہ جنس کے لحاظ سے حادثِ زمانی ہیں، فصل کے لحاظ سے قدیم زمانی، یعنی ان کی تخلیق دورِ دھر میں ہے اور دھر زمان سے قبل اس لئے قدیم زمانی ہوئے۔ اللہ نے خود دھر و زمان کا فرق بیان فرمایا ہے سورہ دھر میں ارشاد ہے

☆ هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئاً مَّذْكُوراً (دھر1)

یعنی قبل از زماں و وقت دھر تھا، اس میں انسان پر ایسا وقت بھی تھا کہ وہ کوئی شے نہ تھا، کہ اس کا ذکر حین من الدھر حین کے معنی بھی وقت کے ہیں اور دھر کے معنی وقت کے ہی لئے جائیں تو معنی مہمل ہو جاتے ہیں اور الدھر میں الف اور لام

تخصیص کیلئے ہے کیونکہ انسان بھی الف اور لام کے ساتھ وارد ہوا ہے یہاں انسان بھی ایک مخصوص طبقہ اور جماعت کیلئے وارد ہوا ہے اور دھر بھی من کے ساتھ مخصوص حصے کیلئے وارد ہوا ہے۔

جیسے سورہ جاثیہ ہے ۴۵ واں سورہ ہے اس میں کفار کے قول کو نقل کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ وہ دیکھتے ہیں کہ یہی حیات دنیا ہے پھر موت ہے یہی حیات دنیا ہے جس میں ہم مرتے جیتے ہیں

☆وَمَا يُهۡلِكُنَا إِلَّا الدَّهۡرُ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍ (جاثیہ24)

حالانکہ انہیں دھر کے بارے میں علم ہی نہیں۔عربی میں وقت کیلئے بہت سے الفاظ استعمال ہوتے ہیں مثلاً وقت بذات خود عربی لفظ ہے۔وقت کیا ہے؟ یہ بنتا ہے ماہ وسال سے،شہور وسنین سے ترتیب پاتا ہے،جیسے قرآن میں فرمایا☆یسئلونك عن الا حلة یہ چاند کیا ہے تو فرمایا یہ لوگوں کیلئے تعینات ماہ وسال کیلئے ہے،ورنہ چاند سے ساعات واوقات نماز وروزہ شب وروز وابستہ نہیں ہیں۔نماز روزہ وغیرہ کو اس کے طلوع وغروب سے کوئی تعلق نہیں۔اس کا نام ہے وقت۔لفظ کا استعمال چاہے جو بھی ہو مگر اس کے معنی اپنے مقام پر مسلم ہیں

اس کے بعد ہے حین و استحین یہ آدم سے قیامت تک سلسلہ شہور وسنین جاری ہے مگر ایک عرصہ درمیان میں جو بریکٹ کر دیا جائے مخصوص کر دیا جائے،ایک مخصوص پیریئڈ کا نام ہے حین اس طرح عربی میں استحین مناسب وقت اور مخصوص عرصے کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے حینِ حیات زندگی کا عرصہ،اس کے بعد ہے عصر،اس کائنات کے مختلف کراۃ سیاروں کا اپنا اپنا اسٹینڈرڈ ٹائم ہے جیسے

زمین کے عصر کو پیمانہ بنا کر ماپا جائے تو اس طرح ہے کہ ہماری زمین کا ایک سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے، عطارد کا ۸۸ دن کا، زہرہ کا ۲۲۴ دن کا، یورنس کا ۸۵ برس کا، پلوٹو ۲۴۸ برس کا سال ہوتا ہے۔مشتری کا ہمارے بارہ برس کا، نیپچون کا ۱۶۵ برس کا، مریخ کا سال ۳۲۲ دن کا ہوتا ہے، چاند کا سال ۳۰ دن کا ہوتا ہے، زحل کا سال ہماری زمین کے ۳۰ سال کے برابر ہے، یا ۲۹-۱/۴ سال کا یعنی ہر سیارے کا اپنا اپنا اسٹینڈرڈ ٹائم عصر کہلاتا ہے، زمین کا عصر علیحدہ ہے، زہرہ کا علیحدہ ہے۔ یہ کائنات کے نظام پر چھایا ہوا ہے اس لئے اسے بگولۂ گرد باروغبار اور بادل بھی کہا جاتا ہے، بادل جیسے پاکستان میں برسنے والا امریکہ میں نہیں برستا، اسی جہت سے عصر کے معنی بادل کے بھی ہیں، جیسے العصرات

اب ہے زماں۔ یہ لفظ بھی وقت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ عصر پہ محیط ہے جب خالق تھا اور کچھ نہ تھا اللہ نے تخلیقِ عالم خلق کے ساتھ زمان کو بھی خلق فرمایا یہ وہ وقت ہے جو یونیورس کا جنرل ٹائم ہے، جو پوری کائنات پہ محیط ہے، جیسے پاکستان کا علیحدہ وقت ہے، امریکہ کا علیحدہ، روس، جرمنی، ایران، جاپان غرض ہر ملک کا علیحدہ علیحدہ وقت ہے مگر اسے گرینچ ٹائم کے ماتحت رکھا گیا ہے

باوجود اختلافات اس کے تحت ہے اسی طرح جملہ کرات و سیارگان کا نظام الاوقات بھی تو کائنات کے ایک جنرل ٹائم کے اندر ہی ہے۔ سلسلۂ روز وشب سے ایک ماہ محیط، ماہ سے سال، سال سے صدی محیط ہے، جو عصر سے محیط ہے وہ ہے زماں، اس کے بعد ہے دھر، یہ لفظ بھی استعمال تو وقت کیلئے ہوتا ہے لیکن یہ قبل از وقت و زمان ہے۔ زمان کیونکہ خلق سے عدم سے وجود میں آیا لیکن اس سے

پہلے جو عرصہ عدم ہے جب وقت وقت نہ تھا جب کچھ بھی نہ تھا، ارواح جو عالم امر سے تعلق رکھتی ہیں وہ بھی خلق نہ ہوئی تھیں۔ عدم ہی عدم تھا ایک خالق تھا اور ایک عدم تھا، لا شئے تھی، تخلیق ارواح بعد میں ہوئی، ورنہ روح تو قابلِ ذکر چیز ہے اور اللہ فرماتا ہے☆لَمۡ یَکُن شَیۡئاً مَّذۡکُوراً (دھر1) کہ اس وقت انسان کی کوئی چیز قابل ذکر نہ تھی، اس عرصہ لا شئے کو کہتے ہیں دھر اور یہی قدیم از زمان ہے اور جو دھریئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دھر قدیم ہے اور اسی کو خالق مانتے ہیں کیونکہ خود دھر بھی مسبوق بالغیر ہے یعنی ایک وقت ایسا بھی تھا کہ دھر بھی نہ تھا اور انبیاء کی تخلیق زماں سے قبل اور یوں سمجھ لیجئے کہ دھر کا کچھ حصہ بھی اپنے داماں میں لئے ہوئے ہے اور جو انوار دھر سے قبل ماقبل تھے انہی نے اعلان فرمایا☆الحجہ قبل الخلق

اور انبیاء ان کے بعد خلق ہوئے تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں کہ☆لَمۡ یَکُن شَیۡئاً مَّذۡکُوراً (دھر1) سے مراد یہ ہے علم میں تو مذکور تھے لیکن تخلیق میں مذکور نہ تھے۔ اور انبیاء چاہے امری مخلوق ہے مگر ان پر زمان و مکاں اثر انداز ہوتے ہیں اور جس پر زماں اثر انداز نہ ہو تو زماں کے اس حاکم مطلق کو کہتے ہیں صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف۔ اب چاہیں تو کسی فرد واحد پر وقت کو روک دیں یا فرد واحد پر تیز چلا دیں۔ مثلاً امام حسن عسکری علیہ الصلوات والسلام کی پھوپھی نے جب چالیس دن بعد از ولادت آکر دیکھا تو صحن میں اڑھائی سال کے شہزادے کو محو خرام دیکھا اور پوچھا میرے امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف بیٹے یہ شہزادہ کون ہیں؟

فرمایا یہی تو میری دستار کا وارث ہے حیران ہو کر پوچھا یہ تو تقریباً تین سال کے سن کے لگ رہے ہیں ۔فرمایا ان کا ایک دن ایک ہفتے کے برابر ہے، ایک ہفتہ ایک ماہ کے برابر ہے، اور ایک ماہ ایک سال کے برابر ہے، اب سب کو جمع کر کے سن کا تعین کر لیں ۔ چالیس دن برابر ہیں چھ ماہ کے، اور ایک ماہ اور دس دن تقریباً ایک سال چار ماہ ہوئے ، اب انہیں جمع کیا تو دو سال آٹھ ماہ ہوتے ہیں اور یہی ان کا ظاہری سن ہے اگر وقت پر اختیارِ کل نہ ہوتو پھر صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف نام کیوں ہے؟ یہی وجہ ہے کہ سن دو سال کا لگ رہا تھا اسی لئے نور اطہر نے بحیثیت نورِ واحدہ کے مفضل ابن عمرو سے فرمایا

دنیا والوں نے ہمارا بچپن دیکھا ،لڑکپن دیکھا، جوانی دیکھی ،ضعیفی دیکھی یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود اتنا آگے چلے گئے کہ کسی نے خدا سے انکار کر کے ہمیں خدا مان لیا کسی نے چھوٹا خدا کہہ دیا کسی نے بڑا خدا کہا۔ اگر ہم یہ انداز نہ اپناتے جیسے تھے ویسے ہی ظاہر ہو جاتے تو بتاؤ لوگوں کی کیا کیفیت ہوتی ؟ ورنہ ہمارے لئے نہ ضعیفی ہے، نہ جوانی ہے، نہ بچپن ہے، نہ لڑکپن ہے، نہ تغیر، نہ تبدل ہے، نہ بڑھتے ہیں، نہ گھٹتے ہیں، نہ ورود ہے، نہ نزول ہے، نہ آتے ہیں، نہ جاتے ہیں، بلکہ کامل محض ہیں

اے مفضل جس طرح تم آج دیکھ رہے ہو، لازم نہیں کہ دورِ آدم علیہ السلام میں ہماری شکل یہی ہو، لازم نہیں کہ دورِ نوح میں ہماری صورت یہی ہو، لازم نہیں کہ دورِ ابراہیم میں خلیل الرحمٰن نے ہمیں انہی خدوخال سے پہچانا ہو

امیر کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا

☆ فانا نظهر فی کل زمان فی صورة ماشاء الرحمٰن
کہ تخلیق زمان کے ساتھ ہم ہر دور میں ظاہر رہے ہیں اور اس صورت اور شکل میں جیسے خالق چاہتا ہے
☆کل یوم ھوفی شان انہی کے بارے میں ہے کہ ان کا ہر دن امورِ کائنات میں جدتیں لاتا ہے فطرت کی تنوع پسندی کو سامان تنوع عطا فرماتے ہیں
امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ اگر ہم جیسے تھے ویسے ہی ظاہر ہو جاتے تو کائنات متفق ہو کر ہمارے اللہ ہونے کا اعلان کر دیتی ورنہ ہماری حقیقتیں جدا ہیں فرمایا مفضل ہماری جوانی کا نام الوھیت ہے
عرفان حقیقی نا قابل برداشت ہے بشریت اس نور کی معرفت کی متحمل نہیں ہوسکتی اگر کوزے میں پانی اس کے ظرف سے دوگنا جبراً بھر دیا جائے تو پھٹ جائے گا اور ظرفِ بشریت معرفت کے سمندر کا متحمل کیسے ہوسکتا ہے، انبیاء جو نورِ سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے سے خلق ہوئے ان کا اگر عرفان ہو جائے اسے بھی کوئی بشر برداشت نہیں کر سکتا
حسنِ یوسف علیہ السلام کا مظاہرہ ہوا تو کچھ عورتیں انگلیاں کاٹ بیٹھیں کچھ بیہوش ہو گئیں اور کچھ عورتوں کے بارے میں لکھا ہے کہ جب عرفانِ یوسف علیہ السلام ہوا تو دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر مر گئیں ۔ اور جس کے پسینے سے یوسف علیہ السلام خلق ہوا اس کا عرفان کون برداشت کر سکتا ہے؟
تاجدارِ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے حضور کسی نے عرض کی آقا ذرا ان مراتب کا عرفان کروا دیجیئے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں ۔ تو مسکرا کر فرمایا ۔ تم متحمل نہیں ہو

سکتے اس نے کئی بار اصرار کیا تو کچھ کلام فرمایا اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ نوجوان تھا فوراً بوڑھا ہوگیا

☆حتیٰ ابیض راس الرجل و الحیة و النسی الحدیث

حتیٰ کہ اس کا سر سفید ہوگیا داڑھی سفید ہوگئی اور پھر اس کلام کو بھول بھی گیا۔

تو تاجدارِ کربلا علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ اچھا ہوا یہ بھول گیا ہے یہ بھی خدا کی رحمت ہے کہ بھول گیا ہے ورنہ مرجاتا

ان کے عرفان کا متحمل کون ہوسکتا ہے؟ اسی لئے یہ انداز اپنائے کہ مراحل بشر سے گزر کر دکھایا کہ ایک تو برداشت کی حد میں آجائیں۔ اور پھر لوگ خدا اور اللہ نہ مان لیں۔ اور امام زمانہ ولی العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کا لقب قائم کیوں ہے؟ اس لئے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود جب دنیا پہ تشریف لائیں گے تو ایک چالیس سالہ نوجوان کی طرح پیکرِ حسن و شباب ہوں گے، جب ان کے اجداد نے جوانی، لڑکپن، ضعیفی وغیرہ کا مظاہرہ فرمایا تھا تو اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سلیمان کے ساتھ مروان بھی موجود تھا، ابوذر کے ساتھ ابولہب وابوجہل موجود تھے۔ ہر سعید کے ساتھ کوئی نہ کوئی یزید تھا، اب جب سبھی اپنے ہوں گے تو ابدالآباد تک جوان رہیں گے شیخ السن و شباب المنظر سن کے لحاظ سے قدیم الموجودات ہوں گے اور جسمانیت کے لحاظ سے قلزم شباب ٹھاٹھیں مارتا ہوگا، جوانی محوطواف رہے گی کیونکہ جب چاہیں زمان کی نبض پر مشیت کی انگلی رکھ دیں، جب چاہیں وقت کی دھڑکنوں کو جامد فرمادیں، جب چاہیں ابصارِ اوقات کی مژگانِ لمحات سے عنفوانِ شباب چھین لیں، یہی قدرت ہے تو نام صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف ہے۔

ان کی ذات تو ویسے بھی زمان و مکان سے ماورٰی ہے، ان کے اصحاب کے بارے میں بھی امیرِ کائنات علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا

☆ قال اصحاب المھدیؑ عجل اللہ فرجہ الشریف شباب لا کھول فیھم

کہ ان کے اصحاب بھی جوانی کے دامن کیف پرور کی ہواؤں میں سانس لیتے ہوں گے۔ اصحاب کہف بھی تو ان اصحاب میں سے ہیں، صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کا وقت رکا ہوا ہے اور ہزاروں برس گزرنے کے باوجود جس نے ان کی جوانی کو قائم رکھا ہوا ہے وہی تو قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف ہے۔ وقت رک جائے تو کیفیت غیر متغیر ہو جاتی ہے

جیسے عزیز علیہ السلام و عزیر علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے ایک ہی دن وصال پایا اور ایک ۵۰ سال کے تھے اور دوسرے ۱۵۰ سال کے تھے۔ ہزاروں واقعات کوڈ کروانے کو جی چاہتا ہے مگر دامنِ وقت اپنی طنابیں کھینچ رہا ہے

تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمارے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف شبیہ یونس علیہ السلام ہیں۔ پھر فرمایا چھٹے نبی ہیں کہ جن کی شبیہ قائم عجل اللہ فرجہ الشریف ہے وہ ہیں ابراہیم علیہ السلام۔

بساط وقت میں گنجائش نہ ہونے کی باعث صرف عبارات کی تھوڑی سی تشریح اور معانی پر اکتفا کروں گا۔ کسی نے پوچھا حضور ان کی شبیہ کس جہت سے ہیں فرمایا۔

☆فخفاء الولادة و اعتزال الناس

ایک تو مخفی پیدائش کی وجہ سے اور کفار سے دوری کی وجہ سے، اللہ نے سورہ مریم میں اعتزال ابراہیم کا ذکر اس طرح فرمایا ہے

☆فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ

وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا (مریم 49)

کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے خلوت اختیار فرمائی اور ان لوگوں سے دور ہو گئے جو خدا کے سوا غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے تو اللہ نے انہیں اسحاق و یعقوب جیسے فرزندان عطا فرمائے جو سارے نبی تھے

یہاں بھی تشبیہ موجود ہے کہ جب پردہ غیبت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے پسند فرمایا اور بت پرستانِ اسلام من گھڑت معبودوں کو پوجنے والوں سے دوری اختیار کر لی تو اللہ نے انہیں چار فرزند عطا فرمائے اور ہر فرزند کو ابدی حکومت سے نوازا۔ جزائر خضرا کے واقعات کبھی تفصیلی عرض کروں گا

تو کئی جزائر ہیں اور ہر جزیرے میں آپ کے فرزندان آج تک حکومت کر رہے ہیں مثلاً شہزادہ طاہر ابن حجۃ علیہ الصلوات والسلام جو مبارکہ نامی جزیرے کے حکمران ہیں اور ان کا دار السلطنت ظاہرہ ہے۔ دوسرے شہزادہ پاک ابراہیم ابن حجت علیہ الصلوات والسلام جو صافیہ نامی جزیرے کے حکمران ہیں۔ تیسرے ہیں شہزادہ ہاشم ابن حجت علیہ الصلوات والسلام جو عناطیس نامی جزیرے پہ حکمران ہیں۔ چوتھے ہیں شہزادہ عبدالرحمٰن ابن حجت علیہ الصلوات والسلام جو ظلوم نامی جزیرے پہ حکمران ہیں بعض کتب میں پانچویں فرزند کا نام پاک بھی ہے یعنی شہزادہ قاسم ابن حجت علیہ الصلوات والسلام جو طاہرہ نامی جزیرے کے حکمران ہیں، یہ تفصیلات واقعہ علی بن فاضل مازندرانی اور دیگر واقعات میں مفصل سامنے ہیں جو بذات خود چند مجالس چاہتے ہیں

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف شبیہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ آخر میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا قائم عجل اللہ فرجہ الشریف خود میری مکمل شبیہ

ہے، فرمایا میں قربان اپنے ہمنام و ہم کنیت پر، پھر فرمایا میرے ماں باپ قربان ہوں اس مکمل شبیہ پر جو ہر جہت سے بعینہٖ مجھ جیسے ہی ہیں سرِ مو فرق نہیں ہے۔ ان کا نام میرے نام پر ہو گا، میرا ہمشکل ہو گا، ☆خلقاً و خُلقاً و منطقاً میری شبیہ ہے، اس کا نور بھی میری طرح خلق ہوا، اس کا خلق، کردار، گفتار، سیرت، لب و لہجہ، چلنا پھرنا، تا اینکہ فالخروج بسیف کہ خروج بسیف بھی میری طرح کرے گا جبارین زمانہ، فراعنہ مصر، ابالسہ اولین وآخرین، اصنام ثلاثہ قریش کو برآمد کر کے ان کی گردنیں اڑائے گا۔ لات ومنات وعزیٰ کو دار پہ کھینچے گا، اولین و آخرین کے انتقام لے گا۔ گویا ہر مظلوم کا فریادرس اور منتقم ہے

............☆☆............

باب دوازدہم

حجت آخر عجل الله فرجه الشريف

تاریخ ۹ محرم الحرام ۱۳۹۷ ہجری

اَلحُجَّةُ قَبلَ الخَلق وَ مَعَ الخَلق وَ بَعدَ الخَلق

حجت وہ ہے جو خلق سے قبل ہو خلق کے ساتھ ہو اور خلق کے بعد بھی رہے

محترم قارئین!

حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کے عنوان پر آج بارہویں تقریر ہے۔ آج کی تقریر میری اہم تقریر ہے اس لئے کہ دورِ غیبت کے شیعوں کے فرائض اور حقوق امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور چند واردہ اعتراضات پہ روشنی ڈالوں گا

دورِ غیبت میں شیعوں کا پہلا فریضہ ہے دعائے تعجیل فرج کیونکہ ہم ہر نماز کے بعد دعا کرتے ہیں اور آخر میں جب زیارت پڑھتے ہیں تو تاجدارِ کربلا علیہ الصلوات والسلام کو بڑی حسرت سے عرض کرتے ہیں ☆ يليتنی کنت معکم......

کاش ہم کربلا میں ہوتے اور آپ کی نصرت کرتے آپ کے اعداء کے ساتھ جہاد کرتے اور آپ کی نعلین پہ اپنی زندگی فدا کرتے آپ کی نصرت میں شہید ہوتے اور عظیم کامیابی حاصل کرتے

یہ ہے وہ حسرت، وہ تمنا، وہ آرزو جو جوشِ عقیدت سے آمیزشِ خون سے آہِ درد میں لپٹی ہوئی ہونٹوں کے کواڑوں پر دستک دیتی ہے۔ اگر فطرت مسخ نہ ہوئی ہوتو

محبت اور مؤدت اپنے محبوب کے مصائب و آلام کا سن کر دلوں کی خلوتوں میں ایسی ہی حسرتیں اور تمنائیں پروان چڑھاتی ہے

بس اسی سے اپنے فرائض سمجھیں کہ جو دستار تاجدارِ کربلا علیہ الصلوات والسلام کے سراطہر پر تھی جو نور تاجدارِ کربلا کا تھا وہی دستارِ فضیلت زیبِ سراطہر فرما کر آج بھی آواز دے رہا ہے ھل من ناصر کہ کوئی ہے جو شبیرِ دوراں حسینِ عصر علیہ الصلوات والسلام کی نصرت کرے؟ مگر ہم لوگ جن پر شیعہ کا لیبل لگا ہوا ہے کبھی غور نہیں کرتے حالانکہ شیعوں کی تعداد کروڑوں سے متجاوز ہے۔ برصغیر پاک و ہند ہی کو دیکھ لیں تقریباً ساڑھے تین کروڑ شیعہ پاکستان میں ہیں، کئی کروڑ ہندوستان میں ہیں، کئی کروڑ بنگلہ دیش میں ہیں۔ ادھر امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو صرف تین سو تیرہ اصحاب کی ضرورت ہے۔ میں نے جملہ کتب غیبت دیکھی ہیں ان میں شہروں کو تفصیل سے لکھا گیا ہے کہ فلاں شہر سے دو اصحاب، فلاں سے چار، فلاں سے پانچ، میں نے برصغیر کو دیکھا تو لکھا تھا ہمارے امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو صرف تین اصحاب کی ضرورت ہے

آپ غور کریں کروڑوں میں سے ہم صرف تین آدمی تیار نہ کر سکے۔ اپنی قوم کی بے حسی کا خود جائزہ لیں اندازہ لگا لیں کہ ہماری قوم کتنی بے حس ہو چکی ہے حالانکہ علی ابن الحسین علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا

☆ان اھل زمان غیبته القائلین بامامته و المنتظرین لظھورہٖ افضل اھل کل زمان لان اللہ تعالیٰ اعطاھم من العقول و الافھام و المعرفته ماصارت به الغیبة عند ھم بمزلة المشاھدة و جعلھم فی ذالك الزمان

بمنزلة المجاهدین بین یدی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بالسیف اولئك هم المخلصون حقاً و شیعتنا حقآ والد عاة الی دین الله سراً و جهراً
فرمایا جو زمانہ غیبت کے مومنین، عارفین، سالکین ہوں گے اور امامت کے قائل ہونے کی دلیل ان کا انتظارِ ظہورِ امام عجل اللہ فرجہ الشریف ہے، اور انتظارِ ظہور ہی ثبوتِ ایمان ہے اور یہی لوگ جملہ ادوار کے مومنین بلکہ کائنات کے افضل ترین شخصیات ہوں گے۔ کیونکہ انتظار کے صلہ میں پروردگارِ کائنات انہیں ایسے عقولِ کاملہ، ایسی مکمل معرفت اور اکمل فہم عطا فرمائے گا کہ ان کیلئے غیبت کے دور میں بھی یک گونہ مشاہدہ ہوگا یعنی باوجود غیبت اپنے آقا و مولا کو سامنے محسوس کریں گے۔ حاضر و ناضر سمجھیں گے اور ان کا درجہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ہے۔ عام مجاہدین نہیں بلکہ مجاہدین جنہوں نے تاجدار اھل اتی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب میں خیبر و خندق اور احد و بدر میں جو ہر شمشیر دکھائے ہوں
امام علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں یہی ہمارے مخلص ہیں اور حقیقتاً یہی ہمارے شیعہ ہیں اور یہی دین حق کی دعوت دینے والے ہیں ظاہراً بھی اور غائبانہ بھی۔ ابی بصیر سے امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا کہ ہمارے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کے منتظر کو عام نہ سمجھو

☆ان لمیت علیٰ هذا لامر شهیداً قال وان مات علیٰ فراشهٖ فانه حیٔ مرزوق
فرمایا جو ہمارے آخری لعل کا منتظر ہے یعنی اس امر (خروج) کا منتظر ہے اور پھر وفات پا جائے تو وہ شہید ہے، چاہے وہ بستر پر گھر ہی میں کیوں نہ مر رہا ہو وہ

زندہ ہے اور اللہ سے رزقِ حسن حاصل کرتا رہتا ہے
یہ کلیہ ہے کہ فریضہ جتنا قابلِ ثواب و اجر ہوگا اس کا تارک اتنا ہی سزاوارِ عذابِ الیم ہوگا۔ اور اللہ نے اسی لئے فرمایا ہے سورہ فرقان میں ارشاد ہے
☆قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّىْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ (فرقان 77)
فرمایا اے میرے حبیب محمود و محمد احمد حامد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے سامنے اعلان فرما دیں کہ اگر تم لوگوں میں سے جس نے بھی دعا نہ کی یعنی ترک دعا کا مرتکب ہوا تو خدا کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر تم دعا نہ مانگتے تو اللہ کو تمہاری کوئی ضرورت ہی نہ تھی
اللہ کو صرف دعا گو چاہئیں۔ میں عرض کروں گا کہ خالق یہ بھی کوئی بات ہوئی ہم کچھ مانگیں تو خود ہمارا اپنا فائدہ اگر نہ مانگیں تو اپنا نقصان کریں گے۔ ناراض تو کیوں ہو رہا ہے؟ کوئی مخصوص دعا بھی نہیں فرمائی کہ یہ نہ مانگی تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔ دعا کی تخصیص کے بغیر مطلق فیصلہ سنا دیا؟ فرمایا۔ ہاں جو بھی مانگو چاہے بکری کیلئے گھاس ہی مانگ لو۔ میں نے عیسیٰ سے نہیں کہا تھا کہ تم گھاس بھی مجھ سے مانگا کرو، عرض کی یہ منطق میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ رزق طلب کروں تو اپنا فائدہ نہ مانگوں تو بھوکا مروں۔ اس میں خالق تیرا کیا نقصان ہے خواہ مخواہ ناراض ہو رہا ہے۔ فرمایا جعفر ایسے لایعنی سوال چھوڑ دے پہلے یہ تو سوچا ہوتا کہ میں نے جن و انس جنات اور انسانوں کو پیدا کس لئے کیا ہے؟ ذرا قرآن میں دیکھ لے فرمایا کہ جنات اور انسانوں کو میں نے صرف عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ میں نے جس کام کیلئے انہیں خلق فرمایا ہے اگر وہی کام نہ کریں گے تو مجھے جلال

آئے گا یا نہیں

میں نے سجدے میں سر رکھ کر عرض کی خالق میرے پالنے والے میرے معبود اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں؟ حکم ہوا بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟

عرض کی اے میرے پیارے اللہ اے الہُ الالھه اے صمد و بے نیاز۔ تو نے تخلیق کیا ہے عبادت کیلئے اور عبادات ہیں نماز، روزہ، حج، زکواة، تلاوتِ قرآن وغیرہ وغیرہ۔ یہ دعا والی عبادت بھی خوب رہی۔ اعمال بجا لانے والا صرف نہ مانگے تو تو ٹھکرا دے، ہر چیز ٹھکرائی جا رہی ہے، نماز روزہ غرض ہر چیز ٹھکرائی جا رہی ہے۔ یہ فلسفہ میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ ذرا اس کی اہمیت خود واضح فرما۔

آواز آئی اب آیا ہے نہ راہ راست پر یہ بات پہلے ہی عرض کر دیتا۔ فرمایا جعفر سن یہ نماز، روزہ عبادات کا روایتی تصور ہے اور عبادت کا اصل مقصد ہے اقرار عجز کرنا خود کو محتاج محض سمجھنا بس اسی اظہار بے بسی اور عاجزی کا نام ہے عبادت دل کی گہرائیوں میں میری ذات کو عظیم سمجھ کر مالک سمجھ کر بھیک مانگنا عاجزی کرنا اصل عبادت ہے۔ ورنہ نمازیوں کو بھی میں نے معاف نہیں کیا۔ کیونکہ کبھی کبھی نماز سے بھی تکبر جنم لیتا ہے، سجود سے غرور نمو لیتا ہے، ناسیہ سائی سے بھی گھمنڈ پھوٹتا ہے۔ ذرا ابلیس کو دیکھ لے عبادات ہی سے تکبر کی منزل پہ پہنچا۔ اور مجھے فرمانا پڑا

☆فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ( )الَّذِيۡنَ هُمۡ عَن صَلَاتِهِمۡ سَاهُونَ (الماعون 5)

کہ بربادی ہے ان نمازیوں کیلئے جو مقصد نماز سے غافل ہیں۔ عرض کی میرے خالق میرے پالنے ولے اس دعا میں کون سا نسخہ کیمیا موجود ہے؟ فرمایا دیکھو شریف کا دو وقت منہ ٹیڑھا ہوتا ہے۔ موت اور سوال کے وقت۔ شرفا سوال کو بھی

موت سے کم نہیں سمجھتے ۔ اور میں چاہتا ہوں ☆موتوا قبل ان تموتوا کہ موت سے پہلے مر جاؤ۔ اسی لئے میری نگاہِ مشیت چشم الوہیت میں سوال بھیک یعنی دعا سے بڑی عبادت ہے ہی نہیں ۔لیکن دعا بھی ایسی کہ ☆یاس مما فی ایدی الناس کی مصداق ہو پوری دنیا سے مایوس ہو کر مجھ سے طلب کرے کسی کی آس دل میں نہ ہو بلکہ مجھے ہی مرکز آمال (امیدیں) سمجھے

دعا کے تین درجے ہیں

نمبر۱۔ دعائے عام ......نمبر۲۔ دعائے خاص ......نمبر۳ دعائے اخص ۔

عام دعا وہ ہے کہ انسان جو کچھ اپنے بارے میں طلب کرتا ہے مثلاً خالق مجھے رزق دے، اولاد دے، مال دے، بیوی دے، ٹی وی دے وغیرہ وغیرہ، یہ بھی دعا ہے مگر خود غرضی پر مبنی ہے اس میں خود غرضی کے جراثیم کلبلا رہے ہیں

اسی لئے مجیب الدعوات ایک چیز طلب کرنے والے کو صرف ایک چیز دیتا ہے یا ایک نیکی درج کر دی جاتی ہے۔ عطا فرمائی جاتی ہے مگر ایک بٹہ ایک

نمبر۲ دعائے خاص وہ ہے کہ جو انسان کسی مومن بھائی کیلئے طلب کرتا ہے، اس دعا سے خود غرضی ختم ہوتی ہے، اس کے اتنے فضائل ہیں کہ کتب مملو ہیں بہر حال خالق کرم فرماتا ہے تو دس گنا۔ دس نیکیاں تحریر ہوتی ہیں، ۷۰ حاجاتِ دنیا و آخرت پوری ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ بہت کچھ ہے

نمبر۳ ...... دعا اخص وہ ہے کہ جسے عرفا اپنے میزانِ عرفان میں پہلے تولتے ہیں اس کا پیمانہ یہ ہوتا ہے کہ دیکھئے کس دعا میں کتنے زیادہ لوگوں کا فائدہ ہے جس دعا میں زیادہ سے زیادہ کا فائدہ ہوتا ہے اسے اول درجہ دیا جاتا ہے اب اس پیمانے پہ

دعاؤں کو خود پرکھتے جائیں

آپ دیکھیں ایک دعا ہے کہ جس سے ایک امتی کو فائدہ پہنچے گا۔ پھر ایک دعا ہے اس سے پوری دنیا کے امتی فیضیاب ہوں گے، یہ پہلی سے بہتر ہے، پھر ایک دعا ہے کہ خاندانِ تطہیر کا نفع جس میں مضمر ہو وہ سب سے بہتر دعا ہے، پھر جس سے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اور پورے خاندان عصمت اور عیال اللہ اولین و آخرین کا نفع مطلوب ہو تو یہ دعا سب سے زیادہ قیمتی ہوگی، اسی دعا کو کہتے ہیں دعائے تعجیل فرج یعنی جتنا ایک امتی اور امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف میں فرق ہے وہی عام دعا اور اس دعائے تعجیل فرج میں فرق ہے اور یہ فرق زمین و آسمان کا فرق ہے مگر خلوص تو یہاں تک کہتا ہے۔ ع

نہ ہو جہاں کا بھلا اس میں گر تو کیا غم ہے

خوشی امامِ زمانہ کی اس سے کیا کم ہے

اسی خلوص کو صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام نے واضح فرمایا

معلیٰ بن خنیس نے ایک دن عرض کی آقا کاش آپ کی حکومت بھی بنی عباس کی طرح ہوتی۔ آپ کے سر اطہر پہ تاج ہوتا تخت حکومت پر متمکن ہوتے ہم عیش کرتے اب تو دکھ اٹھا اٹھا کر تھک گئے ہیں۔ آپ کے چہرے پہ جلال کی سرخی نمودار ہوگئی، غضبناک لہجے میں فرمایا وائے ہو تم پر اے معلیٰ میری صحبت میں رہنے کے باوجود تمہاری سوچ کی پستی کم نہیں ہوئی۔ تمہارے افکار و عقائد ابھی تک زنگ آلود ہیں تم اپنی خوشی اور عیش و عشرت کیلئے ہماری حکومت کی آرزو کرتے ہو محترم قارئین! اپنے اغراض کو وابستہ کر کے دعا کرنا دعا دینا ذہنی پستی کی علامت

ہے ۔خلوص تو تب ہے کہ اگر ہماری بربادی میں آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی خوشیوں کو مضمر اور منحصر کر دیا جائے تو اپنی بربادی کی جو دعا مانگے وہی مخلص ہے
ہمیں تو اپنے آقا و مولا کی خیر مطلوب ہے چاہے اس میں ہمیں کوئی دکھ ہی کیوں نہ دیکھنا پڑے، چاہے کسی نقصان کا سامنا ہی کیوں نہ ہو جائے ،مومن کو تو اس طرح محبت کرنا چاہیئے جس طرح ماں اپنے بیٹے کو دعائیں دیتی ہے ۔ ماں کی تعریف ہی یہی ہے کہ وہ وقت بے وقت دعائیں دیتی رہتی ہے ماں کی محبت کو کبھی یہ خیال تک نہیں آتا کہ دعا قبول ہو گی یا نہ ہو گی بلکہ ماں ہمیشہ دعائیں اگلتی رہتی ہے، ماں تو اپنے ہونٹوں کو باب اجابت تصور کرتی ہے یہی سمجھتی ہے کہ میرے ہونٹوں سے بابِ اجابت وابستہ ہے جب ہونٹ کھل گئے باب اجابت وا ہو گیا۔ ماں جب مردہ بیٹے کا ذکر بھی کرتی ہے تو کہتی ہے کہ جیئے یہ بات کہتا تھا جیئے یوں مسکراتا تھا۔ بیٹا مر چکا ہے مگر ماں اب بھی زندگی کی دعائیں نچھاور کر رہی ہے ۔ یہی خلوص ہے اور دوست کا یہی فریضہ ہے
ماں کے سامنے بیٹے کی کوئی ناجائز تعریف بھی کر دے تو پھر بھی خوش ہوتی ہے بیٹا اگر فوجی بوٹ کی طرح سیاہ ہی کیوں نہ ہو ماں کے سامنے اسے آپ چودھویں کا چاند کہہ دیں وہ ناراض نہیں ہو گی بلکہ خوش ہو گی ۔ وہ کیسے دوست ہیں جو محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور آل محمد علیہم الصلوات والسلام کے فضائل پہ ناک بھوں بھی چڑھاتے ہیں ان کے حساب سے یہ فضائل ناجائز ہی کیوں نہ ہوں پھر بھی انہیں خوش ہونا چاہیے کیونکہ محبت کا تقاضا یہی ہے ۔ان کے فضائل کو تو ویسے بھی عقول انسان نہیں چھو سکتے ، ملنگ جب آقا و مولا کی تعریف کرتے ہیں تو ان کے فضائل کی ردھم بھی

کچھ اپنی ہی ہوتی ہے مناقب کی ٹون ہی علیحدہ ہوتی ہے مگر ہمیں ان سے کوئی گلہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ المحب لا یلام کہ محبّ قابل ملامت ہوتا ہی نہیں ہے، کسی نے دشت نجد کے دیوانے قیس سے پوچھا کہ خلافت کا جھگڑا چل رہا ہے تیرے خیال میں کسے خلیفہ بنایا جائے۔ دونوں ہاتھ سینے پہ رکھ کر سرد آہ بھر کر کہا سچ پوچھو تو خلافت صرف لیلیٰ کو زیبا ہے

اگر محبت ہے تو خود راہنمائی کرتی ہے عشق کے آداب سکھا دیتی ہے اور ہمارا محبّ جو پورے خاندان تطہیر علیہم الصلوات والسلام کا محبوب ہے اولین و آخرین کا محبوب ہے اس کی محبت کا یہی تقاضا ہے کہ ہم ان پر اپنا سب کچھ قربان کریں۔ دنیا اور عقبیٰ، جنت وکوثر سب کچھ ایک طرف ڈال کر صرف اپنے محبوب کی خوشیاں طلب کریں کیونکہ

عشق کی آتش بھی گویا آتش نمرود ہے
سب جلا کر راکھ کر دیتی ہے یہ اِلاّ خلیل

محبت کی آتش جب بھڑک جاتی ہے تو اس میں محبوب کے سوا ہر چیز جل کر راکھ ہو جاتی ہے اور ہمارا محبوب تو وہ ہے کہ اللہ کی جملہ نعمات کا وجو دِنعماتی وجود حجت عجل اللہ فرجہ الشریف میں سمایا ہوا ہے، رزق، خلق، موت، حیات سب کچھ انہی کے ہاتھوں سے جاری ہوتا ہے، کوئی فرشتہ کسی شخص کو ایک دانہ نہیں دے سکتا جب تک حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ہاتھ سے جاری نہ ہو، ایسے محسن اعظم کے کیا حقوق ہیں سورہ کوثر میں ارشاد ہے☆ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَر

صلوات کے لغوی معنی ہیں دعا کے اور رب سے مراد ہے رب الارض یعنی امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف لفظ رب ان پر قرآن میں کئی بار وارد ہوا ہے مثلاً

☆وَجَاء رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفّاً صَفّاً (فجر22)

کہ جب تمہارا رب آئے گا تو ملکوت پرے باندھ کر اتریں گے

جاء ذھب آنا جانا رب الارباب کیلئے نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ ہے جو آنے جانے سے منزہ ہے، پاک ہے، آنا جانا اس کے شایانِ شان نہیں ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ ابھی تک خالق دنیا میں نہیں اور مستقبل میں زمین پر آئے گا اور ہنوز دنیا اللہ سے خالی ہے یا پھر آج کل پوشیدہ طور پر ہے اور مستقبل میں اللہ نے کھلی کچہری لگانے کا پروگرام بنا رکھا ہے، ایسا ہرگز نہیں بلکہ جس رب نے خود کہا ہے۔ یہ بات آ گئی ہے تو اس پر بھی دو باتیں ہو جائیں

لفظ رب پالنے والے، مربی، محافظ اور تربیت کرنے والے کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دعا فرمائی ہے

☆قُل رَّبِّ ارحَمھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیٰ صَغِیراً (بنی اسرایل 24)

دعا کرواے خالق کائنات میرے ان دو ربوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے میرے بچپن پہ رحم کیا، یہاں رب سے مراد ماں باپ ہیں۔ رب الدار گھر کے مالک کو کہتے ہیں۔ یوسف نے عزیز مصر کو رب کہا تو اللہ نے وہ فقرہ قرآن میں محفوظ کر لیا تو کفار کو بھی رب لغوی معنی میں کہنا قرآن سے ثابت ہے۔ تو آل محمد علیہم الصلوات والسلام کو رب کہنا کہاں کا غلو ہے اللہ نے فرمایا

☆وَسَقَاھُمْ رَبُّھُمْ شَرَاباً طَھُوراً (دھر21)

مومنین کے بارے میں فرمایا کہ انہیں ان کا رب شراب طہور سے سیراب کرے گا۔ خالق اگر اپنا کہتا تو پلانے کیلئے کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑتا کم از کم جسم تو ضرور بنانا

پڑتا اس لئے یہ نہیں کہتا کہ میں پلاؤں گا اپنا کہتا تو جسم ثابت ہوتا۔تو یہاں رب سے مراد وہ ذات ہے جس کے لہجے میں شب معراج مصروفِ کلام تھا، یہ تفسیر ابوبصیر سے محمد ابن علی علیہ الصلوات والسلام نے فرمائی تھی کہ جس رب نے شراب طہور پلانا ہے وہ امیرالمومنین امام المتقین علیہ الصلوات والسلام ہیں

میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا اس موضوع پر کئی تقاریر کی ضرورت ہے

محترم قارئین!

رب الارض سے مراد امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں جیسے قرآن میں اللہ نے خود واضح فرمایا ہے☆وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا کہ زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور اس شان سے جگمگائے گی کہ

☆ان یستغنی الناس عن ضوءِ الشمس و نور القمر یتبسز ون بنور الامام

پوری دنیا سورج کی روشنی سے مستغنی ہو جائے گی اور چاند کی چاندنی کی ضرورت بھی محسوس نہ ہوگی بلکہ نور رب الارض دن کو آفتاب کی طرح پوری دنیا کو روشن رکھے گا اور کائنات کے ذرے ذرے کو جلوۂ طور کا ہمزبان بنادے گا اور رات کو وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتاً کے تحت نیند کیلئے چاندنی کی خنکیاں لے گا گویا نیند کے اوقات میں نور رب الارض چاندنی کی دلنوازیاں لے کر ہلکی ہلکی لوریاں دے گا اور انہی کے نور سے اوقاتِ نماز و روزہ کا تعین ہوگا۔ایک بات اور بھی دیکھ لیں کہ ہمارا سورج چاہے جتنا روشن کیوں نہ ہو مگر ایک مرغی کے انڈے کو بھی پوری طرح روشن نہیں کر سکتا ایک انڈے کا بھی نصف حصہ تاریک رہتا ہے مگر نورِ امامِ

زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف پوری کائنات کو اس طرح روشن رکھے گا کہ محسوس ہوگا کہ ہر مقام پہ سورج عین مستقیم ہے، عین سر پہ چمک رہا ہے اور زمان و مکان کے تعینات بھی اسی نور سے ہوں گے۔ اسی لئے تو نام پاک ہے صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف۔
میں عرض کر رہا تھا کہ رب سے مراد ہیں رب الارض عجل اللہ فرجہ الشریف اور صلوات کے معنی ہیں دعا کے گویا معرفت کا ایک نقطہ بتایا جا رہا ہے ☆ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کہ اپنے رب یعنی امام زمانہ کی دعاؤں پہ سبھی دعائیں قربان کر دو
☆ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ کہ پھر دیکھ دشمن کی نسل ختم ہوئی۔ مربی کا پہلا حق ہے ہی یہی کہ ان پر جان، مال، عزت، ناموس، دین، دنیا، عقبٰی، جنت، خواہشات، مباحات، آرزوئیں، دعائیں سب کچھ قربان کر دو کیونکہ اقبال فرماتے ہیں

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے غرض جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

زاہد کمالِ ترک سے ملتا ہے مدعا
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبٰی بھی چھوڑ دے

اب کچھ لوگوں نے دعائے تعجیل فرج کے خلاف اعتراضات پیدا کرنے شرع کر دیئے ہیں
دنیا کی مظلوم ترین کتاب ہے قرآن مجید جسے ہر الٹے سیدھے مذہب نے اپنی تائید کیلئے مشقِ ستم بنایا ہے۔ یہاں انہوں نے اس کتاب کو بھی تاویل کی الجھنوں میں ڈال دیا ہے اور تعجیل فرج جیسے مسلم عقیدے رد کرنے کی کوششیں جاری ہیں، یہ اعتراضات آج کے نہیں صدیوں پرانے ہیں اور جب معترضین کا

اعتراضات سے ہاتھ تنگ ہوتا ہے تو پرانے سوالات کو از سر نو ڈیکوریٹ کر کے سامنے کر دیا جاتا ہے حالانکہ ان پر بڑی بڑی کتب لکھی جا چکی ہیں اس موضوع کیلئے ضخیم کتب ہی موزوں ہیں۔ میں تو صرف چند چیزیں اور ان کے چند مختصر جواب دینا چاہتا ہوں

پہلا اعتراض ہوتا ہے عجل الله فرجه نہ کہیں یعنی یہ نہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ محمدؐ و آل محمد علیہم الصلوات والسلام کی خوشیوں کو جلدی لائے

جواب یہ ہے کہ فرج کے معنی کشائش، دکھوں سے نجات، خوشیوں کے ایام کے عجل، عجلت جلدی وغیرہ کے ہیں اس فقرے کے معنی یہی ہوں گے

نمبر ۱۔ اللہ قائم آل محمد علیہم الصلوات والسلام کو دکھوں سے جلد نجات دے

نمبر ۲۔ اللہ قائم آل محمد علیہم الصلوات والسلام کو جلدی خوشیاں نصیب کرے

نمبر ۳۔ اللہ ان کی جلدی کشائش کرے...... یہ معنی ذہن نشین کر لیں قدم قدم پہ کام آئیں گے......اب وہ آیت پیش کرتے ہیں جو سورہ نحل سے ہے

☆ أَتَى أَمْرُ اللّهِ فَلاَ تَسْتَعْجِلُوهُ (نحل1)

کہ اللہ کا امر آنے والا ہے تم استعجال نہ کرو عجلت نہ کرو

اور ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں

☆كذب الوقاتون و هلك المستعجلون و نجى المسلمون

جو خروج کے وقت کا تعین کرے جھوٹا ہے، اور جو استعجال کرے وہ ہلاک ہونے والا ہے، اور نجات ہے تسلیم کرنے والے کی

اس کے ساتھ ایک تحفہ بھی پیش کرتے ہیں وہ بھی پیش کرتا چلوں

☆انما هلك الناس من استعجالهم لهذا الامر ان الله لا يعجل لعجلة العباد ان لهذا الامر غاية منتهى اليها فلو قد بلغو ها لم يستقد مواساعة ولم ليتاخروا

حضرات گرامی تر جمہ بھی کر دوں ۔لوگوں میں سے استعجال کرنے والے ہلاک ہو جائیں گے جو اس امر کیلئے استعجال کریں گے ۔ اللہ کبھی عجلت نہیں کرتا لوگوں کی عجلت سے ،اس ،،امر،، کی ایک حد انتہا ہے جب وہ آئے گی تو یہ واقع ہو جائے گا اور امر نے اس انتہا تک جانا ہے اور اس میں ایک لمحہ نہ آگے ہو گا نہ پیچھے ۔

اتنا تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں عجل اللہ کہنا ہلاکت ہے مگر کس کیلئے اس بات میں ضرور اختلاف ہے کیونکہ عادل حاکم آنا باعث ہلاکت ہوتا ہے مگر ظالم کیلئے ۔ظالمین ہی کہیں گے کہ مظلوم کا وارث جلدی نہ آئے ،ورنہ آتشِ انتقام میں جملہ ظالمین خس وخاشاک کی طرح راکھ ہو جائیں گے اور اللہ نے خود فرمایا ہے

☆وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَئِكَ يَئِسُوا مِن رَّحْمَتِي وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (عنکبوت23)

جو آیاتِ اللہ کے منکر ہیں یا ان کی آمد کے دیدار کے منکر ہیں وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں اور ان کیلئے عذاب الیم ہے ۔تو ماننا پڑے گا کہ سرکار کی آمد عذاب الیم ہے مگر منکرانِ خروج کیلئے کیونکہ وہ منکران رحمت خدا ہیں

اب اس آیت پہ بھی بات ہو جائے کہ اللہ کا ''امر'' آنا ہے آجائے گا تم استعجال نہ کرو، لفظ امر سے مرادات کیا ہیں ۔قرآن کی بعض آیات اس کی تفسیر کرتی ہیں سورہ قدر میں ہے☆ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ یہاں بھی امر موجود ہے یعنی

ملکوت اپنے رب کے امر سے شب قدر میں جملہ امور ہر،، امر،، لے کر نازل ہوتے ہیں

امام صادق علیہ الصلوات والسلام نے امر کے بارے میں فرمایا کہ معلوم ہے کہ یہاں امر سے اللہ کے کون سے امر مراد ہیں؟ ......فرمایا۔موت، حیات، صحت، سقم، رزق و خلق وغیرہ۔اس کے ایک تو یہ معنی ہوں گے کہ حیات، رزق وغیرہ اللہ کے امر ہیں عجلت نہ کرو وقت پر پہنچ جائیں گے

☆أَتَى أَمْرُ اللّهِ فَلاَ تَسْتَعْجِلُوهُ (نحل1)

گویا اس آیت میں رزق و خلق، حیات اور صحت کا تذکرہ ہے جو امر اللہ ہیں۔ یہاں صاحب الامر عجل اللہ فرجہ الشریف کا ذکر ہی نہیں ہے

اگر ہم اپنے صاحب الامر عجل اللہ فرجہ الشریف ہی مراد لیں تو پھر استعجال کے لغوی معنی لینا ہوں گے۔ المنجد لغت ہے اس نے استعجال کے معنی لکھے ہیں۔ برانگیختہ کرنا، اشتعال دلانا، چڑانا وغیرہ اور انہی معنی میں یہ لفظ قرآن مجید میں بھی وارد ہوا ہے مثلاً کفار کی طرف سے برانگیختہ کرنے پر بار بار اللہ نے فرمایا

☆يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ (عنکبوت53) کہیں فرمایا☆أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ (شعرا204) یہ کفار اللہ کو اشتعال دلاتے ہیں، عذاب پہ اکساتے ہیں، برانگیختہ کرتے ہیں، کہتے ہیں اللہ قادر ہے تو فوراً عذاب نازل کرے ابھی قیامت پیدا کردے۔کہیں فرمایا

☆يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا (الشوریٰ18) جو اللہ کو برانگیختہ کرتے ہیں ان کا ایمان ہی نہیں ہے اگر قیامت پر عذاب پر ایمان ہوتا تو کیا ہوتا

☆ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ (الشوریٰ 18)

ایمان والے تو اللہ سے ڈرتے ہیں اور قیامت سے ڈرتے ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ عین حق ہے گویا استعجال کے معنی ہوئے کسی چیز کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ کر قبل از وقت طلب کرنا، حق تسلیم نہ کرتے ہوئے نڈر ہوکر برانگیختہ کرنا، قبل از وقت انکار کی صورت میں دیکھنے کا تقاضہ کرنا۔ یعنی یہ کہنا کہ اگر ہے تو ہمیں دکھا کیوں نہیں دیتے۔ اگر یہاں اس آیت میں لفظ امر سے مراد صاحب الامر عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں تو یہاں خطاب بھی منکرین سے ہے جو ان کی ذات ہی سے انکار کرتے ہیں، ان کے وجود ہی کے منکر ہیں، اور انکار ضد ہے معرفت کی۔ عدم معرفت کی وجہ سے جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہیں ہی نہیں، جیسے خوارج ونواصب نے یہ گستاخیاں کی ہیں کہ صاحب الامر عجل اللہ فرجہ الشریف کو ضرورت ہے تین سو تیرہ کی۔ اب تو پورا ایران شیعہ ہے اب کیوں نہیں آتے اگر ہوتے تو ایران میں ضرور آجاتے۔ اگر ہیں تو انہیں بلالو انہیں بلا کر ہمیں دکھا دو اور کہہ دو کہ ابھی خروج کریں۔ اور باطل کو مٹا دیں ورنہ ان کے وجود کو عدم تسلیم کرلو۔ تو ایسے لوگوں کو خطاب فرمایا گیا ہے کہ ☆اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ صاحب الامر علیہ الصلوات والسلام تشریف لاتے ہیں عجلت کیوں کرتے ہو۔ اگر استعجال کے معنی وہی لئے جائیں جو معترض لیتا ہے کہ جلدی نہ کرو آنے والا آجائے گا تو اس کا جواب یہ بھی ہے کہ عجلت کی دو حالتیں ہیں عملی عجلت، ارادی (تمنائی) عجلت۔ یہاں عملی عجلت سے منع فرمایا گیا ہے نہ کہ تمنائی عجلت سے۔ کیونکہ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں کہ جن پر عمل کرنا بھی حرام ہے اور موجبِ لعنت اِلٰہی ہے اور تمنا نہ کرنا بھی موجبِ لعنت اِلٰہی ہے عمل

کیا تو بھی حرام تمنا نہ کی تو بھی حرام ۔تمنا کرنا واجب ،عمل نہ کرنا واجب ۔

حضرات آپ سوچ رہے ہوں گے یہ کیسے ہوسکتا ہے تو مثال عرض کر دوں ۔ خالق کا ارشاد ہے

☆فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِيْنَ (جمعہ6)

موت کی تمنا کرو اگر تم صادق ہو یعنی جو موت کی تمنا نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہے اور ملعون نارِ جہنم کا ایندھن ہے یعنی موت کی تمنا واجب ہے ۔شرط صداقت ہے ۔اب اگر اسی تمنا کو عملی جامہ پہنا دیا اور خودکشی کر لی تو اللہ عملی حالت پر فرماتا ہے

لا تقتلوا انفسکم سوف نصلیه نار......الخ

یعنی کسی کو اجازت نہیں کہ خودکشی کر لے ۔موت کی خواہش پر عمل کر لے جو بھی عمل کرے گا اسے آگ کا ایندھن بنا دیا جائے گا ۔احادیث میں ہے کہ جو خودکشی کرے گا گویا اس نے ایک مومن کو عمداً قتل کیا اور مومن کا قاتل ملعون ہے اور ملعون کا ٹھکانہ جہنم ہے

بالکل اسی طرح خروج کی تمنا کرنے والا عجل اللہ فرجہ کہنے والا صادق ہے، مومن ہے، منتظر ہے، خالق کا پسندیدہ ہے ۔اور تمنا نہ کرنے والا ملعون ہے، آگ کا ایندھن ہے

ہاں اگر کوئی عملی میدان میں خود اتر آیا خروج کی تمنا کو عملی جامہ پہنا کر خود خروج کر دے گا تو وہ بھی ہلاک ہونے والا ہے، جیسے ماضی میں کئی بار ہوا ہے تو خروج کرنے سے منع کیا گیا ہے خروج چاہنے کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے ان

جوابات کی روشنی میں خود تعین کر لیں کہ تعجیل فرج سے روکنے والے کہاں تک درست کہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا

☆قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ (فرقان77)

جو دعا نہیں مانگتا اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں

عجل اللہ فرجہ کہنے سے روکنے والوں کے اعتراضات کا جواب تو قرآن نے اپنے آنچل میں خوبصورتی سے محفوظ کیا ہوا ہے، ایک اور آیت بھی دیکھ لیں جو بیسویں پارے کی سورہ النمل کی باسٹھویں آیت ہے

☆أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ (نمل62)

وہ کون ہیں جو دعا مانگیں گے اور مصائب کے پردے کھول دئے جائیں گے دکھوں کے حجابات چاک کر دیئے جائیں گے اور انہیں زمین پر حکومت بخش دی جائے گی۔ اب اس آیت کی تفاسیر دیکھیں اس کی دو تفاسیر ہیں

نمبرا۔ یہ ہے کہ جب مومنین دعائے تعجیل فرج عالم اضطرار میں کریں گے تو فوراً پردۂ غیب اٹھا دیا جائے گا بات یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ انہیں دنیا کی عنانِ حکومت سونپ دی جائے گی۔ لفظ خلفاء جمع کا صیغہ ہے۔ اس کی ضمیر منتظرین کی طرف راجع ہے اگر اس تفسیر کو درست تسلیم کر لیا جائے تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے کہ دعا مانگنے ہی نہیں بلکہ عالم اضطرار میں دعا مانگنے والے سرفراز ہوں گے اور انہیں دکھوں سے نجات دی جائے گی، طویل غیبت ختم ہو جائے گی، وقت کی طنابیں کھنچ جائیں گی، پردۂ غیبت اٹھا دیا جائے گا اور انہیں زمین پر خلفاء بنا دیا جائے گا

دوسری تفسیر اس آیت کی یہ ہے کہ بیسیوں مفسرین نے یہی تفسیر کی ہے کہ حجت آخر عجل اللہ فرجہ الشریف کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ جب وہ آکر حرم کعبہ میں داخل ہوں گے دیوارِ کعبہ کے قریب آکر عالم اضطرار میں دعا مانگیں گے۔ اے میرے خالق اے میرے پالنے والے اب تو میرے دکھوں کا ازالہ فرما، مجھے اذنِ خروج عطا فرما۔ بس فوراً پردہ غیبت ہٹا دیا جائے گا اور انہیں حکومتِ الٰہیہ عطا ہو جائے گی
اگر اس تفسیر ہی کو درست مان لیا جائے مدعا تب بھی حاصل ہے۔ اگر واقعی امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف اپنی کشائش کی دعا کریں گے۔ اپنے اجداد کے خونِ ناحق کے انتقام کی دعا کریں گے تو یہ دعا فعلِ امام قرار پائے گی
اب خود بتائیں فعل امام مذموم کیسے ہو سکتا ہے۔ اب کسی کو کوئی اعتراض ہے تو امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے عرض کرے آقا آپ دعا کیوں فرما رہے ہیں یہ رضائے الٰہی کے منافی ہے پھر دعا سے وقت میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی یا جب اللہ چاہے گا آپ کو حکومت عطا فرمائے گا یہ جلد بازی کیسی ہے؟
جن لوگوں نے ادب کی آڑ میں دعا سے روکنے کی کوشش کی ہے اور کہتے ہیں کہ والد اگر کمرے میں جاتے ہوئے یہ کہہ جائے کہ جب وقت ہو گا میں آجاؤں گا پھر دستک دینا سوئے ادبی ہے
یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہے کہ وہ خود نہیں رکے ہوئے اللہ نے روک رکھا ہے ہم اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ ہمارے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کو حکومت ابدی عطا فرما انہیں خوشیاں عطا فرما، انہیں اِذن خروج عطا فرما۔ یہ کہاں سوئے ادبی ہے
کچھ جہلا نے اس آیت کو عوام الناس پہ فٹ کرنے کی کوشش کی ہے جو سراسر غلط

ہے۔ اگر اس آیت سے مراد صرف مضطر ہی ہیں تو پھر عالم اضطرار میں چاہے منافق ہو گا یا مومن اللہ کو اس کے دکھ ٹالنا ہوں گے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ انہیں زمین پہ اپنی نیابت کیلئے خلافت بھی دینا ہو گی جو خلاف واقعہ ہے

لوگ کہتے ہیں کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کا خروج عذاب ہے عذاب کی دعا کہاں جائز ہے۔ دیکھئے حضرات لفظ فرج کے معنی نجات کے ہیں، کشائش کے ہیں، عذاب سے نجات کے ہیں۔ بھلا کون ایسا دوست ہے جو دوست کی خوشیوں کی دعا نہیں کرتا۔ اگر ہم اپنے آقا و مولا کو خوشیوں کی دعا دیں تو کیسے فتوے؟

دعا اور انتظار سے روکنے والوں کا ایک اور کلا جنگ بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر اپنے آقا و مولا و وارث کی غیبت موجبِ غم ہے تو پھر غم کا سلسلہ کبھی ختم ہو نہیں سکتا کیونکہ اصل اور حقیقی مالک تو اللہ ہے اگر امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف چاہے ابھی آ جائیں اصلی مالک تو پھر بھی غائب رہے گا اس طرح سرکار زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی آمد بھی باعث مسرت نہ ہو گی

حضرات گرامی!

یہ تھا ایک سوال، تو میں عرض کروں گا کہ انسان تین چیزوں کا مرکب ہے جسم، نفس اور روح۔ جسم فنائے محض، روح بقائے محض، نفس کا کام یہ ہے کہ روح سے آثار حیات لے کر جسم میں جاری و ساری کر دیتا ہے، جب انسان مرتا ہے تو جسم کی کوئی چیز کم نہیں ہوتی صرف نفس روح کے آثارِ حیات جسم میں ظاہر کرنا چھوڑ دیتا ہے

نفس بتاتا ہے کہ روح موجود ہے، ورنہ روح نظر نہیں آتی صرف نفسِ ناطقہ آثارِ روح کا اظہار کر دیتا ہے جو باعثِ اطمینان و فرحت ہے نفس ناطقہ ہی کا اپنے کام

میں لگ جانا اور آثارِ حیات کا اعلان کرنا اور موجودگی روح کو ثابت کر دینا ہی باعثِ مسرت ہوتا ہے۔ باعث فرحت ہوتا ہے ورنہ روح کا نظر آنا محال ہے۔ اب نفس ناطقہ ہی آثارِ روح اور موجودگی روح کا اعلان کرتا ہے روح چاہے نظر نہ آئے پھر بھی باعث اطمینان ہے

اسی طرح امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نفسِ ناطقہ کی طرح جب بھی آثار اللہ بن کر اعلان توحید فرمائیں باعث صد نشاط ہوگا چاہے خالق نظر آئے یا نہ آئے۔ اصل خوشی تو آثارِ حیات سے ہے یا اصل حیات سے ہے۔ جناب حمزہ کی لاش پہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریہ فرمانا حیات شہید کی منافی نہ تھا بلکہ آثار حیات کے مفقود ہونے پر تھا جسے ہجر و فراق کا مقام حاصل ہوتا ہے نہ کہ موت کا۔ ہجر و فراق کا باعث غم ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ واقعہ یوسف کو دیکھ لیں۔ اسی لئے فرمان ہے کہ دورِ غیبت میں مومنین کی کیفیت یعقوب علیہ السلام کی طرح ہوگی اور غیر کا رویہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں جیسا ہوگا۔ اب ہم خود سوچ سکتے ہیں کہ ہمارا رویہ امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف سے کیسا ہے

ہر شخص کا رویہ عرفان سے مرتب ہوتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو ان کا عرفان نہ تھا، انہوں نے مقامِ یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچانا تھا ویسے تو ہر شخص جناب یوسف علیہ السلام کو پہچان رہا تھا مگر تعین جدا جدا تھا، کسی نے چھوٹا بھائی سمجھ کر پہچانا، کسی نے خوبصورت شہزادہ سمجھ کر پہچانا، کسی نے بہترین غلام کی حیثیت سے پہچانا، کسی نے اسیر زندانِ مصائب کی حد تک پہچانا، کسی نے حسن کو ملکوتی سمجھ کر پہچانا، مگر حقیقت ان تعینات و جہات سے بلند تھی جس نے پہچانا تھا اس کی کیفیت کیا تھی

ہجر میں آنکھیں سفید ہو گئیں ، بڑھاپا عود آیا ، اور جب ملاقات ہوئی

☆ ورفع ابویه علی العرش و خرو له سجداً تخت پہ بیٹے کو جلوہ فگن دیکھ کر سجدے میں گر گئے ۔ چاہے باپ ہی کیوں نہ تھا بیٹے کو سجدہ کر دیا اور یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی طرف اشارہ فرمایا جو بچپن میں دیکھا تھا کہ

☆ والشمس و القمرو أیتھم لی سٰجدین میں نے دیکھا ہے کہ سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہا ہے ۔ باپ نے شمسِ نبوت بن کر سجدہ کیا تو بیٹے نے مسکرا کر فرمایا

☆ قال یابت هذا تاویل رویای بابا جان آپ کا سجدہ کرنا اس خواب ہی کی تعبیر ہے ۔ خواب کی طرف اشارہ بتا رہا ہے کہ سجدہ باپ نے بیٹے کو کیا ۔ تو حضرات گرامی ! عرفان ہی کیفیت فراق کو جنم دیتا ہے چاہے وہ جس چیز کو بھی عطا ہو جائے

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں اکثر ایک کھجور کے تنے سے پشت لگا کر اس کا سہارا لے کر خطبات عطا فرماتے تھے ، ابھی منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیار نہیں ہوا تھا ۔ جب منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیار ہوا تو آپ منبر پہ جلوہ فرما ہوئے لوگوں نے مسجد میں ایک بچے کے رونے کی آواز سنی ۔ آواز کی سمت کا تعین کیا تو اس کھجور کے تنے سے رونے کی آواز آ رہی تھی جو فراقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گریہ کر رہا تھا بلکہ تاریخ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ انتہائی دکھ بھرے لہجے میں بین سنائی دے رہے تھے ، ایک روایت یہ بھی ہے کہ کھجور کا تنا اس طرح دھاڑیں مار کر رونے لگا جیسے ماں اپنے جوان بیٹے کی لاش پہ روتی ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر چھوڑ کر اسے گلے سے لگا لیا ۔ کافی دیر تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سینے سے لگائے رکھا تب کہیں وہ خاموش ہوا ۔ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لائے اور

ایک خطبہ انشاء فرمایا اور فرمایا کہ یہ ایک خشک لکڑی ہے جس نے ہمارے فراق کو محسوس کیا ہے اگر ہم اس کی دل جوئی نہ فرماتے اور اسے تسلی نہ دیتے تو یہ قیامت تک اسی طرح بین کرتی ۔ تم انسان ہو اور ہمارے اصحاب بھی ہو کیا تم اس طرح ہماری جدائی کا احساس کرتے ہو

ایک طرف کھجور کے تنے کا یہ عرفان کہ تھوڑے فراق پر رو دیا، دوسری طرف بعض اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور کی وفاتِ حسرت آیات پہ تلوار لے کر مسجد نبوی میں آئے کہ جو رسول کو روئے گا اس کی گردن ماردی جائے گی ۔ یہ عرفان کی بات ہے ۔ کچھ لوگ آج بھی فراقِ شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رونے پہ اعتراض کرتے ہیں اور کچھ آج بھی غیبت کے باعث غم سمجھ کر ثبوتِ عرفان فراہم کررہے ہیں معرفت اور محبت ہو تو فراق کیسے باعث مسرت ہوسکتا ہے؟

شہید پہ آنسو بہانا اس کی فرقت کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ اس کی موت کو حق سمجھ کر یا اسے مردہ سمجھ کر گریہ کیا جاتا ہے اور غیبت کا وجہ ءِ گریہ وبکا ہونا عین فطرت ہے

شیخ محمود عراقی نے کتاب دارالسلام میں اور شیخ صدوق نے اکمال الدین میں لکھا ہے کہ صدیر صیرفی ، ابان بن تغلب ، اور مفضل ابن عمرو ایک دن امام صادق علیہ الصلوات والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ، دیکھا آقا ومولائے کائنات علیہ الصلوات والسلام نے خاک کو زینت بخشی ہوئی ہے، لباس بے گریباں زیبِ بدن اطہر ہے اور اس لباس کی آستینیں کٹی ہوئی ہیں (یہ لباسِ ماتم وعزا مشہور تھا) جسے خیبری لباس بھی کہتے ہیں ۔ اور اس طرح گریہ فرمارہے ہیں کہ جیسے ضعیف ماں جوان بیٹے کی لاش پہ رو رہی ہو، آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہیں اور بڑے دردناک بین کررہے

ہیں ۔اور بین بلند آواز بلند رقت آمیز ترنم میں فرما رہے ہیں ۔فرماتے ہیں
اے ہمارے آقا! اے ہمارے سردار! تمہاری غیبت نے میری آنکھوں سے نیند چرالی ہے مجھ پر رخت خواب تنگ کر دیا ہے،تمہاری غیبت نے میرے دل کا آرام وسکون چھین لیا ہے۔

اے ہمارے آقا! اے ہمارے سردار! تمہاری غیبت کے دکھ نے مجھے ابدی اندوہ میں کھینچ لیا ہے،تمہارے دکھوں اور مصائب نے مجھے سابقہ یعنی ماضی کے دکھ اور آلام بھلا دیئے ہیں کیونکہ یہ غم درد والم جملہ مصائب سے زیادہ شدید ہے اس سے بڑا دکھ آلِ محمد علیہ الصلوات والسلام پہ کوئی نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے شدتِ حیرت سے قریب تھا کہ ہم پاگل ہو جاتے اور ہمارا دل پارہ پارہ ہو جاتا۔اور یہ خیال کہ اللہ نہ کرے نصیب دشمناں کوئی تازہ مصیبت وارد ہوئی ہے۔ دست بستہ عرض کی آقا و مولا کون سی مصیبت وارد ہوئی ہے؟ کہتے ہیں ہمارا یہ سوال کرنا تھا کہ صادق آل محمد علیہ الصلوات والسلام نے ایک آہِ جانسوز کھینچی ہمیں محسوس ہوتا تھا گویا کہ شاید اس سے کلیجہ منہ کو آ جائے۔ گریہ زیادہ ہوا آنکھوں کا ساون کھل کر برس پڑا اور فرمایا میں نے علمِ امامت سے واقعاتِ فرزند عجل اللہ فرجہ الشریف کا مطالعہ کیا ہے ان کی غیبت اور طویل غیبت پہ جب نگاہ کی ہے تو مجھے سبھی دکھ درد بھول گئے ہیں
میں اپنے آخری فرزند حجت ابن الحسن المہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی غیبت پہ گریہ فرما رہا ہوں۔ یہ حدیث طویل ہے صرف اتنی ہی بیان کی ہے کہ اپنے دعوے پہ دلیل لا سکوں۔ ثابت ہوا غیبت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف ایک مصائب ہے، ایک دکھ ہے، ایک عظیم مصیبت ہے، مگر صرف اور صرف عرفا کیلئے مومنین کیلئے باعث غم ہے ورنہ

سرکشوں کیلئے ایک رحمت ہے
غیبت وجہ غم ہے اوران کا خروج عالم ہست کیلئے ایک ابدی مسرت ہے جس سے کائنات کی ہر چیز مسرت میں نہائے گی کیونکہ فرمان ہے کہ ایک ظالم کو سزا دینے سے زمین اس طرح زندہ ہوتی ہے جیسے چالیس دن مسلسل باران رحمت سے۔
اب سرکار زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے نزول کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ اولین وآخرین کے ظالمین کو سزا ملے گی، جب اتنے ظالمین کو سزا مل رہی ہوگی تو کیا یہ عمل ارض بیمار کیلئے مسیحائی نہیں تو کیا ہے؟ بلکہ اس زمین کو رب الارض حیات جاوید عطا فرمائے گا اور روئے زمین پر اللہ واحد کی حکومت ہوگی، یہ نزاع کی ہچکیاں لیتا ہوا اسلام ایک دم صحت کاملہ سے ہمکنار ہوگا اور ظالمین کے لہو سے غسل صحت کر کے اپنے شباب کو اذن خمیازۂ حسن دے گا، رب الارض رب العالمین کی نمائندگی میں عرش الٰہی پہ جلوہ افروز ہوں گے
امام صادق علیہ الصلوات والسلام فرماتے ہیں جو ہماری رجعت کا قائل نہیں وہ شیعہ نہیں ہے یعنی صدیوں سے ویران گھر آباد ہوگا
اوران مجالس کا مقصد بھی یہی ہے کہ انتقام مظلوم کے جذبوں کو قائم رکھا جائے اور انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گزاری جائیں، یہی محبت اور مودت کی معراج ہے کہ دل میں ہر دم یہ حسرت کروٹیں بدلتی رہے کہ پاک خاندان تطہیر کو ایک مرتبہ پھر آباد وشاد دیکھیں۔آمین

لا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصل علیٰ محمدؐ وآلہ طیبین ولعنۃ اللہ علیٰ اعداء ھم اجمعین من یوم الست الا یوم الدین

قرآن مجید

تفسیر روح المعانی

تفسیر البرہان

تفسیر کبیر

تفسیر درنجف

تفسیر صافی

تفسیر درمنشور

تفسیر زمخشری

تفسیر مجمع البیان

غیبت طوسی

غیبت نعمانی

ابصار العین

باب ہادی عشر

شرح باب ہادی عشر

ذریعہ النجات

مفتاح البکا

معالی السبطین

زاد المعاد

صحیفۃ الابرار

انوار الیقین

حیات القلوب

تذکرۃ الآئمہ

مدارج

لہوف

ریاض الاحزان

ریاض القدس

ریاض المصائب

روضۃ الصفا

روضۃ الشہداء

المنتخب

دمعۃ الساکبہ

اصول کافی (جلد اول)

ناسخ التواریخ

دار السلام (شیخ محمود)

اکمال الدین

التوحید

بحارالانوار (چودہ جلدیں)

نجم الثاقب

الزام الناصب

عبقکری الاحسان

المشارق الانوار

نورالانوار

مناقب ابن شہرآشوب

دمعۃ العیون

عمدۃ الطالب

عمدۃ المطالب

الارشاد

امالی

مقتل ابی مخنف

مناقب ابن نما

کامل السقیفہ

دارالسلام (علامہ نوری)

منتخب الاثر

مہدیؑ موعود

بحرالمصائب

فوادح حسینہ

کنزالغرائب

تاج الملوک

زہرۃ الریاض

روضۃ الشہادۃ

شرح نہج البلاغہ

خصائص

احتجاج

عربیک ٹریڈیشنز

کنزالمواہب

منتہی الآمال

مفاتیح الجنان

اخبار ماتم

............☆☆............